فالفارقات فرقاً

الفرق

حصہ اول

یعنے

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف

الفاروق

پر

عالیجناب مرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش کا محققانہ

ریویو

جسکو مولوی سید محمد صاحب رضوی عرف بنّے میاں نے شائع کیا

اوبرلاس پریس مراد آباد میں چھپوایا

(نوٹ) ناظرین کو چاہیئے کہ اول بموجب اس صحت نامہ کی تصحیح کرین تب ملاحظہ کرین۔

صحت نامہ حصہ اول الفرق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴	۱۱	سجن	سخن
۷۱	۲۰	عصرت	حضرت
۷۹	۸	نبیح	نبیغ
۹۴	۱۰	کفاربرس	کفارقریش
۹۶	۱۴	صوصیت	خصوصیت
ایضاً	۱۶	جحیت	صحت
ایضاً	۱۷	جحیت	صحت
۱۰۰	۲۰	دشمن	دشمن سے
۱۰۲	۱۷	النظر	المنتظر
۱۰۴	۱۱	رتقتل	نہ قتل
۱۰۵	۱۰	ات	آیت
۱۰۷	۱۶	سار	شعائر
۱۰۸	۵	رمس	انفس
۱۱۴	۱۰	اشدل	استدلال
۱۲۴	۱۹	کری	کوئی
۱۲۸	۲	مرتضی	مرتضی نے
۱۳۴	۷	معلوم کی	معلوم
۱۴۵	۱۵	لبغضہم	بعضہم
۱۴۹	۹	سارس	سفارش
۱۵۵	۹	سا	۰
ایضاً	۱۵	درجہ	۰
۱۵۸	۱۴	خدائی	خدا نے
۱۶۰	۵	مونین	موقنین
۱۶۱	۱۵	لی	علی
ایضاً	۱۶	ومن	۰
ایضاً	۱۷	الناس	ومن الناس
۱۶۲	۷	سی	بنی
ایضاً	۱۱	بر	اوسی پر
۱۶۵	۱	بالیال	بالخیال
ایضاً	۶	درین	دودن
ایضاً	۸	بیوین	بیوُین
۱۶۶	۲	یاری	بیماری
۱۶۷	۱	کس	کی
۱۶۸	۱۹	یہای	یہہ رائے نے
۱۷۰	۲	ودنہ	واقعہ
۱۷۱	۹	جوبرمن	جو جبرمین
۱۷۲	۲۰	اعتدالیان	بے اعتدالیان
ایضاً	۲۱	اعتدالیون	اعتدالیون نے
۱۷۴	۱۴	محق	محقق
۱۷۸	۱۸	اوسی	اور یہ بھی
۱۷۹	۱	ہوسکتی	ہوسکی
ایضاً	۷	بر	سے
۱۹۲	۱۶	سے	۰
۱۹۴	۲۱	کہا	کیا
۲۰۰	۵	قابل	قایل
۲۰۲	۱۰	ابوبکر	عمر

(نوٹ) ناظرین کو چاہئے کہ اول بموجب اس صحت نامہ کی تصحیح کر لین تب ملاحظہ کرین :-

صحت نامہ حصہ اول الفرق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
209	21	عمر	ابوبکر
210	18	برا	بہترا
212	8	ودنیا	وہ دنیا
ایضاً	16	ادمیون	آدمیون نے
214	6	بر	پتر
ایضاً	9	دو	وہ
ایضاً	18	جسکی	جسکی رو سے
ایضاً	19	سنے	ہین
215	10	اورھی	امروہی
223	9	سنے	بنی
228	2	اید	امید
229	19	وب	خوب
249	21	کنشر	کسر
250	12	سبلقہ	خلیفہ
ایضاً	16	دلی	کوئی
254	3	ان	ہان
ایضاً	15	للیون	کیون
ایضاً	19	جب سے	جیسی
255	3	ارار	ارار
257	12	حرح	جرح
261	3	حرب	عرب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
262	4	معصم	منتقم
263	13	۰	نہ کرسکے
265	1	حر	خبر
266	5	متحید	متحیز
ایضاً	15	موقوان	موقعون
267	5	کرہ	کہ جو
ایضاً	11	حلہ	خلہ
ایضاً	16	حسرت	حضرت
271	4	لعرص	لغرض
272	7	الی	اسی
ایضاً	18	الی	اسی
275	16	با	یا
281	2	لعرر	تقریر
282	20	گوارہ	گوارا
283	5	سعر	سفر
287	14	عزیرون	تحریرون
291	8	گوارہ	گوارا
292	8	گوارہ	گوارا
293	9	ابولولوہ	ابولولو
294	11	ست	ہیبت

ختم شد

فہرست مضامین الفرق ریویو الفاروق حصہ اول

ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفرق

الفاروق شمس العلماء شبلی پر ریویو

تمہید

یہ سچ ہے کہ اس الفاروق کے وجود مین آنے کی بہت نگاہین مشتاق تھین۔ ذی علم مصنف کی طرف سے صرف "المامون" مین اوس کے وجود مین لانے کا ذکر نہین کیا گیا تھا بلکہ "سیرة النعمان" مین بھی حضرت عمر کو لایق مصنف نے منتخب کیا تھا کہ جدید طرز سے نامورخلفا مین سے اونکو سرتاج بنایا جائے۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ سنّی اور شیعون کے درمیان اردو زبان مین مناظرہ کا زیادہ مذاق پیدا ہوگیا تھا۔

یورپ کی تقلید سے طرز جدید کا جو دعوی کرکے عالم مصنف نے المامون اور "سیرة النعمان" اپنی تصنیفات شائع کین اوسی طرز جدید کے پیرایہ کے شوق نے

اُن لوگون کی نگاہون مین جو ایسی تازہ تصنیف کی طرف دلچسپی رکھتے تھے "الفاروق"
کے وجود مین آنے کا انتظار کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ لیکن اس "الفاروق" کے
نکلنے مین (جیسا کہ مصنف نے قبول کیا ہی) بہت دیر ہوئی یہانتک کہ بعض دیگر
مصنفون[1] نے مصنف اس الفاروق پر سبقت کا قدم بڑھایا اور اپنے عندیہ مین
اوسی راہ پر چلکر عزت اور ناموری حاصل کی۔ اور جو ایسی تصانیف پر نظر غائر رکھنے
والے تھے وہ سیرۃ الفاروق پر ریویو کر چکے اور الفاروق مرزا حیرت دہلوی کو
بھی دیکھ چکے۔

[1] منشی سراج الدین احمد مصنف سیرۃ الفاروق و مرزا حیرت دہلوی مصنف "الفاروق" ۱۲ منہ

وجہ عذر توقف مصنف

مصنف اس الفاروق کا عذر توقف بھی بیشک صحیح ہے کہ اسباب اور موانع ایسے پیش آئے
تھے کہ اگر مصنف نور رسیدہ قوت سے اپنی اونگلیون کو تقویت نہ پہونچاتے تو اس
"الفاروق" کے لکھنے پر وہ قلم کہ جو گر گر جاتا تھا نہ اوٹھ سکتا۔

سرسید احمد خان کی۔ قوم مسلمانون کے لئے پالیسی یہ تھی کہ مسلمانون مین سے
سنی اور شیعہ کا تعصب مذہبی، جو بحث خلافت ملکی معاملہ مین شدید تر ہی وہ رفع
ہوکر کم سے کم دونون فرقے باہم اخلاق سے برتاؤ کر کے مملکت ہندوستان
مین مل جل کر کار پرداز ہو جائین۔ اونکی دور اندیشی مانع ایسی تصانیف کی تھی کہ جس سے
شیعہ اور سنی کے باہم تنازع مین ایک تازہ جوش پیدا ہو۔ لیکن مصنف کی
جرأت نے یہ "الفاروق" تصنیف کرا کے "سلسلۂ آصفیہ" کی فہرست مین داخل
اور مصنف کے تعلق کو مسلمانون کے کالج علی گڈھ سے۔ جہان نشو ونما فیض مصنف
کا ہوا تھا جدا کرا دیا۔ اور دوسرے پیرایہ مین اپنے فروغ کے لیمپ کی بتی کو جلا کر
اشتعالک دی۔

ذکر منشاء تصانیف سلسلۂ آصفیہ

میرے اس فقرہ سے یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ ایسی

تصانیف کے کہ جس سے سنّی اور شیعہ کے اختلاف کو جوش ہو۔ "سلسلۂ آصفیہ" کی فہرست مین داخل کرانے کے بادی شمس العلما سید علی بلگرامی بالقابہ اور سر وقارالامرا بہادر مدارالمہام دولت آصفیہ ہین جنکا مصنف نے ذکر کیا ہی اونکا منشار اوسی قسم کی تصانیف سے ہو سکتا ہی کہ کل فرقون مسلمانون کا تعصب مذہبی فرو ہو سچائی سے آزادی کے ساتھ ٹھیک مذہب اسلام پر قایم رہین۔ نہ ایسی تصانیف سے کہ جسمین فضیلت کی نمایش ایک طرف، نبوت کی ابتدائی بنیاد کے پیدا ہونے کا اشارہ خاندان حضرت عمر مین ہو۔ اور حضرت عمر کو پیغمبر سے افضل الرای قرار دیا جائے۔

افسوس ہے کہ سر سید کی رحلت کے بعد یہ کتاب "الفاروق" نکلی اگر اونکی زندگی مین نکلتی تو اونکی راے پبلک کو معلوم ہو جاتی جبکہ وہ اسکے خلاف پر اپنی محققانہ ہمت صرف کرتے جیسا کہ اونھون نے اپنی زندگی مین ایسا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مگر تصانیف سلسلہ آصفیہ" کے قایم کرنے والون مین سے زندہ ہین اور خدا دیر گا د اونکو زندہ رکھے۔ وہ اس امر کا فیصلہ کرینگے کہ آیا یہ تصنیف منشار تصانیف سلسلۂ آصفیہ کو پورا کرتی ہے یا کیا؟

ریویو کی فرمایشین

یہ الفاروق جب شائع ہوئی تو اوسکا دوسرا حصّہ ذی علم مصنف کی مہربانی سے مجکو جلد ملا۔ لیکن مجکو اپنے دیگر مشاغل کے سبب سے اسقدر بھی فرصت نہو سکی کہ بالاستعیاب اوس کو دیکھ سکون۔ مگر میرے معزز دوست اوسپر ریویو کے ایسے مشتاق ہوگئے جیسے کہ وہ اس دلفریب "الفاروق" کے وجود مین آنے سے پہلے اوس کے مشتاق انتظار مین تھے اور میرے اُن معزز دوستون کی فرمایش یہ خبر دیتی تھی کہ پبلک مین ناپسندیدگی اس الفاروق کا ایک جوش پھیلا ہوا ہے۔ اور جیسے کہ

المامون' اور سیرۃ النعمان' اور سیرۃ الفاروق' پر ریویو لوگون کی نگاہ سے گذرے ویسے ہی اس الفاروق پر بھی ریویو کے چشم براہ ہین۔

پہلے حصہ الفاروق پر اجمالی راے

مین نے حال مین اول حصہ الفاروق' کا مشکل حاصل کرکے دیکھنا شروع کیا۔ اور کچھ شبہ نہین ہے کہ ذی علم مصنف نے بڑی لیاقت سے یہ تصنیف کی ہی اور بحث افضلیت حضرت عمر کو صرف بمقابلہ مذہب شیعہ کے ترقی دینے کی سعی نہین کی بلکہ یہ کوشش کی ہے کہ افضلیت حضرت عمر کی پیغمبر اسلام پر قرار پا جائے۔ اور ابتدائی بنیاد توحید اور ترک بت پرستی کی اُنھین کے گھرانے مین زید چچا زاد بھائی حضرت عمر کی طرف منسوب ہو جاوے۔ اگر مسلمان سُنّی اور شیعہ ذی علم مصنف کی تقلید کرین تو بے شک وہ ان بحثون سے کہ پیغمبر رسول تھے اور علیؑ مرتضیٰ اونکے چچا زاد بھائی تھے اور اُس سے علی مرتضیٰ کی فضیلت قرار دیجاتی تھی' پاک ہوجائین اور اس حالت مین اونکو حضرت محمد صلعم کی رسالت کا ضعف اور خاندان نبوت کے شرف کی کمی قبول کرکے ایک نیا پیغمبرؐ اور ایک نیا خاندان پیغمبر اور کم سے کم حضرت عمر' اور اونکے خاندان کو استاد پیغمبر ماننا پڑے گا۔ اور حضرت عمر کے خاندان کو خاندان پیغمبر سے اشرف قرار دینا لازم آئیگا۔

یوروپین مصنفین کا منشا

جس حیثیت اور نوعیت سے ذی علم مصنف نے اپنی اس تصنیف مین افضلیت حضرت عمر کی دکھائی ہے حقیقت مین وہ اونکی ایجاد نہین ہی بلکہ اونھین بعض یوروپین مصنفین کی تقلید و تائید ہے جنھون نے علم فلسفہ تاریخی کی شان سے مذہب اسلام کی بنیاد ڈھانے کے لیئے یہ پہلو اختیار کیا ہی کہ مسلمانون کی نگاہ مین پیغمبر اسلام کے افضل الناس ہونے کو زوال' اور بمقابلہ پیغمبر اسلام کے حضرت عمر

کی افضلیت تسلیم ہو جاوے۔

اونکی غرض در پردہ حضرت عمر کی شان و شوکت اور صولت و ہیبت بمقابلہ علی مرتضیٰ اور پیغمبر و آل پیغمبر کے دکھلانے سے ابطال نبوت حضرت محمد صلعم کی تھی تاکہ مسلمان نبوت کی شان اور اوسکی عظمت و جلالت سے جو پیغمبر مین اور انکے خاص اہلبیت مین قدرتی تھی ڈگمگا جائین اور جو اعتقاد او مسلک کہ پیغمبر نے شرف اور امتیاز کا اپنے اور اپنے خاص اہلبیت کے لئے درست کرکے قایم اور ثابت کیا تھا اوس مین وساوس کو دخل دیکر صراط مستقیم سے تجاوز کر جائین۔

علوم جدیدہ و فلسفہ کی تعلیم سے توقع

ہندوستان مین تعلیم علوم جدیدہ فلسفہ کے سبب سے جو ہر فرقہ مذہبی کو حاصل ہوتی ہے یہ توقع تھی کہ مسلمانون کو جو آزادی مذہب مین حاصل ہو جاتی ہے وہ اختلافات کے تعصب کو سست کردے گی اور مسلمانون کی قوم اتفاق سے ایک روش خاص پر چلنے لگے گی کہ جو کچھ کچھ اختلاف کا پہلو لئے ہوئے ہو اور جسکی امید منقطع نہین ہوئی ہے۔ لیکن اگر مسلمان اوس روش پر بھی چلنا اختیار کرین گے کہ جو ذی علم مصنف نے اختیار کی ہے تو آزادی خیالات مسلمانون کی ایک نئی شاخ اختلاف کی پیدا کرنے والی ہوگی جسکو شاخ اوس تنہ درخت کی کہنا مشکل ہوگا کہ جو تنہ درخت مذہب اسلام مین قرار پایا جاتا ہے

ایسا اعتقاد جیسا کہ ذی علم مصنف کی روش سے بتقلید یا تائید بعض یورپین مصنفین کے پایا جاتا ہے۔ عہد خمیہ اسلام سے اسوقت تک مسلمانون مین ظاہر نہین ہوا تھا گو قلوب تک کسی کے چیونٹی کی رفتار کی مانند مضمر رہا ہو مگر مذہب اسلام کی حقیقت اور سچے اصول نے کبھی ظاہر ہونے نہین دیا۔ اس زمانہ آزادی

مین خوشی کی بات ہی کہ مسلمانون کی اولیات مین یہ طریقہ ذی علم مصنّف کے
حصہ مین رہے گا۔ جسمین حضرت عمر کی مخالفتون اور اونکے امور کو بمقابلہ پیغمبر
کے سرسبز اور امر پیغمبر کو سُست کرکے دکھایا ہے۔ اور حضرت عمر کی رایون کو
مطابق راے خدا کے، اور پیغمبر کی راے کو اوس کے خلاف ظاہر کرکے حضرت
عمر کو درجۂ نزول وحی پر پہونچاکر اور پیغمبر کو اُس مرتبہ سے گراکر حضرت عمر کے
ہاتھ پر معجزہ جاری کردیا ہی۔ اور یہی تصنیف جدید ذی علم مصنف کی حضرت عمر
کی نبوت کی کتاب ہوگی !!

مسلمانونکا تنزل اور مدارج سے زوال پذیر ہوتے جانا امر مسلمہ ہی

اس زمانہ مین ہندوستان، اور کہا جا سکتا ہے کہ کل روے زمین مین، جہان جہان مسلمان آباد اور موجود ہین، اُن لوگون نے
کہ جو مسلمانون کی بہبودی اور ترقی سے دلچسپی اور ہمدردی رکھتے ہین، یا ہندوستان
مین سب سے اول جس (سر سید احمد خان) کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ اوس کو
ایسا خیال پیدا ہوا، اس امر کو قبول کرلیا ہی کہ قوم مسلمان جہان کہین ہو تنزل
کی حالت مین ہی۔ اور اپنے مدارج سے زوال پذیر ہوتی چلی جاتی ہی، اور اس
کے تنزل اور زوال کے اسباب پر بھی گفتگوئین اور نظر ہوچکی ہی۔ اور ہو رہی ہین، یا

تنقیح اسباب زوال مسلمانان

اسی ضمن مین یہ سوال بھی پیدا ہوگیا ہی کہ "آیا خود مذہب اسلام باعث مسلمانون کے تنزل اور
زوال کا ہی یا نہین ؟ " اور جہانتک میرا علم ہی یہ سوال بعض علماے یورپ نے
درحقیقت پیش کیا ہی، اور مین کہہ سکتا ہون کہ بعض یا کسی قدر مسلمانون کے ذہن
مین، اس عالم یورپ کی اس راے کا اثر پیدا ہوگیا ہی، مگر عموماً جو اہل الراے مسلمان
یا رفارمر ہونے کی منزلت پر ہین، یا اسی زمانہ مین گذر چکے ہین، وہ نہایت استحکام

اور استقلال سے اسکے خلاف یہ رائے رکھنے والے ہین کہ "مذہب اسلام قسم قسم کی ترقی مخلوق کے لئے سبب ہوا ہی۔ مگر مسلمان مذہب اسلام پر قایم نہین رہے، یہی وجہ اونکے تنزل اور زوال کی ہی"۔

سر سید احمد خان اور شمس العلما شبلی کا مہذب مکالمہ

ایک مرتبہ اخیر حصۂ زندگی سر سید احمد خان مین، انھین کے گھر، انکی میز پر اونکے معزز فرزند سید محمود اور بعض اونکے رفیق یا دوست یا متبع جمع تھے کہ انھین شمس العلما شبلی نعمانی نے سر سید سے خطاب کرکے یہی مسئلہ پیش کیا، اور مین کہہ سکتا ہون کہ شمس العلما کی خاطر مین وہی رائے مرکوز تھی کہ جسکی ابتدا عالم یورپ نے کی ہے، لیکن سر سید نے اس رائے کی صحت سے انکار کرکے صاف کہا کہ "مسلمانون کے دین اسلام پر قایم نہ رہنے سے اونکا زوال ہوا ہی"۔ جہان عقلا اور اہل الرائے کا یہ عند یہ قرار پاگیا ہی کہ مسلمانون کا تنزل اور زوال اونکے مذہب اسلام پر قایم نہ رہنے سے ہوا ہے"۔ وہان اونھون نے اسپر بھی غور کیا ہے کہ مسلمانون کا دین اسلام پر قایم نہ رہنا کب سے شروع ہوا ؟"

اسی صحبت مین جسکا مین نے ذکر کیا شمس العلما نے سر سید کی رائے پر باصرار یہ ظاہر کیا کہ۔ "مسلمان دین اسلام پر برابر قایم رہے اور قایم چلے آتے ہین"۔ اسپر سر سید نے نہایت سختی سے اپنی وہی رائے ظاہر کی اور مسلمانون کے دین اسلام پر قایم نہ رہنے کے شروع ہونے کا وقت۔ "وفات پیغمبر" کو اس تصریح سے بتایا کہ۔ "ہنوز ان (پیغمبر) کا جنازہ دفن نہین ہوا تھا کہ لوگ اون کے جنازے کو ترک کرکے مسئلہ خلافت کے طے کرنے کو سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے گئے تھے"۔

شیعہ اور سنیون کی اصل بحث

یہ وہی رائے ہے کہ جسکا ابتدا سے مسلمانون کا

فرقہ شیعہ قائل چلا آتا ہی کہ مسلمانون کے دینِ اسلام پر قایم نہ رہنے کی ابتدا وہی ہے جو اُسوقت ظہور مین آئی کہ جب پیغمبرِ اسلام کا بدن ٹھنڈا تک نہین ہوا تھا۔ اصل بحث ان دو گروہ عظیم مسلمانان شیعہ اور سنی کے باہم درحقیقت یہی ہے کہ مسلمان کب سے دینِ اسلام پر قایم نہین رہے۔ اور جو باعث اونکے تنزل اور زوال کا ہوا ہی۔ اور اس بحث کا ان دونون گروہ کے باہم طے ہونا نہایت ضروری اور مقدم ہے۔

موانع ترقی اور اُسکا علاج بہی خواہانِ قوم نے جہان اس امر کو سمجھ لیا ہی کہ دین اسلام پر قایم نہ رہنا، مسلمانون کے تنزل اور زوال کا باعث ہی" وہان اونھون نے اس امر کو بھی سمجھ لیا ہے کہ مسلمانون کی ہر قسم کی ترقی کا، خواہ اوسکا تعلق تعلیم سے ہو یا تربیت سے، خواہ عمل سے، مانع، اور اونکے متعدد فرقون مین ہو جانے کا سبب، اختلاف ہی۔ اور اوسکا علاج دینِ اسلام کے اخلاق کی تعلیم ہے۔"

اسلامی اخلاق کیا ہین؟ مین اس مانع اور علاج سے متفق ہون، اور میرے نزدیک اگر مسلمانون کو اخلاق دینِ اسلام کی تعلیم اور تربیت دیجاوے اور ملکہ اوسی اخلاقی عمل کا اونمین پیدا کیا جاسے تو کچھہ شبہ نہین ہی کہ باہم مسلمانون کے جو تفرقہ پڑگیا ہی وہ دُور ہو جائے گا۔ اور سب متفق ہوکر اپنی ترقی اور بہبودی کے لئے کوشش کرنے لگین گے، اور جو ترقی ہو سکتی ممکن ہی اُس درجہ پر پہونچ جائین گے۔ لیکن سخت مشکل بلکہ قریب محال ہے، اس امر کا طے کرنا۔ کہ اخلاق دینِ اسلام کیا ہی؟

شیعون کے اخلاق کا ماخذ ایک اخلاق تو وہ ہی جسکی تعلیم اور تربیت پیغمبر سے علی مرتضیٰ نے پائی اور اُس کے اصول کو، اور حقیقت دینِ اسلام کو سیکھا اور اُسی اخلاق

اور اوس کے اصول کی تعلیم و تربیت ائمہ اہلبیت مین برابر جاری آئی - اسی کو ائمہ اہلبیت کی سیرتون سے، کہ قانون قدرت نے اونکا دل و دماغ اوسی قابل بنایا تھا، فرقہ شیعہ نے لیا اور لیتا ہی جو اونکی کتب مین نہایت توسیع و توضیح سے مندرج ہے۔

اخلاق بالا کی نسبت سنیون کے خیالات

فرقہ اہل سنت معہ اپنی شاخون کے، یہ تو مین نہین کہہ سکتا کہ اُن اصول اخلاق و اخلاق کو، جو ائمہ اہلبیت سے حاصل ہوئے ہین یا جو اون کی سیرتون کے نتائج ہین باطل کہتا ہی یا باطل کہہ سکے، اس لئے کہ وہ تمام عقلی یعنی علم فلسفہ پر مبنی ہین - لیکن اونپر توجہ نہین کرتا ہے اور اپنے دل مین اون کو رسوخ نہین دیتا ہے۔

سُنیون کے اخلاق کا ماخذ

دوسرا اخلاق وہ سمجہا جاتا ہی جو خلفای ثلاثہ و بنی امیہ و بنی عباس نے حاصل کیا اور اپنی سیرتون سے دکھایا، اور یہ قرار دیا کہ یہی اخلاق دین اسلام ہی، یا اس کے مخالف نہین ہے، اور یہی اخلاق مسلک اہلسنت کا ہے۔

سُنیون کے اخلاق کی نسبت شیعون کے خیالات

فرقہ شیعہ اس اخلاق کو، اخلاق دین اسلام نہین سمجہتا ہی اور اُس کو باطل جانتا ہی اور سمجہتا ہے کہ اگر اوس مین کچہہ اخلاق دین اسلام ہو بہی تو ایسا جیسا کہ کوہ ہمالیہ کے آگے رائی کا دانہ - اور وہ بہی مصنوعی جو سچائی سے عمل مین نہین لایا گیا۔

ایسی اختلافی حالتمین بالاتفاق اخلاق دین اسلام کا قرار پانا مشکل ہے

جب ان دونون فرقون اسلام مین، اخلاق دین اسلام کے سمجہنے مین، اور قرار دینے مین

اسقدر اختلاف اور تباین ہی تو اندازہ کرنا مشکل ہی کہ یہ دونون فرقے کسی اخلاق کو بالاتفاق اخلاق دینِ اسلام کیونکر قرار دے سکین گے۔

دونون فرقون کے تباین اخلاق کی ایک مثال

مین یہان اِن دونون فرقون کے تباین اخلاق کی ایک ہی مثال دیتا ہون کہ۔" فرقۂ شیعہ پیغمبر کو جیسے اونکی حیات مین اونکو پیغمبر جانتا ہے ویسے ہی بعد ممات بھی۔ اور جیسے کہ پیغمبر کی حیات مین پیغمبر کو (فرض کرو مواقع جنگ مین) چھوڑکر چلے جانے کو بد اخلاق سمجھتا ہی ویسے ہی بعد ممات پیغمبر، جب تک وہ دفن نہو جائین جسم پیغمبر کو چھوڑکر چلے جانے کو بد اخلاقی جانتا ہی۔ برخلاف اس کے فرقۂ اہلسنت ان دونون موقعونپر پیغمبر کو چھوڑکر چلے جانے کو بد اخلاقی نہین سمجھتا۔

مصنف کا مسلک الفاروق مین

شمس العلماء مصنف "الفاروق" اپنی تصنیف مین اپنی اوسی راے کا پہلو اختیار کرتے ہین کہ" دینِ اسلام باعث تنزل اور زوال مسلمانونکا ہی" اور خلفاء ثلثہ و بنی امیہ و بنی عباس نے جو اخلاق اختیار کئے تھے اور جنکو درحقیقت ذی علم مصنف خلافِ اخلاق دین اسلام سمجھتے تھے، انھین کو پسند کرکے، اُنکی سیرتون مین سرسبز اور شاداب کرکے دکھانا شروع کیا ہے۔

نتیجہ اخلاق متباین مذہب شیعہ و سنی

ان اخلاق کی اشاعت سے وہی نتیجہ پیدا ہونیوالا ہے کہ جو اس راے سے پیدا ہوسکتا ہی کہ دینِ اسلام باعث تنزل اور زوال مسلمانونکا ہی، جو مخالف اُس راے کے ہے کہ دین اسلام پر مسلمانون کے قایم نہ رہ سکنے کے سبب سے تنزل اور زوال مسلمانون کا ہوا اور ایسے مسلمانون نے جو اخلاق اختیار کئے یا اپنی سیرتون سے دکھائے اُن اخلاقون سے گو ایک گروہ کی، جو مسلمان سمجھے جاتے ہین، ترقی ہوسکے

لیکن دین اسلام کے اخلاق کی تعلیم سے جو ترقی مسلمانون کی ہوسکتی ہی وہ ترقی نہین ہوسکے گی اور جو اختلاف اور تفرقہ باہم مسلمانون کے ہوگیا ہے نہ وہ مٹ سکے گا۔

الفاروق کے لئے تاریخی مواد

ذی علم مصنف نے اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ اس تصنیف کے واسطے کہان کہان سے اونھون نے مواد جمع کیا ہی۔ ابتدائی حالت تاریخ عرب، اور تاریخ عہد اسلام بیان کی ہی مگر یہ قبول کیا ہی کہ "اسلام کے عہد مین زبانی روایتون کا ذخیرہ پیدا ہوگیا تھا لیکن تصنیف و تالیف کا سلسلہ مدت کے بعد ۱۴۱ھ سے قایم ہوا" (صفحہ ۴۔ الفاروق)

یہ وہی زمانہ ہی کہ جسمین عہد دولت بنی امیہ حضرت معاویہ سے شروع ہوا۔ ذی علم مصنف، مصنفین و مورخین علما کا دور قدیم پانسو برس تک، اور اوس کے بعد دور متاخرین مورخین علما کا قرار دیتے ہین۔

دور اول مین دس[1] علما کی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ ابتداءً جن لوگون نے بالتخصیص آنحضرت صلعم اور صحابہ کے حالات مین کتابین لکھین وہ تصانیف آج ناپید ہین۔ (صفحہ ۵ و ۶) لیکن اوسی دور قدما مین سات[2] ایسے مصنفون کا ذی علم مصنف شمار کراتے ہین کہ جنکی تصنیفات اس زمانہ مین موجود ہین

[1] یحییٰ مدنی مصنف غزوات نبوی۔ نصر بن مزاحم کوفی مصنف کتاب الجمل۔ سیف بن عمر الاسدی مصنف کتاب الفتوح الکبیر۔ عمر بن راشد الکوفی مصنف کتاب المغازی۔ عبد اللہ بن سعد زہری مصنف فتوحات خالد بن ولید۔ ابوالبختری وہب بن وہب مصنف کتاب صفات النبی و فضایل الانصار۔ ابوالحسن علی بن محمد بن عبد اللہ المدائنی جس نے آنحضرت و خلفا کے حالات مین (۲۷) عنوان سے کتابین لکھی ہین۔ احمد بن حارث جزاز کتاب المغازی اسماء الخلفاء و کتابہم۔ عبد الرحمن بن عبیدہ مصنف مناقب قریش۔ عمر بن شبہ مصنف کتاب الامراء الکوفہ و البصرہ ۱۲

[2] عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ۔ احمد بن داود ابوحنیفہ دینوری۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی۔ احمد بن ابی یعقوب بن واضح کاتب عباسی مصنف تاریخ یعقوبی۔ احمد بن یحییٰ بلاذری۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری۔ ابوالحسن علی بن حسین مسعودی ۱۲

اور دوسرے دور مین چند علما مورخین[۱] کا نام لیا ہے۔

متاخرین مورخین کی نسبت مصنف کی نکتہ چینی

ذی علم مصنف عموماً علمای مورخین متاخرین (دور ثانی) پر خود یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ "ان لوگون نے تاریخ کے ساتھ کوئی احسان نہین کیا اور قدما کی خصوصیات کو بھی کھو دیا۔ کچھ اونہین اضافہ نہین کیا اور اسطرح اختصار کیا کہ جو بات چھوڑ دی وہی اس تمام واقعہ کی روح تھی" لیکن تاریخ ابن الاثیر کی نسبت یہ کہتے ہین کہ " علامہ ابن خلکان نے اوس کو خیار التواریخ سے کہا ہے اور درحقیقت اسکی قبولیت عام نے قدیم تصنیف ناپید کردین اور جہانتک زمانہ کا اشتراک ہی طبری سے اوس مین زائد نہین ہی" (صفحہ ۹ و ۱۰) مگر اس عام نکتہ چینی سے ابن خلدون اور اوس کے شاگرد علامہ مقریزی کو مستثنیٰ کیا ہی اور ابن خلدون کی نسبت کہتے ہین کہ اوسی نے فلسفہ تاریخی کا فن ایجاد کیا۔" ذی علم مصنف اونھین قدما کی تصنیفات کو جنکی کتابین موجود ملی ہین اپنی اس تالیف کا سرمایہ قرار دیتے ہین لیکن ان قدما کی نسبت کتب رجال مین جو قدحین موجود ہین اونکی نسبت ذی علم مصنف نے کوئی راے اپنی نہین لکھی کہ جس سے وصبۂ قدح کا اونپر سے دور ہوسکے۔ باوصف اس کے کہ فن رجال کے مستقل بنا دینے کی صفت مسلمانون کے لیے قرار دی ہے (صفحہ ۱۳ و ۱۴) لیکن ذی علم

قدیم تاریخون مین دو خاص نقص

مصنف نے یہ دو نقص قدیم تاریخون مین قبول کرلیے ہین کہ جو اون مین مفقود ہین۔

(۱) ہر عہد کا تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب، کے متعلق معاملات

---

[۱] ابن الاثیر۔ سمعانی۔ ذہبی۔ ابو الفدا۔ نویری۔ سیوطی۔ ابن خلکان۔ ابن خلدون۔ مقریزی۔ ۱۲

سرمایہ مہیّا کیا جائے"

(۲) "تمام واقعات مین سبب اور مسبب کا سلسلہ تلاش کیا جائے"

وجہ نقص اول

اور وجہ اول نقص کی نہایت سچّائی سے یہ بیان کی ہی کہ "ہمیشہ شخصی سلطنت کا رواج رہا اور فرمانروائے وقت کی عظمت و اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی تھین اسکا لازمی اثر تھا کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت اور جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آئے"

یہ تصانیف قدیمہ جنپر ذی علم مُصنّف نے ماخذ اپنی اس تصنیف جدیدہ کا قرار دیا ہے۔ عہد بنی امیہ و بنی عباس، مین تصنیف ہوئی ہین کہ جو دراصل یہ قائمقامی حضرت عمرؓ کے اپنے اپنے عہد مین سلطنتون پر متمکن ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ ہی اول وہ شخص تھے کہ جو خلاف مرضی اور منشاء پیغمبرؐ کے (کہ پیغمبر اپنی زندگی مین تمام عرب کے بادشاہ قرار پا گئے تھے اور تمام جہان کی بادشاہت کے حق کا دعوے کرتے تھے اور اونھون نے اپنے قول و عمل سے حق جانشینی اپنا بتا اور جتا دیا تھا) بانی اور بادی اس امر کے ہوئے کہ سلطنت پیغمبری دوسرے خاندانون مین منتقل ہوتی رہے اور اسی اصول حضرت عمرؓ سے بنی امیہ اور بنی عباس کے ہاتھون مین پہونچی تھی اور اسی اعتبار سے بنی امیہ اور بنی عباس جانشین حضرت عمرؓ کے تھے۔ اونکے عہد مین جو تصانیف ہوئین اُن تصنیفونکی نسبت جس شان سے کہ وہ ہو سکتی تھین جب کوئی محقق باتفاق رائے ذی علم مصنف کے نظر ڈالے گا، ضرور پکار اوٹھے گا کہ ایسے عہد کے مورخ سوائے عظمت و جلال شاہی حضرت عمرؓ کے اونکے عیوب اور اونکی غلط رایون اور اونکی خطاؤن کے لکھنے مین اونکا قلم ایک ڈوبہ سیاہی کا لیکر ایک نقطہ بھی نہین لگا سکتا تھا۔

نقص اول کا اثر الفاروق کے حق مین

اون قدیم تاریخون عہد بنی امیہ و بنی عباس (جنہون نے اصول قرار دادہ حضرت عمرؓ کے موافق سلطنت پر قدم رکھا) ذی علم مصنف کی اس تصنیف کا ماخذ یہی تصانیف ہین اور اس تصنیف کا مدار خبر دیتا ہے کہ یہ تصنیف بھی اُس عیب کی گرہ سے نج نہین سکتی کہ جس عیب کی گرہ تو قدیم تاریخون مین ذی علم مصنف نے کھولا ہے۔

ذی علم مصنف نے وجہ اول نقص کی جو بیان کی ہے اوس سے تو نقص تصنیف کا لازم آیا ہے لیکن وجہ دوم نقص کی (واقعات مین سبب اور مسبب کے سلسلہ کی عدم تلاش) ذی علم مصنف نے جو بیان کی ہے وہ ناقابلیت مصنفین کو لازم کرتی ہے۔

وجہ نقص دوم اور اوسکا اثر الفاروق کے حق مین

وہ کہتے ہین کہ "واقعات مین سلسلہ اسباب پر توجہ نہ کرنے کا بڑا سبب یہ ہوا کہ فن تاریخ ہمیشہ اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا جو فلسفہ اور عقلیات سے آشنا نہ تھے۔ اس لئے فلسفۂ تاریخی کے اصول و نتائج پر اونکی نظر نہین پڑ سکتی تھی۔" (صفحہ ۱۲۔ الفاروق)

جب تصانیف کے نقص کی وہ حالت ہو، اور اونکے مصنفین کی ناقابلیت کی یہ حالت، تو ایسے مصنفون کی تصنیف پر (کہ جن تصانیف مین نہ اوس عہد کے تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب، کی معلومات کا سامان مہیّا ہو، اور نہ اُس کے مصنفین فلسفہ، اور عقلیات سے آشنا، اور نہ فلسفہ تاریخی کے اصول و نتائج پر اونکی نظر پڑ سکتی تھی) اگر کوئی مصنف رجو کسی عہد کے حالات لکھنے مین اُس عہد کے تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب،

کی معلومات کے سرمایہ کا خواستگار بھی ہو۔ اور جو فلسفہ تاریخی کے اصول و نتائج پر نظر رکھنے کا دعویدار بھی ہو) اپنی تصنیف کا ماخذ قرار دیدے، تو اوسکو خود سوچنا چاہیئے کہ اوسکی تصنیف کی کیا حالت ہوگی؟ اور کسطرح وہ منزل مقصود تک کامیابی سے پہونچنے پر قادر ہوسکتا ہے۔؟

روایت و درایت ذی علم مصنف نے اسی تقریر کے سلسلہ مین یہ بھی قبول کیا ہے کہ "احادیث و سیر مین روایت کا پلہ ہمیشہ درایت سے بھاری رہا۔ اور درایت سے جسقدر کام لیا گیا نہ لیئے جانے کی برابر تھا۔"

ناقابلیتی مورخین مصنف سبب اوسکا یہ بیان کرتے ہین کہ "تاریخ مین جو واقعات مذکور ہوتے ہین اونکو مختلف فنون سے رابطہ ہوتا ہے۔ مثلاً لڑائی کے واقعات مین فن حرب سے، انتظامی امور قانون سے، اخلاقی تذکرے علم الاخلاق سے، تعلق رکھتے ہین۔ مورخ اگر ان تمام علوم کا ماہر ہو تو واقعات کو علمی حیثیت سے دیکھ سکتا ہے۔ انتظامی امور کے ذکر مین قانونی حیثیت کا اسوجہ سے پتہ نہیں لگتا کہ مورخین خود قانون دان نہ تھے۔ اگر خوش قسمتی سے تاریخ کا فن اُن لوگون کے ہاتھ مین ہوتا جو تاریخ کے ساتھ فن جنگ، اصول قانون، اصول سیاست، علم الاخلاق سے بھی آشنا ہوتے تو آج یہ فن کہان سے کہان تک پہونچا ہوتا۔"

افسوسناک حرکت ہے کہ ایسے ناقص مواد سے کہ جس کے سبب سے نہ روایت قابل اعتماد ہوسکتی ہے نہ درایت، ذی علم مصنف نے اپنی جدید تصنیف مین کیونکر استمداد کیا ہے؟

ذی علم مصنف جیسے لائق مورخ اور اہل تصانیف چاہتے ہین زمانہ

ویسے مؤرخ اور مصنف پیدا نہین کرسکتا تھا۔ ذی علم مصنف نے ویسے
لایق مورخ اور اہلِ تصانیف کے پیدا نہونے کی وجہ پر غور نہین کیا یا عمدًا
اوسکی علت ظاہر کرنے سے گریز کی ہے۔
وہ علت یہ ہی کہ بعد پیغمبرؐ خلافت مسلمانون کی اُن لوگون کے ہاتھ مین رہی کہ
خود وہ اُس قسم کے علوم سے آگاہ نہین تھے۔ اور اسی وجہ سے جن لوگون نے
کہ اونکا اتباع کیا اونمین ایسے لوگونکا کسی وقت بھی پیدا ہونا غیر ممکن تھا کہ جس قبیل
کی تلاش ذی علم مصنف کر رہے ہین۔ اگر خلافت مسلمانون کی علماے کاش اور

وجہ اصلی ناقابلیتی مؤرخین

ربّانی فلاسفرون کے (جنسے مراد حضرت علی مرتضیٰ
اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ ہے) ہاتھ مین رہتی، اور
زمانہ اون سے تعلیم و تربیت پاتا اور بذریعہ خلافت کے شیوع اور رواج اُن
علوم و فنون کا ہوتا، تو عمومًا ویسے ہی مؤرخ اور اہلِ تصانیف پیدا ہوتے جیسے
ذی علم مصنف چاہتے ہین۔ اور اُس حالت مین ذی علم مصنف کو گنجایش ایسی
تصنیف کی بھی باقی نہ رہتی۔ جبکا کئی سو برس کے بعد تاریکی کی حالت مین اونھون نے
قصد کیا ہے اور افسوس ہے کہ ظلمت مین بغیر اس کے کہ شمع روشن اونکے ہاتھ مین
ہو راہ چلے ہین۔ اور کچھ شبہ نہین ہی کہ ایسے مؤرخ اور اہل تصانیف کے عمومًا
پیدا نہ ہونے سے کہ جو فن جنگ، اصول قانون، اصول سیاست، علم الاخلاق
سے آشنا ہوتے مذہب اسلام کو بہت نقصان پہونچا۔ شروع سے ایسے
فلاسفر ربّانی کو جسکا دل و دماغ قدرت نے علم و حکمت کے لئے وضع کیا تھا خلافت
پیغمبری کے لئے قبول نرکھنا، اور ایسون کو خلیفہ منتخب کرنا جو تمام اوصاف خود
نہ رکھتے تھے، اور اُن اوصاف کے اُس فلاسفر ربّانی مین قایل تھے، درخت
اسلام کی بنیاد پر اپنے ہاتھ سے تیشہ مارنا ہی! اور درحال یہی امر باعث تنزل مسلمانونکا

ہوا ہے۔

بحث اعتبار صحت و عدم صحت روایات و جانچ کے طریقے

ذی علم مصنف اس امر کے قبول کرنے کے بعد کہ قدیم تاریخون مین تمام واقعات ضروری کور نہین ہوسکتے اور جسقدر ہوتے ہین اونمین اسباب و علل کا سلسلہ نہین ملتا" یہ امر بھی بحث طلب قرار دیتے ہین کہ "جو واقعات مذکور ہین خود اونکی صحت پر کہانتک اعتبار ہوسکتا ہے" اور اسکی نسبت یہ ظاہر کرتے ہین کہ " واقعات کی جانچ کے صرف دو طریقے ہین روایت و درایت" اوسپر ایک راے لکھی ہے۔

یہ سچ ہے کہ " مسلمانون نے روایت کے فن کو ایک مستقل فن بنا دیا اور ہر قسم کی روایتون مین سند متصل کی جستجو کی۔ لیکن ایسی روایتین بھی کہ جنمین سلسلہ سند متصل کا پایا گیا ہزارون احادیث اور روایتین اُن کتابون مین وضعی اور مصنوعی پائی گئی ہین۔ (جنکی نسبت بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اصلی ماخذ تصنیف ذی علم مصنف کا ہے) اور جن کے راویون کو کسی متلاشی نے ثقہ اور کسی نے غیر ثقہ کہا۔ ایسی حالت مین معیار صحت اور غیر صحت ہر ایک واقعہ کا ہر کسی مصنف کا اختیاری ہوگا کہ جس واقعہ کو چاہے قبول کرلے اور جس واقعہ کو چاہے غیر معتمد سمجھ لے۔

درایت و روایت کی حقیقت

درایت کے متعلق خود ذی علم مصنف یہ انصاف کرتے ہین کہ " اس فن کو جسقدر ترقی ہونی چاہیئے تھی نہین ہوئی اور تاریخ مین تو اس سے بالکل کام نہین لیا گیا۔" جب واقعات کی تنقید کے لئے جو روایات مین بیان ہوئے ہین درایت سے کام نہین لیا گیا اور بہ قول ابن خلدون کے جیسا کہ ذی علم

مصنف ظاہر کرتے ہین کہ "واقعہ کی تحقیق کے لئے پہلے راویون کی جرح و التعدیل سے بحث نہین کرنی چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہین، اور امکان سے امکان عقلی مراد نہین بلکہ اصول عادت، اور قواعد تمدن کی رو سے ممکن ہونا مراد ہے"۔ اگر کوئی واقعہ غیر صحیح ایسا بیان کیا جائے کہ جو اصول قواعد اور تمدن کی رو سے ناممکن نہو تو اوسکی صحت کا مدار ضرور راوی کی حالت پر ہوگا، جیساکہ ابن خلدون نے راوی کی جرح و التعدیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو ایسی حالت مین صحت کسی واقعہ کی تسلیم ہونا نہایت دشوار ہوگا۔

بعد وفات پیغمبر کے مسلمانون مین زمانہ نے تفرقہ اور اختلاف، جو آجتک قایم اور برقرار ہے۔ ایسا ڈالدیا ہے کہ کسی نہ کسی راوی کا کسی وجہ سے کسی کی طرفداری سے، کہ جو تابع خلافت کا رہا ہو، پاک ہونا اور رنگ آمیزی سے بری ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ صحت واقعہ کی قابل اطمینان کے اوسی حالت مین قبول کیجا سکتی ہے کہ جب مخالف اوسکا کہ جس کے فضل کا استنباط اوس واقعہ سے کیا جاے گواہی دے۔ " والفضل ما شہدت بہ الاعدا "

الفاروق کو نقائص قدیمہ سے بچانے کے لئے دیگر کتب متاخرین سے تلافی

ذی علم مصنف قدیم تاریخون کے نقص کو اپنی اس تصنیف مین پورا کرنے کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہین کہ۔ " اگرچہ جو کتابین حضرت عمر کے حالات مین مستقل حیثیت سے لکھی گئین اون مین ہر قسم کے ضروری واقعات نہین ملتے۔ لیکن اور قسم کی تصنیفون سے ایک حد تک اوسکی تلافی ہوسکتی ہے۔ مثلاً حضرت عمر کے طریق حکومت، اور آئین انتظام کے متعلق بہت سی باتین معلوم ہوسکتی ہین۔ صیغہ قضا کے متعلق اونکا طریق عمل

معلوم ہوتا ہے، اونکی اولیات کی تفصیل ہے، اونکے خطبے منقول ہین، اونکا شاعرانہ مذاق معلوم ہوتا ہے، اونکے حکیمانہ مقولے نقل کئے ہین۔ اونکے اخلاق و عادات کو تفصیل سے لکھا ہے، اونکی فقہ، اور اجتہاد پر مجتہدانہ طریقے سے بحث کی ہے۔"

یہ امور جن چند کتابون سے معلوم ہوسکتے ہین۔ ذی علم مصنف نے اُن چند کتابون کے نام لئے ہین۔ لیکن "ریاض النظرہ للمحب الطبری" کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ہے کہ۔" حضرت عمر کے حالات تفصیل سے ملتے ہین اور شاہ ولی اللہ صاحب نے "ازالۃ الخفا" مین اسی کتاب کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے لیکن اس مین نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتین مذکور ہین اس لئے مین نے دانستہ اوس سے احتراز کیا۔"

جب یہ امر قبول کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے حالات مین جو مستقل حیثیت سے کتابین لکھی گئین اور اونمین ہر قسم کے ضروری واقعات نہین ملتے"۔ اور وہ کتابین قدیم تصنیفات سے بھی نہین ہین تو دیگر کتابون تصنیفات متاخرین سے اُس تلافی پر جس سے حضرت عمر کے حالات کو ذی علم مصنف پورا کرنا چاہتے ہین کیسے طمانیت ہوسکتی ہے؟ خصوص جبکہ اون کتابون مین سے بعض کتابون کی نسبت قبول کیا جاتا ہے کہ۔" اونمین نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایات مذکور ہین" اور جس سے خود ذی علم مصنف نے دانستہ احتراز کیا ہے۔

• جن حالات حضرت عمر کی نسبت (مثل طریقۂ حکومت، اور آئین انتظام اور صیغۂ قضا، اور اونکی اولیات، خطبے، مذاق شاعرانہ، حکیمانہ مقولے اور اونکے اخلاق و عادات کی) ذی علم مصنف تلافی کرنا چاہتے ہین وہ

واقعات سے تعلق رکھتے ہین۔ اور اون واقعات کا بیان صرف راویون پر منحصر ہے۔ اور جسقدر کہ امور راویون نے بہ حیثیت واقعہ کے بیان کئے ہین۔ اوس مین اس بات کا نشان غیر ممکن ہی کہ حضرت عمر نے جو کچھ کیا اور کہا وہ اونکی ذاتی عقل کا نتیجہ تھا یا کسی دوسری جگہ سے اوسکا علم اوتھون نے حاصل کیا تھا۔ اور جب تک اُس نشان کا سراغ نہ چلے اوسوقت تک یہ بات کیونکر طے ہوسکتی ہے کہ حضرت عمر کی ذاتی فضیلت کا درجہ کہانتک ہے

واقعات کی تنقید چند اصول درایت سے

ذی علم مصنف نے اس قسم کی مشکلات پر نظر کرکے اور درایت کے بعض اصول کو بیان کرکے اون مشکلات سے اپنے آپ کو بچانا چاہا ہی جس سے منشا اونکا یہ ہے کہ واقعات کی تحقیق و تنقید درایت کے اصول سے ہوسکتی ہی۔ اور لوگون کو گمان ہو کہ ذی علم مصنف نے اونہین اصول کے بموجب واقعات کی تحقیق و تنقید کرلی ہے۔ لیکن جو اصول کہ مصنف نے ظاہر کئے ہین اوس سے تحقیق و تنقید واقعات حضرت عمر کی نہین ہوسکتی اور نہ وہ نتیجہ اوسپر مترتب ہوسکتا ہی جو ذی علم مصنف نے مرتب کرنا چاہا ہی۔

پہلا اصول درایت اور اوسپر بحث

پہلا اصول وہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ "واقعہ مذکورہ اصول عادت کی رُو سے ممکن ہی یا نہین؟" معلوم نہین ہوتا کہ اسمین اصول عادت سے شخصی عادت مراد ہے یا عام عادت انسانی۔ اگر عادت شخصی مراد ہے تو جب تک کہ کسی شخص کی کوئی عادت تحقیق نہ ہوجاے تب تک اوسکی عادت کا کوئی اصول مقرر نہین ہوسکتا۔ اور اصول عادت کی تحقیق کے لئے وہی دشواری پیش آئے گی کہ جو کسی واقعہ کی تحقیق و تنقید مین پیش آتی ہے۔

اور اگر عادت سے مراد عادتِ انسانی ہی تو گو بعض امور مین فطرتاً بشر مساوی عادت رکھتا ہے جسمین ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین ہوتی۔ لیکن جن امور مین کہ فضیلت ہوسکتی ہے اونمین قانون قدرت قلب اور دماغ جُدا گانہ، اور متفاوت درجہ کے وضع کرتا ہے اور کبھی کبھی کسی شخص مین ایسی قوت امور خیر اور اصلاح انسانون کی ودیعت کرتا ہی کہ جو اوس کے ہمعصر انسانون مین بلکہ زمانۂ آیندہ مین بھی اوس قوت کا دوسرا پیدا نہین ہوتا اور ایسے شخص سے ایسے امور سرزد ہوتے ہین جنکو ما فوق طاقت بشری کہا جاتا ہی۔ کبھی انسانون مین ایسے شخص بھی پیدا ہوتے ہین کہ خلاف امور خیر کے شرارت آمیز وغیرہ اونکا عادتاً ہوجاتا ہے۔ جس سے امور خیر کے پھیلانے والو کو سخت اذیت پہونچتی ہی اور وہ اونکے شر سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ مانگتے ہین۔

ایسی حالت مین کسی شخص خاص کی نسبت عام عادت انسانی سے کسی واقعہ کا انطباق فضیلت کے لئے کچھ مفید نہین ہوسکتا۔ شخص خاص کی عادت کا امتیاز اوسی حالت مین ہوسکتا ہی کہ جسقدر امور اوس سے سرزد ہون وہ کبھی اوس کے مخالف نہون جو اوس سے اوسی قسم کے امور مین قولاً اور فعلاً ہمیشہ سرزد ہوتے رہے ہون۔ لیکن جب شخص نے مختلف حالتون مین زندگی بسر کی ہو۔ مثلاً کبھی کفر و شرک مین کبھی اسلام مین، اوسکی نسبت کسی ایک عادت کا اطلاق نہین ہوسکے گا۔ اوسمین دونون زمانون کی عادتین موجود ہونگی اور اوسکی فضیلت کسی عام عادتِ بشری سے نکالی نہین جاسکے گی۔

دوسرا اصول درایت اور اوس کی حقیقت

دوسرا اصول یہ ظاہر کیا ہی کہ "اوس زمانہ مین لوگون کا میلان عام واقعہ کے مخالف تھا یا

موافق ؟ ۔"

جس طرز سے جب کوئی شخص خلیفہ یا بادشاہ مقرر ہو جائے اور اوسی طرز پر اوس کے جانشین خلیفہ اور بادشاہ مقرر ہوتے چلے جائین۔ تو کوئی واقعہ جو بعد زمانۂ دراز کے خلیفہ یا بادشاہ کی نسبت، اوس کے جانشینون کے عہد مین بیان کیا جائے تو ظاہر ہی کہ سطوت خلافت و بادشاہت کی وجہ سے عام مسلمان اِس واقعہ کی نسبت کہ جس سے کوئی فضیلت پیدا ہوتی ہو موافق ہوگا۔ گو دلون مین کچھ لوگ اُس واقعہ کے مخالف بھی ہون۔ چنانچہ خود ذی علم مصنف نے (صفحہ ۱۱ مین) قبول کیا ہی کہ۔" فرمانرواے دولت کی عظمت و اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی ہین اور لازمی اثر ہے کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت و جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آئے۔" اور صفحہ ۱۷ مین بھی یہ راے ظاہر کی ہے کہ۔" جسقدر تعصب آتا گیا اوسی قدر روایتین خود بخود تعصب کے سانچے مین ڈھلتی گئین ہین۔" خصوص جب تاریخی واقعات سے یہ امر بھی مسلم ہو کہ اونہین مسلمانون مین سے ایک گروہ مخالف اور مختلف راے رکھنے والا ہر زمانہ مین موجود رہا ہے، تو مسلمان عام کسی واقعہ کے متعلق موافق یا مخالف لوگونکا کس بنا پر قبول کیا جائے گا۔ ؟

تیسرا اصول درایت اور اوس کی حقیقت

تیسرا اصول ذی علم مصنف یہ بیان کرتے ہین کہ " واقعہ اگر کسی حد تک غیر معمولی ہے تو اوسی نسبت سے ثبوت کی شہادت قوی ہے یا نہین ؟"

یہ اصول نہایت تعجب انگیز ہی کہ جب واقعہ غیر معمولی ہے تو ثبوت کی شہادت کی قوت اور غیر قوت کیونکر دیکھی جاسکے گی۔

علامہ ابن خلدون کی راے بھی ذی علم مصنف نے صفحہ ۱۴ مین یہ نقل کی ہے کہ"

"واقعہ کی تحقیق کے لئے پہلے راویوں کی جرح اور تعدیل سے بحث نہین کرنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہی یا نہین - اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہے تو راوی کا عادل ہونا بیکار ہے"

اس راے کے بموجب جبکہ کوئی واقعہ غیر معمولی قرار پا جاے تو پھر شہادت کا دیکھنا بیکار ہے کہ وہ قوی ہے یا نہین ؟

چوتھا اصول درایت چوتھا اصول یہ قرار دیتے ہین کہ "اس امر کی تفتیش کہ راوی جس چیز کو واقعہ ظاہر کرتا ہے اوسمین اوس کے قیاس اور راے کا کسقدر حصّہ شامل ہے" تفتیش اس امر کی کہ روایت مین راوی کے قیاس اور راے کا کسقدر حصّہ شامل ہے ؟" ایک امر عظیم ہے -

روایت مین جس چیز کو واقعہ ظاہر کیا گیا ہے - پہلے تو یہ امر دیکھا جائیگا کہ اسکا محل اور موقع کیا تھا ؟ اور پھر دیکھا جاے گا کہ اس روایت مین ایسی نوعیت ہے یا نہین جس سے ظن و قیاس راوی کا متبادر ہوتا ہو ؟ ان امور کی نسبت بھی ہر شخص کی راے مین اختلاف ہوسکتا ہے - اور پھر اس امر مین ضرور اختلاف ہوگا کہ اس روایت مین راوی کے قیاس اور راے کا کسقدر حصہ شامل ہے یا نہین ؟

پانچوان اصول درایت پانچوان امر اصول کا یہ ظاہر کیا گیا ہی کہ "راوی نے واقعہ کو جس صورت مین ظاہر کیا وہ واقعہ کی پوری تصویر ہے یا اس امر کا احتمال ہی کہ راوی اوس کے ہر پہلو پر نظر نہین ڈال سکا اور واقعہ کی تمام خصوصیتین نظر مین نہ آسکین ؟"

اس اصل کے قرار دینے مین یہ چاہا جاتا ہی کہ راوی عالم، مجتہد، اور ادیب ہو بلکہ مصور بھی ہو تو بہتر ہے - ایسے راوی عموما نہین مل سکین گے اور اگر

اور اگر ملین گے تو نہایت خاص جو ہر زمانہ مین ایک دو سے زیادہ نہونگے اور یہ ضرور نہین ہوگا کہ ہر واقعہ کے وقت وہ خاص الخاص موجود ہو۔

حقیقت مین راوی کا صرف کام یہ ہے کہ وہ سچّا واقعہ سادے طور پر بیان کرے اور اگر راوی ایسا ہو کہ ہر پہلو پر واقعہ کے نظر ڈالنے والا ہے تو ضرور ہے کہ روایت مین راوی کا منشا، یا قیاس شامل ہوگا۔ جسکے دُور کرنے کے لئے ذی علم مصنف نے اصل چارم قرار دی ہے۔

تعجب ہے کہ اصل چارم کے بموجب روایت۔ قیاس۔ اور رائے شامل ہونے کے سبب سے خراب سمجھی جائے۔ اور اصل پنجم کے بموجب راوی کے منشار اور رائے کے شامل نہونے سے روایت ناقص رہے۔!

چھٹے اصول درایت کی حقیقت

چھٹا امر یہ قرار دیا ہے کہ " اسباب کا اندازہ کہ زمانہ کے امتداد اور مختلف راویون کے طریقہ ادائے روایت مین کیا کیا اور کس کس قسم کے تغیرات پیدا کردئے ہین۔"

جیسے کہ امور بالا مین تنقید اور تحقیق روایت کی تحقیق اور تنقید کرنے والے کی رائے اور قیاس اور اوس کے اجتہاد پر محدود ہے ویسے ہی اس امر ششم مین بھی اندازہ کرنے والے کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہوگا۔ اور جب ان تمام امور مین جو اصولاً ظاہر کئے گئے ہین تحقیق اور تنقید کرنے والے کی رائے پر محدود رکھا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ جیسی طبایع انسانون کی مختلف ہین ویسے ہی تحقیق اور تنقید کرنے والون کے اندازہ کرنے مین اختلاف اور غلطی ہوگی۔

ذی علم مصنف نے کوئی ایسا اصول نہ بتایا کہ جس سے کسی تحقیق او تنقید اور اندازہ کرنے والے کی رائے صحیح بلا خطا قبول کیجاسکے۔

عدم انکار اصول مظہرہ کی حقیقت

ذی علم مصنف اپنے اصول مظہرہ کی نسبت یہ ظاہر کرتے
ہین کہ "ان اصول کی صحت سے کوئی انکار نہین کر سکتا"
افسوس ہے کہ مصنف نے عدم انکار کو بہت وسعت
دی اور وہ بھول گئے کہ یہ زمانہ تدوین فلسفہ (علم حکمت) اور اوس کے عالمون کا
ہے۔ اس زمانہ مین تو یہ کہنا روا ہو سکتا ہے کہ کسی اصول کا قرار دینا مشکل ہے
اور اپنے اصول مظہرہ کی نسبت اس بات کا قائل ہونا چاہیئے تھا کہ اونکے
بہت حصون مین سے کوئی شخص اون سے انکار نہین کر سکتا۔
یہ بات کہ "ان اصولون کے ذریعہ سے بہت سے مخفی راز معلوم
ہو سکتے ہین" تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ جب یہ کہا جاے کہ ہر شخص اپنی راے
اور قیاس کے موافق کچھہ راز کھول سکتا ہے۔
ذی علم مصنف راز کے معلوم ہونے کی یہ مثال دیتے ہین کہ "تاریخون

غیر قومون کی نسبت سختی احکام اور اونکی وجوہ

متداول مین غیر قومون کی نسبت حضرت عمر کے
سخت احکام مرقوم ہین۔ لیکن یہ اوس زمانہ
کی تصنیف ہین جب اسلامی گروہ مین تعصب کا
مذاق پیدا ہو گیا تھا اور قدیم زمانہ کی تصنیفات مین اس قسم کے واقعات بالکل
نہین یا بہت کم ہین" اونکی نسبت ذی علم مصنف نے یہ خیال کیا ہے کہ
"جسقدر تعصب آتا گیا اوسیقدر روایتین خود بخود تصنیف کے سانچے مین ڈھلتی
گئی ہین" لیکن مقابلہ قیاس مصنف کے دوسری راے صاف و صریح یہ ہو سکتی
ہے کہ تاریخون متداول مین جو ایسے واقعات مذکور ہین جو قدیم تصانیف مین
بالکل نہین ہین وہ واقعات قطعی وضعی اور مصنوعی ہین اور جو بات کم تھی کو زیادہ کیا
ہے وہ صنعت آمیز ہے جس سے مصنفون اور متعصبون کی اونکی قلعی کھلتی ہے اور

یہ بھی راے ہو سکتی ہی کہ قدیم مصنفون نے جنھون نے واقعات حضرت عمر کے بالکل نہین لکھے یا کم لکھے اونھون نے حضرت عمر پر جو الزام عائد ہو سکتا تھا اوس کو طرفداری سے بذریعہ اپنی کارستانی کے چھپایا۔ مگر ذی علم مصنف نے جب اصول مطہرہ ایسے لکھے ہین کہ جس سے ہر تحقیق اور تنقید کرنے والون کا امر اختیاری ہے تو جو راے کہ ذی علم مصنف نے اس موقع پر دی وہ اونکی اختیاری ہے۔

عیسائیونکو ممانعت ناقوس

ذی علم مصنف نے اپنی مثال کا ایک جزیہ یہ بیان کیا ہے کہ "تمام تاریخون مین مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ عیسائی کسی وقت اور کبھی ناقوس نہ بجانے پائین لیکن قدیم کتابون کی روایت مین یہ قید ہے کہ جسوقت مسلمان نماز پڑھتے ہون اوسوقت عیسائی ناقوس نہ بجائین"

قدیم روایت مین جو قید لگائی گئی ہی اوس قید سے کوئی فرق نتیجہ حکم مین پیدا نہین ہوتا۔ مسلمانون کے ہان نماز کے وقت معین ہین اور وقت نماز ایک حد معیّن تک کہ جسمین ابتدا اور انتہا زمانہ شامل ہی قرار دیا گیا ہے اور عیسائیون کے ہان بھی عبادت کے وقت ناقوس بجانے کے لئے اوقات خاص معیّن تھے مثلاً صبح و شام، اور غیر اپنے اوقات معینّہ کے وہ ناقوس نہین بجاتے تھے۔ اور وقت نماز صبح و شام، مسلمانون کے واسطے بھی معیّن تھا۔ تو صبح و شام عیسائی ناقوس نہین بجا سکتے تھے اور غیر وقتِ نماز مسلمانون مین عیسائیون کو ناقوس بجانے کا وقت نہین رہتا تھا کہ وہ وقت اونکی عبادت کا نہین ہوتا تھا جیسے کہ مسلمان غیر وقت نماز نہین پڑھ سکتے ہین۔

حضرت عمر کو چاہیئے تھا کہ وقت نماز مسلمانون کے بھی عیسائیون کو ناقوس کی

ممانعت نہ کرتے کہ جو اونکے یہان داخلِ عبادت ہی اور جس سے عیسائیون اور مسلمانون کا یہ معمول ہوتا کہ عیسائی اپنے معبد گاہون مین اپنے خدا کی اور مسلمان اپنی مسجدون مین اپنے خدا کی پرستش کرتے - اور " لکم دینکم ولی دین " پر ٹھیک عمل ہوتا -

وجہ ممانعت ناقوس

حضرت عمر نے جو یہ حکم دیا کہ مسلمانون کی نماز کے وقت عیسائی ناقوس نہ بجائین " اوسکی وجہ بھی ذی علم مصنف کو بتانی تھی تاکہ حضرت عمر پر جو الزام کسی قسم کا عائد ہوتا ہے وہ دُور ہو یا اوس مین خفّت آجاے -

ہم جہانتک غور کرتے ہین غالبًا وہ حکم اس بنا پر تھا کہ ناقوس کی آواز سے حضرت عمر کی توجہ مین وقت نماز فرق آتا تھا - لیکن اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نماز محویت کے ساتھ نہوتی تھی جو باہر کی ہر قسم کی آواز سے توجہ نماز مین فرق پڑتا تھا -

عیسائی بچون کو اصطباغ کی مناہی

دوسرا جزئیہ مصنف یہ ظاہر کرتے ہین کہ "

ابن الاثیر وغیرہ نے لکھا ہی کہ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ قبیلہ تغلب کے عیسائی اپنے بچّون کو اصطباغ نہ دینے پائین - لیکن یہی روایت تاریخ طبری مین ان الفاظ سے مذکور ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے ہون اونکے بچون کو زبردستی اصطباغ نہ دیا جاے "

طبری نے جنکو مصنف قدما مین شامل کرتے ہین سنہ ۳۱۰ھ مین وفات پائی ہے اور ابن اثیر پانچوین صدی مین تھا - اگرچہ یہی روایت دونون تاریخون مین ایک ہی سلسلہ راویون سے ہے تو راویون کی قدح کسی درجہ مین خود بخود پیدا ہوگی اور اگر راویون کا سلسلہ جدا گانہ ہی اور طبری مین بھی روایتین تین سو برس

بعد زمانہ حضرت عمر سے جمع ہوئی ہین تو کوئی وجہ نہین کہ طبری کی روایت کو صحیح قبول کیا جاے اور ابن اثیر کی روایت کو غیر صحیح ٹھیرا جائے کہ جس کی قبولیت عام کو ذی علم مصنف تسلیم کرتے ہین اور بحوالہ ابن خلکان اوس کو خیار التواریخ قبول کر چکے ہین (صفحہ ۹ کتاب ہذا)

یہ ممکن ہے کہ طبری نے الزام سختی حکم سے حضرت عمر کو بچانے کے لیے کوشش کی اور ابن اثیر نے اصلی حکم لکھدیا۔ اور اگر دونون روایتون کو صحیح مانا جاے تو اختلاف دونون کا یون رفع ہوسکتا ہے کہ اول حضرت عمر نے وہی حکم دیا جو طبری مین مرقوم ہے اور جب اوسکی تعمیل کے وقت کوئی نزاع یا بحث پیش آئی ہو تو اونھون نے قطعی حکم دیدیا تاکہ عیسائی اپنے بچون کو اصطباغ نہ دے سکین۔ جیسا کہ ابن اثیر وغیرہ مین ہے۔

عیسائیون کو خاص لباس کا حکم

ذی علم مصنف ایک مثال یہ دیتے ہین کہ "بہت سی تاریخون مین یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر نے تحقیر اور تذلیل کے لیے عیسائیون کو ایک خاص لباس پہننے کے لیے مجبور کیا تہا لیکن زیادہ تدقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صرف اسقدر ہے کہ حضرت عمر نے عیسائیون کو ایک خاص لباس اختیار کرنے کی ہدایت کی تہی تحقیر کا خیال راوی کا قیاس ہے"

تحقیر کا خیال راوی کا قیاس اوسوقت سمجہا جاسکتا ہے جب روایت مین کوئی دوسرا انشا حضرت عمر کا عیسائیون کے لیے لباس خاص کا موجود ہو یا استنباط ہوسکتا ہو۔ ذی علم مصنف اس بحث کو آئندہ لکھنے والے ہین اوسی مقام پر ہم بھی دیکھین گے کہ کیا زیادہ تدقیق کی گئی ہے۔

ان جن روایتون مین سختی اور شدت مزاجی حضرت عمر کی مذکور ہے جس کو

اجمالی راے بابت کمی سختی و درشتی حضرت عمر

ذی علم مصنف نرم کرتے ہین۔ یہ قیاس مصنف کا خلاف عادت حضرت عمر کے ہے۔
ذی علم مصنف (صفحۂ ۲۰ مین قبول کرتے ہین کہ " حضرت عمر کی سخت مزاجی اور سخت گیری کی نسبت سیکڑون روایتین مذکور ہین اور بے شبہ اور صحابہ کی نسبت یہ اوصاف اونمین زیادہ تھے " ایسی حالت مین سخت مزاجی اور سخت گیری حضرت عمر کا وصف کم کرنا ذی علم مصنف کا مقبول نہین ہوسکتا۔ اور نہ اونکا قیاس قبول کیا جا سکتا ہے کہ جو اونھون نے خلاف عادت وصفی حضرت عمر کے اون روایتون کو نامنظور کیا ہے جنمین سخت گیری حضرت عمر کی منقول ہوئی ہے۔

ہم اس کہنے سے باز نہین رہ سکتے کہ ذی علم مصنف قدیم مؤرخون کی نسبت یہ نکتہ چینی کر چکے ہین کہ شاہی عظمت و وقار کے خلاف وہ کچھ نہین لکھ سکتے تھے اور سیرۃ النعمان مین بھی ذی علم مصنف نے اوسی قسم کا الزام خود اپنے امام اور مجتہد حضرت ابوحنیفہ صاحب پر بہت فخر سے لگایا ہے کہ اونکا مذہب اصول سلطنت سے بہت مناسبت رکھتا ہے " لیکن اس موقع پر اس اپنی نکتہ چینی کا ذی علم مصنف نے جو ثبت قدیم مورخون پر کی ہے خود اپنے آپ کو مورد بنایا ہے باوصف اس کے کہ ہیبت و دبدبہ کا دکھانا حضرت عمر کا الفاروق کی جان ہے جسکا بار بار دعوے کیا گیا ہے۔ ذی علم مصنف نے وہ پالیسی اختیار کی جو قدیم مورخون نے شاہی عظمت و وقار کے خلاف کچھ نہ لکھ سکنے کی اختیار کی تھی۔ حضرت عمر کی سخت مزاجی و سخت گیری کو جو عیسائیون کی نسبت ظاہر ہوئی ہے۔ ہندوستان مین گورنمنٹ برطانیہ کی سلطنت کے لحاظ سے نرمی سے دکھانا پسند کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیالات حضرت عمر کی طرف اچھے ہونگے عیسائیون پر

اونکی درشتی مزاج اور سخت گیری دکھانے سے مجتنب ہوئے ہین جسپر گورنمنٹ
برطانیہ سے ذی علم مصنف خطاب شمس العلما پاچکے ہین - اس موقع پر ذی علم
مصنف کی اس پالیسی کو مسلمان خوشامد کے سوا کچھ اور نہین سمجھ سکتے اور گورنمنٹ
بھی ایسا ہی سمجھے تو تعجب نہین -

ذی علم مصنف ایک مثال اُن روایتون کی جنکی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ تاریخی

تاریخی روایات قضیہ فدک قرطاس سقیفہ مین اشتعال کمی الفاظ کا

ہونے کے ساتھ مذہبی حیثیت بھی رکھتی ہین " یون پیش کرتے ہین کہ " انہین جسقدر تنقید ہوتی گئی اوسی قدر مشتبہ باتین کم ہوتی گئین فدک، قرطاس، سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات
ابن عساکر، ابن سعد، بیہقی، مسلم، اور بخاری، سب نے نقل کیے ہین لیکن
جسقدر ان بزرگون کے اصول اور شدت احتیاط مین فرق مراتب ہے اوسی نسبت سے
روایتون مین مشتبہ اور نزاع انگیز الفاظ کم ہوتے گئے ہین یہانتک کہ خود مسلم
اور بخاری مین فرق مراتب کا یہ اثر موجود ہے - چنانچہ اسکا بیان ایک مناسب موقع پر
تفصیل سے آئے گا - "

مسلمانون مین جسقدر روایتین مذکور ہین جنکا تعلق خواہ مخواہ کسی واقعہ سے ہوگا
اون سب کی شان مذہبی حیثیت کی ہوگی - اس لئے کہ مذہب اسلام مین دین اور
دنیا دو چیزین جُدا جُدا نہین ہین -

جن امور کو لوگ بظاہر دنیاوی سمجھتے ہین وہ بھی درحقیقت دین ہی - مذہب
اسلام اصول تمدن، انتظام تمدن، سیاست مدن، سب کو شامل ہے -

فدک، قرطاس، سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات کی نسبت جہان تفصیل سے
لکھین گے وہان ہم بھی اوس کو دیکھین گے - مگر اس موقع پر یہ امر ظاہر ہوگیا کہ ان

واقعات کے متعلق ان واقعات کے جمع کرنیوالے نزاع انگیز الفاظ کم کرتے گئے اور اونکی طرفداری نے جس کو ذی علم مصنف احتیاط اونکی قرار دیتے ہین روایتون کو مشتبہ سمجھ لیا۔

اس موقع پر ذی علم مصنف جسقدر کسی نے تحریف کی ہے اوس کو سراہتے ہین اور دوسرے موقعہ پر (صفحہ۹ مین) متاخرین مورخین کی نسبت الزام لگاتے ہین کہ "متاخرین نے قدما کی کتابون کا جو اختصار کیا اسطرح کیا کہ جہان جو بات چھوڑ دی وہی اوس تمام واقعہ کی روح تھی" اہل نظر ذی علم مصنف کی خود اختیاری طریقہ پر غور کرینگے اور ضرور سمجھینگے کہ اپنی اس تصنیف کے لئے وہ یکسوئی کو کام مین لاے ہین۔

اصول مقررہ پر واقعات کی صحت اور اوس کے مدارج کی مثال	ذی علم مصنف اپنے اصول مظہرہ کی رو سے واقعات کی صحت و اعتبار کے مدارج قرار دینا چاہتے ہین اور اوسکی مثال یہ دیتے ہین۔ کہ "حضرت عمر کی خلافت کے واقعات سو برس کے

بعد تحریر مین آئے اس بنا پر یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ معرکون اور لڑائیون کی نہایت جزی تفصیلین۔ مثلاً صف آرائی کی کیفیت، فریقین کے سوال و جواب، ایک ایک بہادر کی معرکہ آرائی، پہلوانون کے داؤن پیچ، اس قسم کی جزئیات کی تفصیل کا یہ رتبہ یقین تک نہین پہونچ سکتا۔ لیکن انتظامی امور اور قواعد حکومت، چونکہ یہ ایک محسوس صورت مین موجود رہے اس لئے اونکی نسبت جو واقعات منقول ہین وہ بے شبہ یقین کے لایق ہین۔"

مثال کی حقیقت جنگ کے تفصیلی حالات	جنگ کے تفصیلی حالات اور جزئیات جنکا تعلق واقعات سے ہے اور جو روایتون مین مذکور ہوتے ہین اونکی

تحقیق اور تنقید کرنے کے بعد ضرور مرتبہ یقین کا رکھ سکتے ہین۔ جیسے کہ کسی کی سیرت اور خصلات پر، اور اسی قسم کے دیگر امور پر، جو کسی کی سوانح عمری سے متعلق ہون، جو واقعات سے پیدا ہوتی ہے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت عمر کے ایسے تفصیلی حالات، اور جزئیات جنگ نہ عہد پیغمبر مین مذکور ہین اور نہ خود اونکے عہد خلافت مین، کیونکہ ذاتی حیثیت سے اونکو ایسے واقعات پیش ہی نہین آئے اور اگر عہد پیغمبر مین پیش آئے تو بہت کم۔ اور اون مین بھی اونکو کامیابی نہین ہوتی۔ بلکہ اونھون نے معرکہ کی جنگون مین، اپنی حفاظت میدانِ جنگ سے بھاگ جانے اور جان بچا کر ہٹ لینے سے اختیار کی ہے۔ ورنہ کوئی ہمکو بتائے کہ جب اونکی خلافت کے واقعات سو برس کے بعد تحریر مین آئے اور دیگر بہادرون کے حالات شجاعت اور معرکہ آرائی معہ جزئی تفصیل کے قلمبند ہوئے تو حضرت عمر کے معرکون کے واقعات اور اسکی جزئی تفصیلین کیون نہ قلمبند ہوئین۔ ؟

ذی علم مصنف نے اسی عام رسے تفصیلی، اور جزئیات جنگون پر، رتبہ یقین نہ ہو سکنے کی، اس خیال سے ظاہر کی ہے کہ علی مرتضی اور دیگر انصار و مہاجر کے ایسے تفصیلی حالات اور جزئی واقعات منقول ہین اور جنپر مسلمان یقین کرتے ہین، اوسکے درجہ یقین مین کمی ہو جاوے اور بمقابلہ حضرت عمر کے اونکی فضیلت گھٹ کر درجہ مساوات مین آجاوے۔

انتظامی امور اور قواعد حکومت کی حقیقت

انتظامی امور اور قواعد حکومت گو وہ مدت تک محسوس صورت مین موجود رہتے ہین بے شبہ یقین کے لایق ہوتے ہین، مگر مدار اونکا بھی روایات پر ہوتا ہے۔ مگر انتظامی امور اور قواعد حکومت پر یقین کرنے سے کسی کا وصف ذاتی اوسوقت قبول ہوتا ہے کہ جب یہ امر مسلم ہو جاوے کہ وہ انتظامی امور اور قواعد

حکومت ایجاد طبع اور اپنی عقل سے پیدا کئے ہوئے اوس شخص کے تھے کہ جس نے اونکو عملاً نافذ کیا۔ اگر وہ دوسری جگہ سے حاصل کئے ہوئے ہوتے یا اونکا علم کسی دوسرے شخص سے حاصل کیا تھا تو وہ فضیلت اوسی کو حاصل ہوگی کہ جہان سے اُسکو سیکھا اور جہان سے اوسکا علم حاصل کیا۔

مثلاً قرآن پر عمل کرانے سے یہ لازم نہین آ سکتا کہ قرآن اوس عمل کرانے والے کی تصنیف ہے نہ عمل کرانے والے کے لیے وصف تصنیف قرآن کا پیدا ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر کے خطبون اور حکمت آمیز مقولون کی نسبت اجمالی راے

خطبے اور حکمت آمیز مقولے جو منقول ہوتے ہین اونکی نسبت یہ قیاس بیشک ہو سکتا ہے جیسا کہ ذی علم مصنف کرتے ہین کہ یہ جو فقرے زیادہ پُراثر فصیح و بلیغ ہوتے ہین وہ ضرور صحیح ہوتے ہین کہ ایک فصیح مقرر کے فقرے ضرور مشہور ہو جاتے ہین۔ اور اونکا مدت تک چرچا رہتا ہے جنہین کوئی نامور [illegible] بات اثر ہوتا ہے اسی طرح خطبون کے وہ جملے ضرور قابل اعتماد [illegible] جو کلام مشہور ہے کا [illegible] اس قسم کی باتون کو لوگ خود کیا حیثیت [illegible]۔

لیکن اس قیاس سے [illegible] ثابت ہو سکتا ہے [illegible] کہ وہ خطبے اور حکمت آمیز مقولے اور جملہ احکام شرعیہ کی فقیہانہ حیثیت سے جس کسی کی نسبت منسوب اور کتابون مین منقول ہو گئے ہین اسی شخص کی زبان سے نکلے ہین اکثر ایسا ہوا ہے جس کا نشان [illegible] حالت زمانہ قدیم کتابون مین [illegible] کہ کسی کی لیاقت اور علم جتانے کے لئے اوس کے موئدون نے اپنے کاموں اور اوسکو زینت دی ہے اور اپنے کلامون کو اوسکی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ذہبی علم مصنف نے مذہب اسلام کے قدیم اور متاخرین مورخون کے ذکر کرتے وقت روایتون کی بحث مین اس قسم کی رنگ آمیزیون کو خود قبول کیا ہے کہ " اس قسم کی روایتین عموماً گرمی محفل کا سبب ہوتی ہین اور عوام اونکو نہایت ذوق سے سنتے تھے اس لئے اونمین خود بخود مبالغہ کا رنگ آتا گیا ہے (صفحہ ۲۰)" اور

شخصی سلطنت کا رواج یہانتک قبول کرلیا ہے کہ " فرمانروائے وقت کی عظمت اور اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی تھین اسکا لازمی اثر تھا کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت و جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آنے پائے"

یہ ظاہر ہے کہ خطبون اور حکمت آمیز مقولون اور زیادہ پُراثر اور فصیح و بلیغ فقرون اور احکام شرعیہ کے جملون کو تصنیف کرکے حضرت عمر کی طرف منسوب کرنے سے زیادہ کوئی بات اونکی عظمت و جلال کے قایم کرنے کے لئے نہین ہوسکتی تھی۔

خطبے' اور حکمت آمیز مقولے' اور زیادہ پُراثر اور فصیح و بلیغ فقرے' اور احکام شرعیہ کے جملے' جس کسی کی طرف منسوب کیے جائین اوسکی زبان سے صادر ہونے پر اوسیوقت یقین ہوسکتا ہے کہ جس کی نسبت زمانہ نے یہ تسلیم کرلیا ہو کہ اوس سے زیادہ کوئی عالم' خطیب' حکیم' فصیح و بلیغ' اور فقیہ اوس عہد مین نہ تھا۔ اور ایسا عہد پیغمبر اور ہم عصری علی مرتضیٰ مین حضرت عمر کا قبول کیا جانا بہت دشوار ہے۔"

انتظامی واقعات قدیمہ مین مصنف کی زیادتی

یہ قیاس ذہبی علم مصنف کا کہ " جو واقعات اوس زمانہ کے مذاق کے لحاظ سے چنداں قابل ذکر نہ تھے اور اونکا ذکر آجاتا ہی اونکی نسبت سمجھنا چاہیئے کہ اصل واقعہ

اس سے زیادہ ہوگا " قابل ستایش کے ہے جسمین مورخین کی یہ خطا ثابت ہوتی ہے کہ اونھون نے اصل واقعہ کے لکھنے مین کمی کی - اور متاخرین کو یہ موقع ملتا ہی کہ اپنے مذاق کے موافق جس واقعہ مین چاہے جسقدر افزونی کردے -

اس قیاس کے موقع کے لئے ذی علم مصنّف نے یہ مثال دی ہی کہ -

"حضرت عمر کے عمال مین انتظامی امور، عدالت، پولیس، بندوبست، مردم شماری کے متعلق جسقدر قلمبند ہوا اوس سے بہت زیادہ چھوڑ دیا گیا ہے -"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے معلوم ہوتا ہی کہ اپنے اسی قیاس کی رو سے انہین امور مین اپنی اس تصنیف مین بڑھایا ہے - جس سے بنیاد اس تصنیف کے خلاف واقعہ محض اونکے قیاس پر لازم آتی ہی جیساکہ وہ خود معترف ہین کہ "مین نے واقعات مین اسباب و علل کے سلسلہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہی اور"

قیاسی قدح بعض کتب کی حقیقت

زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ اپنے یہان کے مورخین کی نسبت یہ کہہ کر کہ " رزم و بزم، معرکہ آرائیون، اور رنگینیون کے عادی تھے حلیۃ الاولیا، ابن عساکر، کنز العمال، ریاض النضرہ، وغیرہ مین جو روایتین مذکور ہین عموماً گرمی محفل کا سبب ہوتی تھین کہ عوام اونکو نہایت ذوق سے سنتے تھے خود بخود مبالغہ کا رنگ آتا گیا" نظر انداز کرین اور ان مصنفین کی روایتون مین تو رنگ آمیزیون کو ناپسند کرین - اور جہان کہین کہ مورخین نے سادہ واقعہ بیان کیا ہے اوس کو یہ کہکر کہ " اسمین کمی ہے " خود رنگ چڑھانا پسند کرین - زمانہ نے تو اس مثل کو یون قبول کیا تھا کہ " انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند " مگر ذی علم مصنف نے بجاے اسکے یہ عمل کرنا

چاہتے ہین ۔" انچہ بر دیگران نہ پسندی بر خود بہ پسندد"

ہمیشہ سے اصول یہ چلا آتا ہے کہ جو کوئی واقعہ مذکور ہو اوس واقعہ کی صحت کو جانچا جاے اور بعد صحت کے اُس واقعہ سے یہ سمجھا جاے کہ جسقدر اوس واقعہ مین مذکور ہے اوسی قدر قابل تسلیم ہو سکتا ہی مگر ذی علم مصنف اس اصول قدیم کے خلاف یہ قاعدہ قرار دینا چاہتے ہین کہ جو واقعہ کسی روایت مین مذکور ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کم ہی۔ اگر یہ اصول قرار دیا جاے تو اُس سے یہ بھی لازم آئیگا کہ اگر حضرت عمر کی قدح کسی واقعہ مین مذکور ہی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کمی کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

حالی کا طرز تحریر

ذی علم مصنف نے اس زمانہ کے مورخین کی طرز تحریر کو بیان کر کے جو طریقہ اپنی اس تصنیف مین انھون نے اختیار کیا ہی اوسکو ظاہر کرتے ہین اور آجکل کی اعلیٰ درجہ کی تاریخین جنھون نے قبولیت عام حاصل کی ہی اونکا فلسفہ اور انشا پردازی سے وابستہ ہونا بیان کر کے قبول کرتے ہین کہ "اس طرز سے بڑھکر اور طرز مقبول عام نہین ہو سکتا"

پھر یہ ظاہر کرتے ہین کہ "تاریخ اور انشا پردازی کی حدین بالکل جدا جدا ہین" اور ان دونون کا فرق نقشہ اور تصویر کے فرق کے مشابہ بتاتے ہین اسطرح پر کہ۔

تاریخ اور انشا پردازی کی حدود اور فرق

نقشہ کھینچنے والے کا یہ کام ہی کہ کسی حصہ زمین کی ہیئت، شکل، سمت، جہت، اطراف و اضلاع کا نقشہ مین احاطہ کرے۔ مصور خاص اجزا بگی کو دکھلائیگا۔ جس سے انسان کی قوت منفعلہ پر اثر پڑ سکتا ہی اسکے بعد مصنف [illegible] بات کو قبول کرتے ہین کہ "مورخ کا اصلی غرض یہ ہی کہ

یوروپین مورخ کی تعریف

وہ سادہ واقعہ نگاری کی حد سے تجاوز کرنے پاسے" اور یورپ کے ایک بڑے مورخ کی تعریف جو ایک پروفیسر نے کی ہے یون نقل کرتے ہین کہ "اوس نے شاعری سے کام نہین لیا۔ نہ وہ ملک کا ہمدرد بنا نہ مذہب اور قوم کا طرفدار رہا۔ کسی واقعہ کے بیان کرنے مین مطلق پتہ نہین لگتا کہ ان باتون سے خوش ہوتا ہے اور اوسکا ذاتی اعتقاد کیا ہے۔"

سچ یہ ہے کہ مورخ کی ایسی ہی شان ہونی چاہیئے کہ وہ واقعات کو اونکی حالت پر چھوڑ دے تاکہ خود ناظرین اوس واقعہ پر حسن و قبح کا نتیجہ نکالین۔ اور اپنی عقل و دانش کو وسعت ادراک سے فائدہ پہونچائین۔ اور آزادی رائے کو کام مین لاکر کسی ایسی رائے کی تقلید نہ کر سکین کہ جس سے بہ خطا ہونے کا بھی احتمال ہو۔ یا ناظرین مین سے مختلف رائین قایم کرنے اختلاف سے جو فائدہ ہوتا ہے اوس سے محروم نہ رہین۔

ذی علم مصنف نے جس بڑے مورخ یورپ کی تعریف لکھی ہے اوس کے

الفاروق کے واقعات مین مصنف کا اجتہاد اور قیاس

طریقے سے اپنی تصنیف مین تجاوز کیا ہے گو اولاً یہ کہتے ہین کہ "اگرچہ مین نے واقعات مین اسباب و علل کے سلسلے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس باب مین یورپ کی بے اعتدالی سے احتراز کیا ہے" مگر یہ بھی قبول کرتے ہین کہ "اسباب و علل کے پیدا کرنے کے لیے اکثر جگہ قیاس سے کام لینا پڑا ہے کہ مورخ کو اجتہاد اور قیاس سے چارہ نہین"

اس سے ظاہر ہے کہ قابل تعریف شان مورخ سے ذی علم مصنف نے

میدانِ واقعات سے قدم آگے بڑھاکر اور کچھ باہر سے لینے کے لئے اپنا ہاتھ اوٹھایا ہے اور اس مشکل مین خود اونھون نے اپنے آپ کو پھنسایا ہے کہ ایسے مورخ کی کہ جس کو اجتہاد اور قیاس سے چارہ نہین' اجتہاد اور قیاس کی جانچ لوگون کے ہاتھ مین رہے کہ وہ اجتہاد اور قیاس کیونکر اور کہانتک صحیح ہے۔

اگرچہ اس مشکل سے اپنے آپ کو ذی علم مصنف پھسلاکر نکال لیجانے کے لئے یہ کہتے ہین کہ "مورخ کا لازمی فرض ہے کہ وہ قیاس اور اجتہاد کو واقعہ مین اسقدر مخلوط نکر دے کہ کوئی شخص دونون کو الگ کرنا چاہے تو نہ کرسکے۔"

اور اسی کے ساتھ اہل یورپ کا عام طرز کہ جنکی بے اعتدالی سے اپنا احتراز کرنا ظاہر کرچکے ہین یہ بیان کرتے ہین کہ "وہ واقعہ کو' اپنے اجتہاد کے موافق کرنے کے لئے' ایسی ترتیب اور انداز سے لکھتے ہین کہ واقعہ بالکل اونکے اجتہاد کے قالب مین ڈھل جاتا ہی اور کوئی شخص اجتہاد اور قیاس کو واقعہ سے الگ نہین کرسکتا۔"

یورپ کے عام طرز تحریر سے مصنف کے بچاؤ کا دعوی

نتیجہ یہ ہے کہ ذی علم مصنف نے باوصف اس کے کہ اسباب و علل کے سلسلے پیدا کرنے کی کوشش کی ہی اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے (جسکی صحت اور غیر صحت کی جانچ کا ہر کسی کو اختیار رہے گا) بہت کچھ کام لیا ہے اور واقعہ کو اپنے اجتہاد کے موافق کرنے کے لئے ایسی ترتیب و انداز سے نہین لکھا ہے کہ واقعہ بالکل اونکے اجتہاد کے قالب مین ڈھل جاے اور کوئی شخص قیاس اور اجتہاد کو واقعہ سے الگ نہ کرسکے۔ لیکن یہ سب کچھ اس موقع پر دعوی ہی دعوی ہے۔

ذی علم مصنف نے اخیر اپنی اس تمہیدی تقریر پر ایک نظم (قطعہ) لکھی ہی

تعلّی کی نظم مصنف

جسمین بالکل شاعرانہ تعلّی بھری ہوئی ہے اور خوف ہے کہ اونکی تمام تصنیف مین سوا سے مضامین شاعرانہ کے اور کچھ نہ ہو۔

بجاے اسکے کہ مورّخ مصنف خود شاعرانہ تعلّی کا روّیہ اختیار کرے جس کو انشا پردازیِ تاریخ سے بڑھا ہوا سمجھنا چاہیئے، یہ زیبا ہے کہ وہ صیغہ ستر داد تصنیف کا موافق اور مخالف سے رہے۔ اور دوسرے شاعر قصائد مین اوس کے محامد بیان کرین۔ لیکن جب کسی مصنف کو ایسی امید نہ ہو اور جسکی تصنیف مضامینِ شاعرانہ سے بھری ہوئی ہو، اگر وہ اپنی محنت اور کوشش کے صلہ مین تعلّی کے ذریعہ سے اپنی داد نہ دیلے تو کیا کرے۔ مگر ایسی تعلّی اور داد کو یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ کوئی شخص اپنی تعریف اپنے منہ سے کرتا ہے۔

ذی علم مصنف بعد تمہید اور ابتدائی تقریرون کے نام و نسب، سن رشد و تربیت حضرت عمر کا بیان شروع کرتے ہین۔

حضرت عمر کے نام و نسب کی بحثین

حضرت عمر کا نسب قریش مین داخل کر کے رسول اللہ صلعم سے آٹھوین پشت مین جا کر ملاتے ہین۔ اگر رسول صلعم کی پشتون مین کسی کا نسب ملنے سے کوئی فخر ہو سکتا ہے تو قرب نسب کا فخر بمقابلہ علیِ مرتضی کسی دوسرے کو حاصل نہین ہو سکتا کہ علی مرتضی پیغمبر خدا کے حقیقی چچا زاد بھائی اور ان دونون کے بزرگ پدران ایک نطفہ سے ماںجاے بھائی تھے۔ چنانچہ خود علی مرتضی فرماتے ہین کہ "مین پیغمبر سے ایسا ہون جیسے کہ دو شاخہ درخت ایک بیخ سے جما ہو اور جیسے ہاتھ بازو سے ملا ہو۔" اور پیغمبر فرماتے ہین کہ "مین اور علی ایک نور سے ہین۔"

حضرت عمر کے سلسلہ نسب آبائی مین لوی تک جو باہم مورخین کے اختلاف ہے،
اوسکا ذکر ذی علم مصنف نے بالکل ترک کیا ہی ۔ مصنف کو چاہیئے تھا کہ نسب کے
متعلق جو کچھ اختلاف تھا اوسکی نسبت بحث کرکے اپنی تحقیقی راے ظاہر کرتے
تاکہ جو سلسلہ نسب اونھون نے قرار دیا ہے اوسکی صحت پر اطمینان ہوتا۔ اور جب
اونھون نے کوئی بحث اختلاف پر نہین کی اور ایک سلسلہ کو اختیار کرلیا تو یہ
امر ظاہر ہے کہ اونھون نے اپنی اس تصنیف مین محض خود اختیاری دکھائی ہی۔
مصنف نے مادری نسب مین حضرت عمر کی دادی کی کیفیت اور حالات سے

حضرت عمر کا مادری نسب

گریز کی ہے ۔ کتاب مثالب مین ابو المنذر ہشام
بن محمد سائب الکلبی تحریر کرتے ہین کہ جسکا
ذکر فضل بن روزبہان صاحب ابطال الباطل نے بھی لیا ہے کہ "صہاک
لونڈی ہاشم بن عبد مناف کی تھی پس اوس سے نضلہ بن ہاشم جفت ہو گیا
اور اوس کے بعد عبد العزی بن ریاح جفت ہوا اوس سے نفیل دادا ان
خطاب کے پیدا ہوے ۔"

علامہ ابن قتیبہ دینوری (جن علامہ کو ذی علم مصنف نے دور اول کے
ان سات مورخین علما مین شمار کرایا ہی کہ جنکی تصانیف اس زمانہ مین موجود
ہین اور جنکی نسبت مصنف فرماتے ہین کہ " یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے،
محدثین بھی اس کے اعتماد و اعتبار کے قائل ہین") کتاب معارف مین جسکی نسبت
مصنف یہ فرماتے ہین کہ اسکی مشہور کتاب معارف ہی جو مصر وغیرہ مین چھپ کر
شائع ہو چکی ہے ۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن اوس مین ایسی مفید
معلومات ہین جو بڑی بڑی کتابون مین نہین ملتین" (صفحہ ۵۹ حاشیہ مطبوعہ مصر)
لکھتے ہین کہ " تھا خطاب ابن نفیل رجال قریش سے اور ماں اوس کی

قبیلہ فہم کی ایک عورت تھی جو نفیل کی جورو تھی پس عمرو ابن نفیل نے بعد اپنے باپ نفیل کے اوس کو اپنی زوجہ بنالیا اور اوس سے زید پیدا ہوا زید اور خطاب ایک ہی ماں سے ہین"

ذی علم مصنف کو لازم تھا کہ اس رنگ برنگ مادری نسب حضرت عمر کو ظاہر اور اوسپر جرح و تعدیل کرکے کوئی صورت اپنی تحقیق دکھاتے۔

پیغمبر نے اپنا شرف نسب آبائی اور درتی یون جتایا ہی کہ مین اصلاب اور ارحام پاک و

نبیؐ و علیؑ کا نسب پدری و مادری

پاکیزہ سے ہون اور اسی ارشاد پیغمبر سے شرف نسبی پدری و مادری علی و نبی ظاہر ہوگیا کہ دادا دادی نبی و علی کے ایک تھے۔ اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم مادر علی مرتضی کو زمانہ جانتا ہے کہ وہ کیسی اشراف بی بی تھین۔

شرافت نسبی پدری اور مادری کی ایک امر ضروری واجب اور برحق خلیفہ اور بادشاہ قبول کئے جانے کے لئے ہے اور یہ ایک اصول مقررہ مین سے ہے جسمین دیگر اوصاف بھی مثل شجاعت اور سخاوت کے قرار دئے گئے ہین اور جنکو ہمیشہ سے عقلا اور ہکما قبول کرتے چلے آتے ہین تاکہ جب بادشاہ اور خلیفہ مقرر ہو اوس کو حقارت اور تذلیل کی نگاہ سے اوسکی رعایا اور اوس کے متبع نہ دیکھ سکین۔

ذی علم مصنف حضرت عمر کا نسب ظاہر کرنے کے بعد اونکی عزت خاندانی کا بیان یون شروع کرتے ہین کہ "فہر ابن مالک کی اولاد قریش کے لقب سے

حضرت عمر کا اعزاز خاندانی اور عہدہ سفارت

مشہور ہے اور قریش کی نسل مین دس شخصون نے امتیاز حاصل کیا جن سے دس نامور قبیلے بن گئے۔ اوس مین اول ہاشم اور آٹھوین درجہ مین عدی تھا

کہ جسکی اولاد مین حضرت عمر کا شمار ہے" پھر قریش کا خانہ کعبہ کا مجاور اور دنیاوی جاہ و جلال کے ساتھ مذہبی عظمت کا حیثرتھی اونکے سر پر سایہ افگن ہونا تسلیم کرکے کاروبار کے مختلف صیغے ہوجانا اور ہر صیغہ کا اہتمام جدا جدا ہونا ظاہر کرکے یون تفریق کرتے ہین۔

خانہ کعبہ کی نگرانی ، حجاج کی خبرگیری ، سفارت ، شیوخ قبائل کا تحکیم ، فصل مقدمات ، مجلس شورے ،

ان صیغون مین سے عدی، حضرت عمر کے جد اعلے کو سفارت کے صیغے کا افسر اور اوس کے ساتھ منافرۃ 'کے معرکون مین ثالث ہونا' ظاہر کیا ہے اور ——

—— پھر حضرت عمر کے دادا نفیل کا ان خدمتون کو انجام دینا بیان کیا ہے"

اگر سفارت کاروبار اور منافرۃ کی ثالثی عدی اور نفیل سکے ہاتھ مین قبول

خانہ کعبہ کی موروثی امارت کی سرداری

کرلیجاے تو خانہ کعبہ کی نگرانی اور حجاج کی خبرگیری کے کام سے اوس کو برتری نہین ہوسکتی۔

خانہ کعبہ کی نگرانی اور حجاج کی خبرگیری اصل کار امارت تھا اور خانہ کعبہ درحقیقت دارالامارۃ تھا۔ اور یہ کام بلا اختلاف ہاتھ مین بنی ہاشم اجداد پیغمبر خدا اور ابو طالب پدر علی مرتضی کی برابر رہا اور بالآخر آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی مین اوسی استحقاق آبائی (امارت و سرداری قوم اور حق حفاظت اور انتظام خانہ کعبہ) کو حاصل کرکے قبضہ کیا جس سے وہ بیدخل ہوگئے تھے اور مسئلہ توحید جاری کرکے جبر اپنا قبضہ چاہتے تھے۔ اور جسپر سخت مزاحمتین قریشیون اور تمام قبائل عرب کی ہوئین اور نوبت جنگ و جدال کی پہونچی۔ اور علی مرتضی سے اوسی کے حصول مین پوری مدد لی۔ اور اونہین کے ہاتھ پر اوس کام کو جاری کرایا۔

حضرت عبدالمطلب سردار مکہ کی سرداری کا خاص امتیاز

خانۂ کعبہ کی نگرانی کو ہی اصل امارت اور اسکی سرداری اجداد پیغمبرؐ اور علیؑ میں تھی اور خانۂ کعبہ کو دارالامارۃ اسوجہ سے کہتا ہوں کہ کتب تواریخ میں موجود ہے کہ "حضرت عبدالمطلب کے لئے خانہ کعبہ مین مسند بچھائی جاتی تھی اور وہ خانہ کعبہ کی دیوار پر تکیہ کرکے بیٹھتے تھے اور دیگر لوگ اونکے سامنے بادب زانو تہ کرتے تھے اور ان دیگر لوگون کو ہرگز یہ حق نہ تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف پشت کرکے بیٹھین۔

خود ذی علم مصنف نے جہان ذکر نفیل کی خدمت کا اسی موقع پر کیا ہے وہان ظاہر کیا ہے کہ "رسول اللہ صلعم کے جد امجد عبدالمطلب اور حرب بن امیہ مین جب ریاست کے دعوی پر نزاع ہوئی تو دونون نے نفیل کو حکم مانا۔ نفیل نے عبدالمطلب کے حق مین فیصلہ کیا" جس سے ظاہر ہے کہ ریاست خانہ کعبہ ہاشمؑ مین حضرت عبدالمطلب کے تھی۔ اور وہی امیر قریش کے تھے۔

سوائے ریاست خانہ کعبہ اور امارت قریش کے سفارت کا کام اور دوسرے کام جنکی تفریق ذی علم مصنف نے کی ہے وہ سب تابع امارت اور زیر اجازت امیر کے ہو سکتے ہین۔ اور حضرت عمر کے خاندانی اعزاز کو بمقابلہ خاندان پیغمبر اور علی کے رتبہ تفوق کا ہرگز نہین ہو سکتا۔

نفیل کا فیصلہ کرنا ریاست کے دعوے و نزاع کا ایسا ہی تھا کہ جیسے ہمیشہ بادشاہ اور گورنمنٹ پر کوئی دعوی ہوتا ہے اور اندرون سلطنت کوئی نزاع پیش آتی ہے تو اوسکا فیصلہ حاکم یا حکم مقرر کردہ امیر ہی کرتا ہے۔ جس سے اوس فیصلہ کرنے والے کو بادشاہ اور گورنمنٹ پر کچھ فوقیت نہین ہو سکتی۔

درحقیقت استحقاق حفاظت اور انتظام خانۂ کعبہ موجب امارت اور سرداری

قوم کا تھا اور وہ برابر پیغمبر اور دوستک اب اد اور پدر علی مرتضیٰ کے قبضہ مین رہا
عدی کے اعزاز خاندانی بیان کرنے مین نہ جنہین حضرت عمر کو لینا ہے وہ ہوب
جو انحضرت صلعم کے پیغمبر پیدا ہونے سے حضرت ہاشم کے خاندان کو ہوئی ہے
باقی رہی جاتی تھی وہ عزت عدی کے خاندان مین بخشنے کے لئے ذی علم مصنف
نے کوشش کرکے بہم پہونچانے مین دریغ نہین کی اور جیسے کہ شیعہ کیا
بلکہ زمانہ علی مرتضیٰ کے لیے شرف خاص کا قائل ہے کہ پیغمبر چچا زاد بھائی علی مرتضیٰ
کے تھے ویسا ہی شرف حضرت عمر کا دکھانے کے لئے ذی علم مصنف آمادہ
ہوتے ہین - اور پرتو جلوہ نبوت کا حضرت عمر کے چچا زاد بھائی پر اسطرح
ڈالتے ہین کہ " نفیل کے دو بیٹے تھے عمرو، خطاب، عمرو معمولی لیاقت کے
آدمی تھے لیکن اونکے بیٹے زید جو نفیل کے پوتہ اور حضرت عمر کے چچا زاد بھائی
تھے نہایت عالی درجہ شخص تھے وہ ان ممتاز بزرگون مین تھے جنہون نے

زید عم زاد حضرت عمر موحد تھے اور اونکی اذیت و ہجرت کی سرگذشت

رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے اپنے
اجتہاد سے بت پرستی کو ترک کر دیا تھا
اور موحد کہلاتے تھے - انہین زید کے وا
قفیون کے یہ نام ہین - قس ابن سعدہ - ورقہ ابن نوفل - زید بت پرستی اور
رسوم جاہلیت کو علانیہ برا کہتے تھے اور لوگون کو دین ابراہیم کی ترغیب دلاتے
تھے اسپر تمام لوگ انکے دشمن ہوگئے - جنمین حضرت عمر کے والد خطاب سب سے
زیادہ سرگرم تھے - خطاب نے اسقدر اونکو تنگ کیا کہ وہ آخر مجبور ہو کر مکہ
معظمہ سے نکل گئے - اور حرا مین جا رہے تاہم کبھی کبھی چھپ کر کعبہ کی زیارت
کو آتے - "
جس زید کا تذکرہ ذی علم مصنف کرتے ہین یہ وہی زید ہین اور وہی عمرو

پسر نفیل کے بیٹے ہین کہ جن عمرو بھائی خطاب نے اپنے باپ نفیل کی زوجہ کو اپنی زوجہ بنا لیا تھا اور اسی زوجہ کے بطن سے یہ زید پیدا ہوسے اور اسی صفت سے کہ یہ زید بھائی چچا زاد حضرت عمر کے ہین۔

نتیجہ اس امر سے تو کسی کو انکار کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ قبل بعثت یا قبل پیدایش حضرت محمد صلعم کے جہان مین کوئی موحد پیدا نہین ہوتا تھا اور جب کوئی قائل توحید اور بت پرستی کا ترک کرنیوالا ہوگا اوس کو ضرور پیرو ملت ابراہیمی کہا جاوے گا۔ لیکن واقعات زمانہ نے ہم کو یہ دکھا دیا ہے کہ بعد حضرت ابراہیم کے نسل حضرت اسمعیلؑ سے سواے حضرت محمد صلعم کے کوئی دوسرا ایسا شخص پیدا نہین ہوا کہ جسنے دعوی پیغمبری کرکے مسئلہ توحید کو اوس کے منکرین سے ایسا منوا دیا ہو کہ جس سے انکار کرنے کی کسی کو تاب نرہے۔

اور تمام دنیا کے بت پرست یا غیر خداے واحد کے دوسرے چیزون اوسکی مخلوق کی پرستش کرنے والے تاویل کرکے خداے واحد کے ماننے والے اور پرستش کرنے والے نہو گئے ہون۔ اور ملت ابراہیمی کے بزمانہ جاہلیت جو امور متغیر اور خراب ہوگئے تھے اونکی اصلاح نہ ہو جو امور ٹھیک طور پر قایم تھے اونکو برقرار اور جو امور مبہم تھے اونکی تصریح کرکے طریقے شریعت کے وضع اور نشان دین کے قایم حکمت سے اب نکردے ہون جو موافق طاقت بشری سیرت انگیز ہو اور جسمین تیاست نہ۔ جب تک کہ دنیا تا یہ کسی اور امر کی ضرورت نہو۔

حضرت محمد صلعم کو ابتدائی زمانہ مین جو مصیبت اور ذیت قوم سے پہونچی اور جن مصائب اور دقتونکا اونکو برداشت کرنا پڑا ہی جنمین سے حرا مین جانا اور رہنا اور مکہ سے نکل جانا (ہجرت) اور قوم کا دشمن ہو جانا بھی ہے۔ اونکے

زید کی مساوات پیغمبر سے اور اوسکی حقیقت

بعینہ مساوات زید ابن عمرو کی حضرت محمد صلعم کے ساتھ دکھانا اون لوگون کے دلون مین کہ جو شان نبوت اور نبی سے کامل آگاہی نہ رکھتے

ہون شک پیدا کرتا ہی جبکہ وہ ایک یورپین مصنف[۱] کے اس مقولہ پر نظر کرین جو بابت حضرت محمد صلعم کا ذکر کرنے کے وقت لکھا ہی کہ "دنیا مین بہت گرم جوش لوگ پیدا ہوئے ہین مگر اونکو موقع اظہار لیاقت کا نہین ملتا اور اونکو زمانہ ٹھنڈا کر دیتا ہے"

جب تحریر ذی علم مصنف اور تقریر یورپین مصنف کی یکجا کر کے دیکھی جائے تو اوس سے ضرور یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ جیسے حضرت محمد گرمجوش پیدا ہوئے تھے ویسے ہی

آنحضرت کی نبوت مین شک مصنف

اوسی زمانہ مین حضرت زید پیدا ہوئے تھے لیکن حضرت محمد کو موقع اظہار لیاقت کا ملگیا اور حضرت زید کو ایسا موقع نہ ملا اور زمانہ نے

اونکو ٹھنڈا کر دیا۔ ورنہ دراصل حضرت محمد کو کوئی وجہ تفوق اور فضیلت کی نہین ہے۔

ایسا اعتقاد قایم ہو جانے سے مسلمان جان سکتے ہین کہ ایسے مسلمان سچے مسلمان رہ سکتے ہین یا نہین ؟

حضرت عمر کی دانائی یوروپین مصنفین کی زبانی

جن بعض یورپین مورخین نے حضرت عمر کی دانائی ظاہر کی ہے۔ اس نوعیت سے کہ فضائل پیغمبر کے مسلمانون کی نگاہ مین کم وقعت ہو جاوین

جس سے وہ دایرہ اسلام سے باہر قدم رکھنے والے ہون۔ اونہین کی تائید در تعدید ذی علم مصنف نے اس موقع پر کی ہے کہ واقعات زید چچازاد بھائی حضرت عمر کے

---

[۱] تاریخ ہند مصنفہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی ۱۲

اس عنوان سے بیان کیے ہیں کہ جس سے نسبتاً فضیلت حضرت عمر کی بمقا
علی امر نفسی نے مسلم ہوکر خود زید کی فضیلت ہم رتبہ پیغمبر خدا کے قرار پاکر پیغمبرؐ
اپنی فضیلت سے تنزل میں آکر مساوی زید کے ہوجائیں اور مسلمان جس دائرہ
میں تھا پیچھے جاتیں۔

عدم ذکر روایات متعلق زید

ہمی علم مصنف نے زید کے حالات جن واقعات سے بیان کیے ہیں چاہیے
تھا کہ اون روایتوں کو ذرا نقل کرتے تا کہ اون
واقعات کو ہر مسلمان دیکھ کر غور کرتا کہ وہ
روایتیں کہاں تک صحیح ہیں اور وہ واقعات کیا نوعیت رکھتے ہیں۔ اور مصنف
نے ان واقعات میں اسباب و علل پیدا کرنے کی کہاں تک کوشش کی ہے
اور واقعات کو اپنے اجتہاد کے قالب میں کہاں تک ڈھالا ہے۔ ورنہ غائر نظر
رکھنے والے مسلمانوں کی نگاہ میں صحت ایسے واقعات کی مشکل سے سما سکتی ہے
کہ جن سے یہ امر پیدا ہوتا ہو کہ پیغمبرؐ نے اپنے ابتدائی زمانہ میں بعینہ اوسی طریقہ
پر قدم رکھا ہے کہ جس طریقہ پر حضرت زید چلے ہیں۔ اور پیغمبرؐ نے حضرت زید
کے اجتہاد کی ان موقعوں پر تقلید کی ہے۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ ایسی روایتوں پر ایک سچا اور پکا مسلمان غور کرکے پکار
اوٹھے گا کہ پیغمبرؐ کی حالت واقعات کو دیکھ کر جب یہ وہ امور واقع ہو چکے ہیں حضرت
عمر کی فضیلت اور عزت افزائی خاندانی کے لیے وہ روایتیں وضع کی گئی ہیں اور
اونمیں اوضع واقعات کو جو پیغمبر برگزیدہ تھے زید کی طرف بھی منسوب کر دیا
ہے۔

افسوس ہے کہ زید نے رسول اللہ کی بعثت سے پہلے اپنے اجتہاد سے بت
پرستی کو ترک کیا اور موحد بنے اور رسوم جاہلیت کو برا علانیہ کہا اور لوگوں کو

دین ابراہیمی کی ترغیب دی جسپر لوگ اونکے دشمن ہوگئے، مگر خطاب چچا زید نے

زید کی حمایت حضرت عمر اور اونکے باپ نے نہ کی

اور حضرت عمر چچا زاد بھائی نے زید کی نہ کچھ حمایت کی نہ اونکے سخن پر ایمان لائے جیسے کہ حضرت محمدؐ کی اونکے چچا ابوطالب یا امیر حمزہؓ یا اونکے چچا زاد بھائی جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے حمایت کی اور باتباع اونکے مسئلہ توحید کو مان کر بت پرستی اور دیگر رسوم جاہلیت کے دشمن ہوگئے بلکہ زید کے دشمنوں میں حضرت عمر کے والد خطاب (زید کے چچا) سب سے زیادہ سرگرم تھے کہ اونھوں نے (خطاب) نے اسقدر اونکو تنگ کیا کہ وہ آخر مجبور ہوکر مکہ معظمہ سے نکل گئے اور حرا میں جا رہے اور کبھی کبھی چھپکر کعبہ کی زیارت کو آتے تھے۔

اگر خطاب چچا اور حضرت عمر چچا زاد بھائی زید کی حمایت کرتے اور اونکے سخن پر ایمان لاتے تو ضرور زید کو اور اونکے خاندان کو وہ عزت اور فخر حاصل ہوجاتا جو حضرت محمدؐ اور اونکے خاندان کو حاصل ہوا۔ بلکہ یہ عزت اور فخر پھر حضرت محمدؐ اور اونکے خاندان کو حاصل ہی نہو سکتی۔

حضرت عمر اور خطاب کی غلطی

خطاب اور حضرت عمر نے بڑی غلطی کی کہ اوس عزت اور فخر نبوت کو جو خدا نے اونکے گھر میں نازل کیا تھا اپنے خاندان میں قایم نہونے دیا اور ایسی بزرگ عزت اور فخر کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ اور خطاب نے ایسی شدید مخالفت زید کی کی جیسے ابولہب نے آنحضرت کی کی، اور اپنا نام بمقابلہ زید کے اوس فہرست میں اول نمبر پر لکھا نا منظور کیا جہان ابولہب کا نام بمقابلہ حضرت محمدؐ کے لکھا گیا۔

واقعہ مخالفت شدید خطاب کا زید موحد کے ساتھ لازمی نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ خطاب کو بت پرستی اور رسوم جاہلیت نہایت عزیز تھے اور اوسی کا اثر

حضرت عمر کے شدائد زید اور نیز پیغمبر کے ساتھ

نہایت پختگی کے ساتھ حضرت عمر مین تھا اور اوسی پختہ اثر نے اونکو برانگیختہ کیا کہ یہ اول جب اسلام کی صدا اونکے کانون تک پہونچی تو سخت برہم ہوئے اور جو لوگ اسلام لا چکے تھے اونکے دشمن بنگئے اور لبینہ کنیز اپنے خاندان کو جسنے اسلام قبول کر لیا تھا مارتے مارتے تھک جاتے تھے آخرکار یہ فیصلہ کیا کہ خود بانیٔ اسلام (حضرت محمد) کا قصہ پاک کردین تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہ کی طرف چلے۔ جیسا کہ یہ واقعہ خود ذی علم مصنف نے بھی لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۲)

خود زید کی غلطی

زید کی حمایت کرنے اور اونکے سنجن توحید کو نہ ماننے مین خطاب اون کے چچا اور حضرت عمر چچا زاد بھائی کا صرف قصور نہین ہے بلکہ حضرت زید کی لیاقت کا بھی بڑا قصور ہے کہ اونھون نے مثل حضرت محمد کے موقع پایا تھا کہ اپنے چچا اور چچا زاد بھائی سے اور پھر دوسرے لوگون سے توحید کو قبول کراتے اور ترک بت پرستی اور رسوم جاہلیت اور اوس کے مذموم جاننے مین اپنا شریک اور اپنا متفق اور اپنا رفیق بناتے اور بعد ہجرت مکہ کے تو اونکو اپنی لیاقت کے اظہار کا موقع بہت کچھ ہونا چاہیے تھا جیسا کہ حضرت محمد نے حیرت انگیز اپنی دانائی اور لیاقت دکھائی۔

دنیا مین گرم جوشونکے وجود و عدم کی حقیقت

یہ خیال کہ وہ دُنیا مین بہت گرم جوش لوگ پیدا ہوتے ہین اور اونکو موقع اظہار لیاقت کا نہین ملتا اور زمانہ اوسکو ٹھنڈا کردیتا ہے غیر صحیح اور خلاف علم طبیعات کے ہے۔ ہر بشر کا دل و دماغ قانون قدرت

تفاوت اور جداگانہ مدارج کا وضع کرتا ہے اور جو بشر کہ تمام جہات کے اعتبار سے فرد اکمل پیدا ہوتا ہے وہ اپنی اعلیٰ قوت سے اظہار اپنی لیاقت کے لیے خود بخود موقع پیدا کر لیتا ہے اور اپنی احسن تدبیر سے اپنے مقصد مین کامیاب ہو جاتا ہے۔ کسی امر جزی مین کسی کو کسی امر کلی کے مقابلہ مین پیش کرنا سخت غلطی ہے اور پھر امر جزیہ کے اعتبار سے امر کلیہ کے ساتھ مساوات یا ترجیح کا قصد خطا در خطا ہے۔

بنی عدی کا بنی سہم کی پناہ مین آجانا حضرت عمر کے خاندانی حالت کے ذکر مین حضرت عمر کے باپ اور اون کے تمام خاندان بنی عدی کا بنوسہم کے دامن مین پناہ لینا ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ "قبیلہ عدی اور بنو عبد الشمس مین مدت سے عداوت چلی آتی تھی۔ بنو عبد الشمس کا خاندان بڑا تھا اسلئے غلبہ اونہین کو رہتا تھا۔ عدی کے تمام خاندان نے جسمین خطاب بھی شامل تھے مجبور ہو کر بنو سہم کے دامن مین پناہ لی۔ عدی کا تمام خاندان مکہ معظمہ مین مقام "صفا" مین سکونت رکھتا تھا جب اونہون نے بنی سہم سے تعلق پیدا کیا تو مکانات بھی اونہین کے ہاتھ بیچ ڈالے" جس سے یہ ظاہر ہے کہ خطاب حضرت عمر کے باپ اور عدی کے تمام خاندان نے مکہ معظمہ کی سکونت اور بود و باش کو ترک کر دیا تھا لیکن مصنف نے یہ ظاہر نہین کیا کہ بنوسہم کی سکونت کہان تھی؟ جنکی پناہ مین خطاب اور خاندان عدی نے پناہ لی تھی یا خطاب اور تمام خاندان بنی عدی کس جگہ اپنی بود و باش اختیار کر کے بنوسہم کی پناہ مین آگئے تھے۔ اوس مقام کے معلوم ہونے سے حضرت عمر کی تعلیم و ترتیب کا اندازہ بخوبی ہو سکتا تھا۔ کہ مقامی سکونت کا اثر تعلیم و ترتیب پر اون اشخاص کی پڑتا ہے جہان وہ سکونت گزین ہوتے ہین مگر

ضجنان کے جنگل میں حضرت عمر پر شدائد

ذی علم مصنف نے عنقریب صفحہ (۲۸) مین یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ حضرت عمر سن رشد کو پہونچکر خطاب اونکے باپ نے اونکو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹون کا چرانا تھا۔ یہ شغل اگرچہ عرب مین معیوب نہین سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا بیرحمی کے ساتھہ اون سے سلوک کرتے تھے تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے تھے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تو سزا دیتے ۔ جس میدان مین حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینی پڑتی تھی اوسکا نام ضجنان تھا جو کہ مکہ معظمہ سے قریب مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے ۔

ایک دفعہ حضرت عمر کا اودہر گذر ہوا تو اونکو نہایت عبرت ہوئی ۔ آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تھا کہ مین نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھہ سے مار کھاتا ''

حضرت عمر کا اندازہ تعلیم و تربیت

اس تقریر ذی علم مصنف سے ظاہر ہے کہ خاندان عدی نے جس مین خطاب بھی شامل تھے بنو سہم کے دامن مین پناہ لینے کے وقت اپنی بود و باش ایک گاؤن مین مثل بادیہ نشینان عرب کے اختیار کی کہ یہ بھی شعار قوم عرب کا تھا جسکو اعراب کہتے ہین ۔ اور اوسی سے خو اور خصائل خطاب اور تعلیم و تربیت حضرت عمر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے ۔

سخت بیرحمی کا برتاو خطاب جو اپنے فرزند نوجوان حضرت عمر سے کرتے تھے ایسا برتاو شرفاء مکہ کے خاندان مین کبھی نہین پایا گیا ۔

قوم عرب مین اونٹونکے چرانے کا شعار تھا مگر اونہین اعراب مین جو سکونت

گاون مین رکھتے تھے یا بادیہ نشین خانہ بدوش تھے اور انہین مین ایسی خدمت یا شغل معیوب نہین سمجھا جاتا تھا لیکن شرفا اور سردار مکہ کے خاندان مین نہ ایسی خدمت کسی نے انجام دی نہ کسینے سن رشد کو پہونچے ہوے اپنے فرزند کے ساتھ ایسی بیرحمی کا سلوک کیا کہ نمدے کا کرتہ پہنا کر تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیا ہو اور جب کبھی وہ تھک کر دم لینا چاہے تو اوسکو خوب اپنے ہاتھ سے پیٹا ہو۔

اونٹ چرانے کا شعار عرب مین فخر کی شان سے دیکھا جاتا تھا یا نفرت سے۔ حارث ابن ہمام کے اشعار سے جو ابن زیابہ کو لکھے ہین ظاہر ہوتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "اے زیابہ کے بیٹے اگر تو مجھسے ملے تو مین اونٹون مین جو اپنے مالکون سے دور ہون نہین ملونگا (یعنے مین شتر چرانے والا نہین ہون) اور گھوڑون اور سوارون مین ملونگا اور تو مجھکو ایسے وقت مین ملیگا کہ گھوڑا اشل اپنے سوار کے بلند و فراخ سینہ مجھ تیز سے لئے جاتا ہو"

ذی علم مصنف نے اس واقعہ خاندانی حضرت عمرؓ کے بیان مین کہ بنو سہم کے دامن مین عدی کے تمام خاندان نے جس مین خطاب بھی شامل تھے پناہ لی علت یہ ظاہر کی ہے کہ "قبیلہ عدی اور بنو عبد الشمس مین مدت سے عداوت چلی آتی تھی اور بنو عبد الشمس کا خاندان بڑا تھا اسلئے غلبہ اونہین کو رہتا تھا"

قبیلہ عدی اور عبد الشمس کی عداوت

عبد الشمس سگے بھائی حضرت ہاشم فرزند عبد مناف کے تھے اور حضرت محمدؐ و علی مرتضےؑ حضرت ہاشم کی نسل مین ہین۔ عبد الشمس اور ہاشم مین نہایت محبت تھی۔ عبد الشمس کے ایک صلبی بیٹے تھے۔ عاص، اون کے بیٹے

سعید تھے اونکو علی مرتضیٰؑ سے اُنس تہا اور وہ علی مرتضیٰ کے تبع رہے اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہین کی۔

عبدالشمس کا دوسرا بیٹا امیہ کہلاتا تہا جسکی نسبت بحث ہی کہ وہ کس قسم کا بیٹا تہا اور نام کے معنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ بن قسم کا بیٹا تہا۔

امیہ بنو عبدالشمس سے عدم عداوت بنو عدی کے دلائل

اُمیہ اور اوسکی اولاد سے حضرت ہاشم اور اونکی اولاد سے برابر دشمنی رہی ہی اور حضرت عمرؓ اور اونکے خاندان سے ان بنو عبدالشمس سے عداوت نہین ہی بلکہ دوستی تہی یہانتک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت معاویہ کو گورنر شام مقرر کیا اور بڑا رکن اپنی خلافت کا اور بڑا پایہ اپنے منصوبہ کا کہ خلافت خاندان حضرت محمدؐ بنو ہاشم مین جانے نہ پائے قرار دیا۔

ذی علم مصنف نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "بنو عبدالشمس کا خاندان بڑا تہا اسلئے اونہین کو غلبہ رہتا تہا" وہ اوس خاندان عبدالشمس سے مراد عاص و معاص اور اونکی اولاد اور ہاشم اور اونکی اولاد سمجھنا چاہئے جنکو عدی کے کے خاندان سے عداوت تہی۔ اور عبدالشمس کے بیٹے امیہ کو اوس مین داخل نہ سمجھنا چاہئی جسکو خاندان ہاشم سے عداوت اور خاندان عدی سے دوستی تہی بعد وفات پیغمبرؐ جو حضرت عمرؓ نے ایسی فکر و تدبیر کی کہ خلافت خاندان بنی ہاشم مین نرہی اور علی مرتضیٰؑ خلیفہ نہ قبول کئے جائین بہت قرین قیاس ہی کہ یہ اثر اوسی عداوت دیرینہ کا تہا کہ جو اس خاندان سے خطاب حضرت عمر کے باپ کو تہی۔ اور حضرت عمر ضرور مصداق۔ "الولد سر لابیہ" کے تہے۔ اور یہی بھید تہا کہ حضرت عمر نے اپنی کمر قتل حضرت محمدؐ پر چست باندہی تہی۔ لیکن جب اونہون نے اپنی بہن اور بہنوئی سعید کو جو بیٹے اوسی زید موحد چچازاد بہائی کے

مسلمان پایا تو اوسوقت اسلام قبول کرنیکی پالیسی اختیار کی - جو ایک دانا دورانڈیش کو اختیار کرنی لازم تہی کہ کفر کی تائید کے لئے اونکے قریب خاندان کے ممبرون کی تعداد کم ہوگئی تہی اور عبد مناف کے فرزندون عبد الشمس اور حضرت ہاشم کی قوت اور غلبہ کا گہٹانا دوسرے وقت پر موقوف رکھکر اپنے غلبہ کے لئے منتظر وقت رہے بمقابلہ بدلے اور اوس غلبہ کے جو اون کے خاندان پر بنو عبد الشمس اور ہاشم کے خاندان کا رہا کرتا تہا اور جسکی وجہ سے اونکے خاندان نے بنو ہاشم کے خاندان مین پناہ لی تہی -

حضرت عمر کا اپنی اور اپنی قدیم دوستونکی دشمنونسے بدلہ لینا

جب حضرت عمرؓ کو بعد وفات پیغمبرؐ ایسا وقت ملا کہ عبد الشمس اور ہاشم کے خاندان کے غلبہ کو زیر کرین تب اپنے انتظار وقت سے فائدہ پہونچایا اور ویساہی فائدہ پہونچنے کا امیہ کے خاندان اپنے قدیم دوستون کو بمقابلہ اونکے اور اپنے قدیم دشمنون خاندان بنی ہاشم کے موقع دیا اور اصل سیرت جو عرب کی تہی جسکی پیغمبر خدا نے بہت کچہ اصلاح کی تہی اوسکا عود اور ظہور ہوا - فاعتبروا یا اولی الابصار "

ذہی علم مصنف حضرت عمر کی ولادت اور بچپن کے حالات تحریر کرتے وقت قبول کرتے ہین کہ "اونکی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہین"

حضرت عمر کے بچپن کے حالات لامعلوم

سچ ہے جب حضرت عمر کے باپ مکہ سے فاصلہ پر گاؤن مین بادیہ نشین ہوچکے تہے تو جیسے کہ اعراب کے بچون کی پیدایش و بچپنے کی حالت ہوتی ہے ویسی ہی حضرت عمر کی حالت ضرور ہوئی ہوگی - وہ گاؤن مین یا صحرا مین پیدا ہوئے ہون گے اور جنگل مین اور اعراب کے لونڈون کے ساتھ کہیلتے پہرتے ہونگے -

مصنف باوصف قبول اس بات کے کہ "حضرت عمر کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہیں" عمرو عاص کی زبانی یہ نقل کرتے ہیں کہ "وہ چند احباب کے ساتھ ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک غل اوٹھا دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا" اس پر مصنف یہ قیاس کرتے ہیں کہ "وہ حضرت عمر کے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کیگئی تھی"

حضرت عمر کی ولادت پر شور و غلغلہ کی روایت

ذی علم مصنف نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ عمرو بن عاص کہاں جلسہ احباب میں بیٹھے ہوئے تھے اور کس جگہہ سے غل پیدائش کا اونکے کانمین پہونچا تا کہ بہت کچھہ موقع اس روایت کی صحت کی جانچ کا ملتا۔

عمرو بن عاص وزیر اور مشیر حضرت معاویہ کے تھے اور علی مرتضیٰ سے ناامید اور ناخوش ہوکر حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے تھے اور اونہیں کی تدبیروں سے علی مرتضیٰ کا مقابلہ ہوتا تھا۔ یہانتک کہ جنگ صفین میں جب حضرت معاویہ کے مغلوب ہونے کی نوبت پہونچی تو انہیں بزرگ عمرو بن عاص کی فکر او تدبیر سے قرآن نیزوں پر بلند کرد کہاے گئے تھے کہ جس سے علی مرتضیٰ کے لشکر میں تفرقہ پڑگیا اور جنگ اوسوقت موقوف ہوگئی اور علی مرتضیٰ کی فتحمندی سے نجات ملگئی بمقابلہ علی مرتضیٰ کے حضرت معاویہ خلافت کی وہی جگہہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ جسپر حضرت عمر نے قدم رکہا تہا اور خاندان پیغمبر سے منصب خلافت کے نکالنے کی بنیاد ڈالی تھی۔

عمرو بن عاص اونکے وزیر با تدبیر کے شایان یہی تہا کہ وہ ایک مضمون شاعرانہ غلغلہ پیدایش حضرت عمر کا بیان کریں کہ جو بنیاد شان حضرت عمر کے لئے ہوا اور جسپر

ذی علم مصنف کو اس قیاس کا موقع ملے کہ "وہ اونکے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کیگئی تھی"، اور مقابلہ اون صحیح روایتون کا ہو کہ جنمین پیدایش حضرت محمدؐ اور علی مرتضیٰؑ اور اونکے بچپن کے حالات منقول ہین جنسے شہرہ آفاق ہونا اونکا اخذ کیا جاتا ہے۔

سن رشد کے حالات کے کم معلوم ہونے کے وجوہ

ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کے سن رشد کے حالات کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ بہت کم معلوم ہین اور کم معلوم ہونے کی وجہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ "وہ اوسوقت کس کو خیال تھا کہ یہ نوجوان آگے چلکر فاروق اعظم ہونے والا ہے"۔

یہ سچ ہے کہ حضرت عمرؓ اوس درجہ کے خاندان سرداروں اور معززین سے نہین تھے جنکے نوجوانون کے حالات اوسی زمانہ مین لوگون کو معلوم ہوتے رہتے ہین اور ہر کہ ومہ کی نگاہ اونکے حالات پر پڑتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایسے حالات سن رشد کہ جس سے اونکی فضیلت کو تائید ہو بالکل معلوم نہین ہوتے اور معلوم کہانسے ہوتے کہ درحقیقت اونکا وجود ہی نہ تھا۔ ذی علم مصنف نے یہ تصریح نہین کی کہ حضرت عمر فاروق اعظم کیونکر ہوگئے یہ لقب اونکو کسنے دیا اور کیونکر حاصل ہوا؟ ہمکو تو کتب سیر و احادیث یہ بتاتی ہین کہ آنحضرتؐ نے علی مرتضیٰؑ سے فرمایا تھا کہ تم حق باطل مین فرق کروگے [1] اصحاب کو آنحضرتؐ نے یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ عنقریب میری امت مین فتنہ برپا ہوگا جب وہ وقت اوے تو تم ملازمت علی کی اختیار کرنا کیونکہ وہی حق و باطل مین فرق کرنے والا ہے [2] ان احادیث سے ثابت ہے کہ یہ لقب آنحضرتؐ نے علی مرتضیٰؑ کو دیا تھا پیغمبرؐ نے حضرت عمرؓ کو یہ لقب نہین دیا۔

---

[1] ریاض النضرۃ فی فضایل عشرہ للمحب طبری و فردوس الاخبار دیلمی و معجم کبیر طبرانی ۱۲

[2] مناقب اخطب خوارزم و فردوس الاخبار دیلمی و استیعاب امام عبد البر ۱۲

صاحب روضۃ الاحباب بحوالہ واقدی و علامہ جریر طبری قبول کرتے ہین کہ حضرت عمر کو اہل کتاب فاروق کے لقب سے پکارتے تھے اور مسلمانون نے بھی انہین کا اتباع کیا اور ہمکو پیغمبر سے اس بارہ مین کچھ نہین پہونچا" جس سے صریح ظاہر ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا اور عہد حضرت معاویہ کا آیا تب بمقابلہ علی مرتضی حقیقی فاروق کے عہد معاویہ کے مسلمانون نے حضرت عمر کو فاروق اعظم کے لقب سے پکارنا شروع کیا ہے پس ذیعلم مصنف کو یہ کہنا تھا کہ "یہ نوجوان آگے چلکر عہد حضرت معاویہ مین فاروق اعظم ہونیوالا ہے"

سن رشد کے کچھ حالات کا ملنا اور اس سے پتہ تعلیم و تربیت

ذیعلم مصنف نے بہت تفحص اور تلاش سے کچھ حالات بہم پہنچائے ہین اور پہلے وہی روایت لکھی ہے جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے کہ "خطاب نے اونٹ چرانے کی خدمت حضرت عمر کے سپرد کی تھی اور وہ ضجنان کے جنگل مین نمدے کا کرتہ پہنے اونٹ چراتے پھرتے تھے اور اُنکے باپ سخت بیرحمی سے پیش آتے تھے کہ جب وہ تھک کر دم لینا چاہتے تو والد بزرگوار کے ہاتھ سے پیٹے جاتے تھے"

یہ واقعہ سچ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر نے اسکی تصدیق کی ہے اور اسکی صداقت پر وہ واقعہ یقین دلاتا ہے جو تحقیقی ہے کہ خاندان عدی نے جسمین خطاب شامل تھے بنو عبد الشمس کی عداوت کی وجہہ سے بنو سہم کے دامن مین پناہ لی تھی اور مکہ کے اپنے مکانات بیچڈالے تھے۔ مگر اس روایت سے حضرت عمر اور اُن کے باپ کی سیرت اور تعلیم و تربیت اُنھین اعراب کی سی ظاہر ہوتی ہے کہ جو لوگ عرب کے دیہات مین سکونت گزین یا بادیہ نشین تھے جنکو بدو صحرائی بھی کہتے ہین مگر

حضرت عمر کے شریفانہ مشغلونکی کیفیت جو عرب مین معمول بہ تھی

ذی علم مصنف برخلاف اسکے حضرت عمر کا

اُن شریفانہ مشغلون مین مشغول رہنا دکھانا چاہتے ہین جن کو شرفاء عرب کا معمول اور لازمہ شرافت ظاہر کرتے ہین اور اُن شریفانہ مشغلون کو نسب دانی، سپہگری، پہلوانی اور مقرری پر محدود کرتے ہین اور انھین چیزون مین حضرت عمر کی تعلیم و تربیت بیان کی ہی۔

افسوس ہی کہ اخلاقی تعلیم و تربیت کا ذکر جو دراصل لازمۂ شرافت ہی ذلیعلم مصنف نے متروک کیا ہی۔

ہر ملک مین ہر زمانہ مین تین طبیعتون کے لوگ ہوتے رہے ہین۔ اعلیٰ۔ متوسط اور ادنیٰ۔ اور یہ ہی حالت ملک عرب کی تھی۔ اور ہر طبقہ کے لئے وہ مشاغل محدود وہ عرب مین نہ معمول بہ تھے نہ لازمۂ شرافت اُن پر محدود تھا البتہ اخلاقی تعلیم و تربیت ہر طبقہ کے لئے ضروری تھی اور وہی لازمہ شرافت تھا۔ الشرافت بالعلم والادب لا بالمال والنسب"۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا رواج اعلیٰ درجہ کے خاندان عرب مین تھا۔ جس سے سیرت انسانی ٹھیک ہو جاتی تھی۔ اور یہی چیز اعراب مین نہین تھی بلکہ اسکے خلاف تھی جیسا کہ خدا سیرت اعراب کی خبر دیتا ہی "الاعراب اشد کفرو نفاقاً" لیکن علم و ادب و شجاعت و فصاحت و بلاغت کے اوصاف اُسی کسی شخص کے برتر و اعلیٰ ہوتے ہین جسکی طبیعت اُسکے لئے موزون ہو اور قانون قدرت نے جسکا دل و دماغ ان اوصاف کے لئے وضع کیا ہو اور ویسا ہی مادّہ اُسکی طبیعت اور فطرت مین ودیعت کیا ہو۔

یہ اوصاف کسیقدر کسب کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتے ہین مگر قدرتی شان کے مقابلہ مین کسبی شان کے اوصاف ہمیشہ ہم آغوش عجز ہوتے

تھے اور کبھی رتبۂ افضلیت اور اکملیت کا نہین پاتے تھے۔

اگر حضرت عمر اُن مشاغل محدودہ مین کامیاب بھی ہو گئے تو محض اُن اسباب سے وہ درجہ افضلیت اور اکملیت کا اپنے ہمعصرون پر نہ پاسکتے تھے اور نہ پایا۔ خود اُنھین نے سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت کے لئے ابو بکر کو افضل قبول کیا۔ وہ حضرت ابو بکر جنھون نے علانیہ لوگون کے سامنے فرمایا کہ "مجھسے اقالۂ بیعت کا کر لو جبکہ درمیان تمھارے تمھارا بہتر علی موجود ہے" جسکا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عمر کے مقبولہ افضل نے علی مرتضیٰ کو افضل الناس بعد رسول کہا اور خود حضرت عمر نے (جبکہ علی مرتضیٰ اُن کو راہ صواب دکھاتے تھے اور خطا سے بچاتے تھے) ستر و بروایتے بہتر مرتبہ فرمایا کہ "لولا علی لہلک عمر" اگر علی نہ ہوتے تو ہلاک ہوجاتا عمر۔

حضرت عمر اور فن نسب دانی

نسب دانی کا فن اگر حضرت عمر کے خاندان مین موروثی چلا آتا تھا اور حضرت عمر نے بھی وہ فن بذریعہ ارث کے پایا تو یہ بات کسی فخر اور تفوق کی نہین ہوسکتی تھی۔ عرب مین اکثر خاندان ایسے تھے جو اس فن مین پوری مہارت رکھتے تھے۔

ذیعلم مصنّف نے حضرت عمر کے فن نسب دانی کو بہت ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ظاہر کیا ہے جسکی مسلمانون مین عموماً شہرت نہین ہے۔ خاندان بنی ہاشم مین اُسی زمانہ مین عقیل بن ابی طالب ماہر انساب عرب ایسا نامور گذرا ہے جسکی شہرت ہزارون مسلمانون مین اسوقت تک زبان زد ہے۔ اور عرب مین نسب کا خیال ایسا تخیل تھا کہ انسانون سے گذر کر گھوڑون اور اونٹون کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے چنانچہ ذیعلم مصنّف نے خود (۲۰) مین لکھا ہے کہ "بچہ بچہ اپنے آبا و اجداد کے نام اور اُن کے رشتے ...

دس دس بارہ بارہ پشتون تک محفوظ رکھتا تھا یہان تک کہ انسانون سی گذر کر گھوڑون اور اونٹون کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے۔"

ایسی حالتمین ملک عرب مین نسب کے فن مین مہارت کا پیدا ہونا باعث اسکا نہین ہوسکتا کہ اُسکا ذکر فخر کے ساتھ کیا جائے جبکہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ ملک عرب کا اُس فن کا شوق رکھتا تھا جسکا انجام یہ ہوا کہ یہ فن خدمت کی شان سے ادنیٰ درجہ کے لوگون کے ہاتھ مین رہ گیا۔

ہندوستان مین خدمت نسب دانی جب عرب کی نسلین خصوص سادات بنی فاطمہؑ اصل سرداران قوم عرب ہندوستان مین آئے تو اُنھون نے اس خدمت کو نہایت کم درجہ لوگون کے ذمہ کر دیا جسکا نشان اسوقت تک ہندوستان مین مثل سادات بارہہ و قصبہ امروہہ وسرسی ضلع مرادآباد کے موجود ہے۔ یعنی نسب دانی کی خدمت میراثیون اور بھاٹون کے سپرد کر دیگئی جن کو نساب کہتے ہین۔

اگر فن نسب دانی کوئی فخر کے قابل بات ہوتی تو سادات قوم عرب اُس فن کو ایسے کم درجہ لوگون کے سپرد نکرتے۔ پہلوانی اور کشتی کے فن مین ذ تعلیم مصنف نے حضرت عمر کی نسبت بیان کیا ہی کہ "وہ عکاظ کے دنگل مین معرکہ کی کشتیان لڑتے تھے" اور قیاس کیا ہے کہ "حضرت عمر نے اس فن مین پورا کمال حاصل کیا تھا۔

فن پہلوانی ہم حضرت عمر کی پہلوانی اور کشتی کے فن مین کمال حاصل کرنے اور اُنکی شہسواری کی بابتہ جسکی نسبت ذ تعلیم مصنف نے کہا کہ "وہ اُنکا کمال عموماً مسلم ہے" صرف اسقدر کہنا چاہتے ہین کہ ان فنون مین حضرت عمر کا کمال عہد پیغمبرؐ مین حمایت پیغمبرؐ کے واسطے کسی موقع پر کوئی بھی ثابت نہین ہوا ہی

جہان جہان بڑی بڑی معرکہ آرائیان اور جنگ و جدال واقع ہوئی وہان حضرت
عمر نے ہمیشہ میدان جنگ کو چھوڑ دیا اور میدان سے جدا ہو جانے کو ذریعہ
جان کی حفاظت کا گردانا جسپر تمام تاریخین اسلام کی بالاتفاق گواہی دے
رہی ہین۔

برخلاف اسکے علی مرتضیٰ کی حالت او شان ظاہر ہوئی ہے کہ سیکڑون
شجاعان عرب کو جنھون نے قتل کیا اور خود بھی معرکون مین زخم کھائے کوئی
قبیلہ عرب مین باقی نہ تھا جسکا نامور ممبر ان کے ہاتھ سے مقابلہ مین قتل نہ ہوا ہو
اور میدان جنگ مین ہمیشہ جمے رہے جسکی مثال خدا نے قرآن مین دی ہے۔
جیسے سیسہ پلائی ہوئی بنیاد " کانھم بنیان مرصوص "

اگر پہلوانی اور کشتی اور شہسواری مین جیسا ذی علم مصنف قیاس کرتے
ہین حضرت عمر کو کمال تھا تو انھون نے عہد پیغمبر مین کسی موقع پر یا اپنے زمانہ خلافت
مین اپنی ذات سے وہ کمال کیون نہین دکھایا ہان ایسی حالت مین یہ قیاس
کیا جا سکتا ہے کہ وہ محبت اسلام و انس پیغمبر سے اپنی جان کی حفاظت مقدم
سمجھتے تھے ؎ ہرجاے مرکب توان تاختن + کہ جاہا سپر باید انداختن

خندق مین حضرت عمر کی پہلوانی

غزوہ خندق مین بیس پچیس روز مسلمان
محصور رہے اور دشمنون کو یہ جوش و غا تھا
کہ عمرابن عبدود گھوڑا اکدا کر آیا اور چند بار مبارز طلب کیا۔ تو پیغمبر نے چند بار اپنے اصحاب
کیطرف خطاب کرکے فرمایا کہ "کوئی ایسا ہی جو اسکے شر سے بچائے" کسی نے کچھ جواب
نہ دیا اور ایسی حالت تھی کہ جیسے ان کے سرون پر جانور بیٹھا ہے۔ حضرت عمر اس وقت
یہ بولے کہ ایکمرتبہ ہم اس شخص کے ساتھ قافلہ مین تھے کہ ایک ہزار قزاقون نے قافلہ پر حملہ کیا اس نے
بجای سپر کے اونٹ کا بچہ اٹھا لیا تھا اور تنہا ان قزاقون کو پسپا کر دیا تھا آجتک ہیبت اسکی

ہمارے دلون مین میٹھی ہوئی ہی" مگر علیؑ مرتضی ہر مرتبہ پیغمبرؐ کے اُس فرمانے پر آمادۂ حرب ہوتے تھے لیکن پیغمبرؐ اُن کو روکتے تھے۔ آخر کار جب کوئی عمرابن عبدود سے مقابلہ کے لئے نہ نکلا تو علیؑ کو پیغمبرؐ نے اجازت دی اور علیؑ مرتضی نے اُسکے ہاتھ سے زخمی ہوکر اُسکو قتل کیا۔

اگر حضرت عمر کو سپہگری پہلوانی اور شہسواری مین کمال تھا تو کیا وجہ ہے کہ نہ تو اُسوقت عمرابن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے (حالانکہ علیؑ مرتضی کو دیکھکر اُسنے خود حضرت عمر کو خاصتہً کہا تھا کہ وہ حضرتؐ کیون جنگ کو نہین آتے) اور نہ جسوقت کہ قزاقون نے حملہ کیا تھا اُسوقت اُنھون نے قزاقون کا مقابلہ کیا۔ اور عمرعبدود کیطرح اُسوقت اور علیؑ مرتضی کیطرح اسوقت سپہگری پہلوانی اور شہسواری کے کچھ جوہر نہ دکھائے۔!!

ضرار ابن خطاب کے مقابلہ مین حضرت عمر ابن الخطاب کی سپہگری

یا جسوقت کہ علیؑ مرتضی نے ابن عبدود کو قتل کرکے اُسکے ساتھیون کیطرف رخ کیا ہی اور بھاگنے والون مین ضرار ابن خطاب کے قتل کے لئے خود حضرت عمر اُسکے پیچھے ہوئے تھے جیساکہ صاحب تاریخ خمیسؒ و صاحب ازالۃ الخفا و دیگر مورخین اسلام نے لکھا ہی تو کیون اُسکے نیزہ کا چرکہ کھاکر اور بقول اُسکے وہ نیزہ کا گھاؤ ہمیشہ کے لئے ایک نعمت خوشگوار اُسکی طرف سے یادگار لیکر گردن جھکائے واپس چلے آئے اور کیون اپنے فن پہلوانی اور کشتی اور سپہگری کی ایسے شخص کے مقابلہ مین بھی کیفیت نہ دکھائی۔

عکاظ کے دنگل مین قواعد

عکاظ کے دنگل یا کسی تعلیم گاہ عرب کی تعلیم کا فخر اُسی وقت شایان ہوسکتا ہی کہ جب کسی دنگل یا تعلیم گاہ سے کسی فن مین کمال حاصل کیا ہو اور دود کمال

ف روضۃ الصفا۔

ف مطبوعہ بمبئی جلد اول ص ۶۸

کسیوقت ظاہر ہوا ہو۔ قوم عرب کی طینت مین مفاخرت اور منافرت تھی جو کوئی جب کسی دنگل یا تعلیم گاہ مین شریک ہوتا تھا دوسرے لوگ مفاخرت اور منافرت کا لحاظ رکھکر اُس پر نظر ڈالتے تھے کہ یہ کس درجہ کا ہی۔ اور اُسکے ساتھ اُسی درجہ کا لحاظ رکھتے تھے جس درجہ کا وہ ہوتا تھا۔

خولہ بنت حکیم کا حضرت عمر سے مکالمہ

حضرت عمر جس زمانہ مین مسند آرائے خلافت تھے اُس زمانہ مین ایک مرتبہ خولہ بنت حکیم حضرت عمر کو ملی۔ حضرت عمر نے خود اُسکو سلام کیا۔ اُس نے جواب مین کہا کہ ای عمر کچھ اور کہہ مین تجھے پہچانتی ہون تیرا نام عکاظ کے بازار مین عمیر تھا اور تھوڑے دنون بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب بہت عرصہ نہین ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا۔“

خولہ بنت حکیم مشاطہ گری کا پیشہ رکھتی تھی۔ قطع نظر اسکے کہ وہ عربی النسل تھی مگر ایسے پیشہ ورون کو ہر ایک کے حسب نسب اور شرف و منزلت سے آگاہ ہونا بلحاظ فرائض پیشہ کے ضروری امر ہوتا تھا۔ جیسے وہ حضرت عمر کو پہچانتی تھی ویسے ہی حضرت عمر اُسکو پہچانتے تھے اور اُس کا یہ ادب کیا کہ سبقت سلام کی اُس پر کی اس خوف سے کہ خود نہ بول اُٹھے لیکن تو بھی وہ جواب دینے سے نہ چوکی اور آہستہ آہستہ جو انکی تعظیم نام اور لقب سے ہوئی اُسکو ظاہر ہی کر دیا۔

اس روایت سے ظاہر ہی کہ جو زمانہ حضرت عمر کے ابتداء سن کا تھا جبکہ وہ عکاظ کے دنگل مین کشتی لڑا کرتے تھے اُس زمانہ مین حضرت عمر کا نام عمیر صیغہ تحقیر سے ضرور لیا جاتا تھا کہ جو آخر کار بازار عکاظ مین آشکارا ہوا۔ اور جس سی بخوبی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانہ مین حضرت عمر کس درجہ

مفاخرت اور منافرت سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت عمر کے فن مقرری اور منصب سفارت کی حقیقت

بیان فن مقرری کے وقت حضرت عمر کی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "قوت تقریر کی نسبت کوئی مصرح شہادت موجود نہین ہی" مگر ذیعلم مصنف یہ قیاس کرتے ہین کہ "قریش نے اُن کو سفارت کا منصب دیا تھا اور یہ منصب اُس شخص کو ملسکتا تھا کہ جو تقریر اور معاملہ فہمی مین کمال رکھتا تھا۔

ذیعلم مصنف سے اِس قیاس مین سخت غلطی ہوئی ہی کہ اُنھون نے منصب سفارت کو ذریعہ قوت تقریر کا گردانا ہی حالانکہ قوت تقریر جس کسی کے لئے قوم اُسکے عہد مین قبول کرلے اُسکو منصب خطابت کا دیا جانا قبول ہوسکتا ہی اِس لئے کہ خطیب وہ ہوسکتا ہے جو اپنے دل اور دماغ سے تقریر کو پیدا کرے اور اُسکے لئے ضرور ہے کہ صانع حقیقی نے دل اور دماغ اُس قسم کا وضع کیا ہو اور اُس شخص نے ہر طرح کے علوم مین دستگاہی پیدا کی ہو۔

منصب سفارت کی شان اِسکے خلاف ہی۔ سفیر کا کام صرف یہ ہے کہ جو معاملہ بطور پیغام پہنچانے کے سپرد کیا جاے اُس مضمون کو اُن الفاظ مین ادا کردے جو اُسکو بتائے گئے ہون۔

سفارت کا منصب کسی کو حاصل ہونے سے یہ قیاس ضرور کیا جائیگا کہ وہ گونگا نہین ہی۔ ہمیشہ زمانہ نے تجربہ سے یہ دکھا دیا ہی کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اُن مین قوت تحریر اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مگر قوت تقریر نہین ہوتی۔

بعض دل اور دماغ ایسے ہوتے ہین کہ جنمین قوت تحریر و تقریر دونون اعلیٰ درجہ

کی ہوتی ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ جنہین نہ قوت تحریر ہوتی ہے نہ قوت تقریر۔ اور ایسی قوتون کے وجود مین وضع دماغ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسی حالتمین حضرت عمر کی نسبت محض منصب سفارت کی وجہ سے وصف قوت تقریر کا قیاس صحیح نہین ہے جبکہ یہ قبول ہے کہ "وہ قوت تقریر کیواسطے کوئی شہادت موجود نہین" اگر یہ وصف بھی اونہین ہوتا توجس طرح بیان منصب سفارت کا صحیح یا غیر صحیح یا بہ تبدیل نوعیت کیا گیا اونکی قوت تقریر کا زمانہ قائل ہوتا۔ جیساکہ زمانہ نے اوسی عہد مین مان لیا تھا اور مانتا چلا آتا ہے کہ علی مرتضٰی سے زیادہ کوئی فصیح و بلیغ اور تقریر کرنے والا نہین تھا۔

حضرت عمر کے مذاق شاعرانہ کی حقیقت	ذی علم مصنف نے بہان عکاظ کو کشتی کا دنگل بیان کیا ہے وہان

یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ "عکاظ کے سالانہ میلے مین تمام اہل فن جمع ہو کر اپنے کمالات کے جوہر دکھلاتے تھے" اور چار شاعرون کا نام لیکر بتاتے ہین کہ "وہ اسی تعلیم گاہ کے تعلیم یافتہ تھے جنکو شاعری اور ملکہ تقریر مین تمام عرب مانتا تھا" اور پھر حضرت عمر کی نسبت فرماتے ہین کہ "نہایت عمدہ مذاق شاعری رکھتے تھے اور مشہور شعراء کے چیدہ اشعار یاد تھے" اور یہ قیاس کرتے ہین کہ "یہ مذاق اونہون نے جاہلیت ہی مین عکاظ کی تعلیم گاہ مین حاصل کیا ہوگا۔ اسلام لانے کے بعد وہ مذہبی اشتغال مین ایسے محو ہو گئے تھے کہ اس قسم کے چرچے بھی چندان پسند کرتے تھے"

---

۵۱ نابغہ ذبیانی حسان بن ثابت۔ قیس بن ساعدہ۔ خنساء

اگر مذاق یا فن شاعری حضرت عمر کا عرب میں مسلم ہوتا اور عکاظ کی یونیورسٹی
سے اونہوں نے کوئی فائدہ معتد بہ حاصل کیا ہوتا تو اونکی بھی اس مذاق اور
فن میں ویسی ہی شہرت ہوتی جیسی دوسرے شعرا کی ذیعلم مصنف نے تخصیص کی ہے۔ اور جیسے
در کعبہ پر ایام جاہلیت میں شاعروں کا کلام جو سبعہ معلقہ کے نام سے مشہور ہے آویزان ہوا
تھا ویسے ہی جاہلیت میں حضرت عمر کا کلام بھی خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا ہوتا یا وہ بھی منجملہ
اُن شعرا کے ایک ہوتے جنکا کلام سبعہ معلقہ کی نام سے آویزان ہوا تھا اور نہ اسلام لانے کے بعد
اشغال مذہبی میں اس درجہ محو ہو جانا پایا جاتا ہے کہ وہ شاعرانہ چرچے ناپسند کرتے ہوں
۔ نہ مذہب اسلام میں محویت مانع اوس قسم کے چرچوں کی تھی نہ ہوسکتی تھی
اشغال مذہبی عہد پیغمبرؐ میں دو ہی قسم کے تھے ایک رواج مذہب اسلام
میں پیغمبرؐ کا ناصر و معین ہونا۔ دوسرے عبادت خدائے واحد میں زیادہ وقت
صرف کرنا۔ سو انہیں دونوں امر میں نہ تاریخی واقعات ایسے موجود ہیں
نہ قرآن ایسی شہادت دیتا ہے جنکا یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ حضرت عمرؓ کو اشغال
مذہبی میں کس درجہ محویت ہوگئی تھی۔

ہاں تاریخی واقعات اور قرآن علی مرتضیٰؑ کی نسبت بے شک گواہی دیتے
ہیں کہ وہ اشغال مذہبی میں کیا نصرت پیغمبرؐ و رواج دین اسلام میں اور کیا عبادت
خدائے واحد میں محو ہو گئے تھے اور کوئی نفس زندگی انکا انہیں اشغال سے
خالی نہیں ہوتا تھا۔ اور تمام اوقات اون کی عمر کے انہیں مشاغل میں صرف
ہوئے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت عمر کا عکاظ کی یونیورسٹی میں تعلیم پانا گو کسی حیثیت اور نوعیت
سے تسلیم کیا جاوے وہ رتبہ فخر کا بمقابلہ اوس کسی کے کسی طرح نہیں کہہ سکتا

جسنے پیغمبرؐ کی گود اور پیغمبرؐ کے گھر مین جو گھر قدیم سے امرا قریش کا تھا تعلیم اور تربیت پائی ہوا ور ایسی تعلیم و تربیت سے جس کسیکو فخر حاصل ہوا ہو۔ اور اوس تعلیم و تربیت کا فخر ہر مسلمان کے دل پر نقش ہو۔ اوسکے مقابلہ مین کچھ روایتون سے جنکی قطعی صحت نہو تعلیم و تربیت حضرت عمر کا عکاظ کے دنگل اور تعلیم گاہ سے قیاسی فخر پیدا کرکے اس زمانہ کے مسلمانون کے سامنے پیش کرنا نقش بر آب ہے۔

حضرت عمر کی تجارتی معاش

ذی علم مصنف حضرت عمر کا فنون سے فارغ ہوکر فکر معاش مین مصروفیت کا یون ذکر کرتے ہین کہ "عرب مین معاش کا ذریعہ زیادہ تر تجارت کا تھا اونہون نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور یہی شغل اونکی بڑی ترقیون کا سبب ہوا۔ تجارت کی غرض سے دور دور ملکون مین جاتے تھے۔ بڑے بڑے لوگون سے ملتے تھے۔ خودداری، ملبند حوصلگی تجربہ کاری معاملہ دانی کے اوصاف اسلام لانے سے قبل پیدا ہو گئے تھے۔ ان سفرون کے حالات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہونگے لیکن کسی مورخ نے ان پر توجہ نہین کی۔ علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے عراق و شام مین سفر کئے عرب و عجم کے بادشاہون سے ملے۔ اسکے متعلق واقعات کتاب اخبار الزمان اور کتاب الاوسط مین لکھے ہین" مگر خود ہی ذی علم مصنف یہ کہتے ہین کہ "وہ کتابین ناپید ہوگئین مین نے قسطنطنیہ کے تمام کتب خانے چھان مارے لیکن کچھ کامیابی نہوئی۔ محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق مین حضرت عمر کے سفر کے کچھ واقعات لکھے ہین میری نگاہ سے گذرے اون مین کوئی دلچسپی نہین ہے"

اس امر پر کہ حضرت عمرؓ نے ذاتی حیثیت سے تجارت اختیار کی تھی
یا وہ اپنی ذاتی تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے یقین یا اطمینان ہونا بہت
دشوار ہے۔

صاحب حیاۃ الحیوان دمیری لکھتے ہین کہ "ابوبکر صدیق اور عثمان
اور طلحہ اور عبدالرحمن بن عوف بزاز تھے اور حضرت عمرؓ دلال تھے درمیان
بایع اور مشتری کے کوشش کرتے تھے"

دلالی کا پیشہ درمیان بایع اور مشتری کے جن کا تعلق دوکاندارون
اور خریدارون سے ہوتا ہی معیوب اور ادنی درجہ کا سمجھا گیا ہی اسی دلالی
کو تقریر کی تعلی سے تجارت قرار دیا گیا ہی۔

مین ذی علم مصنف کے اس قیاس سے بھی متفق نہین ہوسکتا کہ "
حضرت عمرؓ کے سفرون کے حالات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہونگے" ذیعلم
مصنف خود قبول کرتے ہین کہ "مورخون نے انپر توجہ نہین کی" جس سے
یہ نتیجہ نکلنا چاہیئے کہ مورخین نے انکو دلچسپ و نتیجہ خیز نہ سمجھکر قابل توجہ کے نہ جانا

علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین جن دو کتابون مین حضرت عمرؓ کے
واقعات کا ذکر کیا ہی اور جن کتابون کی نسبت ذی علم مصنف کو خیال گذرا ہی
کہ "ان مین وہ دلچسپ و نتیجہ خیز حالات ہونگے" یہ ذیعلم مصنف کا صرف شبہہ
ہی شبہہ ہی کہ جس شبہہ نے ان کو قسطنطنیہ کے تمام کتب خانون کے چھان مارنے
مین بہت تکلیف دی۔ ورنہ درحقیقت ان کتابون مین بھی وہی سادہ واقعات
ہونگے جو محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق مین لکھے ہین اور جو ذیعلم مصنف کی
نگاہ سے گذرے ہین اور جنکی نسبت وہ یہ رائے دیتے ہین کہ "ان مین کوئی
دلچسپی نہین" اور اس رائے سے اس امر کی تائید ہوتی ہی کہ ان مورخون نے

ہی [جن کی نسبت ذیعلم مصنّف یہ کہتے ہین کہ اُنھون نے توجہہ نہین کی]
دراصل اُن واقعات سفر پر توجہّہ کر کے اُنکو عمداً ترک کردیا ہے کہ وہ واقعات
دلچسپ اور نتیجہ خیز نہین تھے۔ بلکہ یہ قیاس کیا جاتا ہی کہ اُن واقعات سے نقص
کسی وصف حضرت عمر کا ہوتا تھا اس لئے اُن متورخین نے اُن کو عمداً ترک کیا
اور ہمارے اِن ذی علم مصنّف نے بھی اپنے مذاق کے موافق اُن کو دلچسپ
نہ سمجھ کر چھوڑا۔

لیکن حضرت عمر کے مطلق سفر کرنے سے انکار نہین ہو سکتا گو وہ کسی
غرض سے ہو اور گو اُسکے حالات سے کسی قسم کا نتیجہ نکلتا ہو اور یہ امر تسلیم کرلینے
کے قابل ہی کہ وہ عراق اور شام کے سفرون اور عرب و عجم کے بادشاہون کے
دربار مین حاضر ہونے سے تجربہ کار اور جہاندیدہ ہو گئے تھے اور اُن کے
دماغ نے ایسا مادّہ اخذ کرلیا تھا کہ اپنی حفاظت اور بہبودی اور ترقی کی کو
وہ کوئی نوعیت رکھتے تدبیرون مین کامیابی حاصل کرتے چلے جاتے۔ اور
کچھ شبہہ نہین ہی جیسا کہ ذیعلم مصنّف نے کہا ہی کہ "یہی شغل اُن کی بڑی
ترقیون کا سبب ہوا"

بعد وفات پیغمبرؐ کہ ہنوز لاش پیغمبرؐ کی دفن نہین ہوئی تھی سقیفہ بنی
ساعدہ مین پہنچکر اور موقع غیر حاضری علی مرتضےٰ کا پاکر کہ وہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ مین
مصروف تھے قدیمی امارت اور بادشاہت کو خاندان پیغمبرؐ سے نکالا اور علی مرتضےٰ
کو جانشین پیغمبرؐ کا نہ رہنے دیا اور ابتداءً خود خلافت کو قبول نکیا اس اندیشہ سے
کہ علی مرتضےٰ کیطرف سے نہ معلوم کیا آفت برپا ہو اور وہ حضرت ابوبکر تو بڑے
جدید خلیفہ کے سرہی رہے اور خود اُس صدمہ و آفت سے محفوظ رہین۔ اور
یہ سمجھا کہ حضرت ابوبکر سن رسیدہ ضعیف القویٰ شخص ہین اُنکے عہد مین زمام حکو

اپنے ہاتھ مین رکھینگی اور وہ قبل اپنی وفات کے سوائے میرے کسی دوسرے کے لئے استخلاف نکر سکینگے اور احسان کی جزا احسان سے کرینگے۔

چنانچہ انھین فکرون اور تدبیرون کا نتیجہ حضرت عمر کی کامیابی کے لئے ہوا اور ذلعیلم مصنف نے یہ سچ کہا ہی کہ "وہ شغل اُنکی بہت بڑی ترقی کا سبب ہوا" اور ہمین بھی حضرت عمر کی اِن چالاک فکرون اور ہوشیار تدبیرونکی داد دیتا ہون۔

حضرت عمر کا واقعہ قبول اسلام

ذلعیلم مصنف حضرت عمر کے قبول اسلام کے قصہ کو لکھتے وقت قبول کرتے ہین کہ "حضرت عمر کا ستائیسوان سال تھا کہ رسول صلعم مبعوث ہوئے اور اسلام کی صدا بلند ہوئی" اور یہ بھی ذلعیلم مصنف تسلیم کرتے ہین کہ "حضرت عمر مسلمانون کے دشمن ہوگئے اور جب انکی زدوضرب سے (مسیتپر قابو پایا) کوئی اسلام سے برگشتہ نہ ہوا تو خود بانی اسلام کا قصہ پاک کردینے کے لئے تلوار کمر سے لگاکر سیدھے رسول اللہ کیطرف چلے۔ راہ مین بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہوجانے کی خبر پاکر ان کے گھر گئے اور بہن اور بہنوئی کو خوب مارا اور پیٹا تاکہ وہ اسلام پر قایم نرہین لیکن جب اُنھون نے کسی طرح اسلام سے برگشتہ ہونا قبول نہ کیا تب بعض آیات قرآنی سنکر مسلمان ہوگئے اور رسول کے پاس پہنچکر اپنا ایمان ظاہر کیا"۔

ہم کو اس واقعہ سے کچھ اختلاف نہین ہے۔ لیکن اس تمام واقعہ سے حضرت عمر کی تجربہ کاری اور ہوشمندی پر نظر رکھکے جو قیاس صحیح پیدا ہوتا ہی اُسکے ظاہر کرنے سے باز نہین رہ سکتے۔

حضرت عمر کے مسلمان ہونے کی حقیقت۔

یہ امر مسلم ہوچکا ہی کہ حضرت کے دل مین شدت کفر اور دشمنی پیغمبر او مسلمانون کی اسدرجہ تھی کہ وہ خود پیغمبر کا تلوار سے قصہ فیصل کرنے پر برانگیختہ ہوکر چلے

اور یہ بھی تسلیم ہو چکا ہی کہ خودداری اور بلند حوصلگی اور تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سفرون اور تجارت کے ذریعہ سے حضرت عمر مین پیدا ہو چکی تھی۔

اسی خودداری اور بلند حوصلگی نے انکو صریح ہی کہ اس بات پر آمادہ کیا کہ امارت قریش کے سردار کا کہ جو کل قوم عرب کی اصلاح کا دعوی کرتا ہی اور جسکا نتیجہ کل پر امیر ہو جانے کا اور کل قوم کو بلکہ کل جہان کو اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے۔ فیصلہ کر دون تو قریش بھی کو امیر قبول کر لینگے کہ اسوقت سوا ے چند مسلمانون کے کل قوم قریش اور کل قوم عرب دشمن جانی پیغمبر کی تھی اور جس خاندان امارت مین ایسا دشمن قوم عرب کا ہی اسکے قتل ہونے کے بعد [illegible] قوم عرب اس خاندان سے ہرگز کسیکو امیر [illegible] [illegible] اپنا امیر بنائین گے۔ لیکن جب [illegible] واقعہ [illegible] عزیز خاندان والے بھی ایسے پختہ مسلمان ہو گئے ہین [illegible] ترک نکرسکین گے اور اسی سے انھون نے سمجھ لیا کہ [illegible] وہ ضرور افضلیت حاصل کر کے مسلمانون کو اعلی ترقی [illegible] وہین سے حضرت عمر نے اپنی پالیسی پلٹی کہ بجاے [illegible] بانی اسلام [illegible] کو قتل کرین خود اپنا ان کے زیر فرمان [illegible] وہی ذریعہ اپنی ترقی کا ہو۔ حضرت عمر کے اسلام قبول [illegible] رسول سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جو [illegible] عمر پیغمبر کے سامنے گئے ہین اور اس [illegible] شہادت پڑھا ہی۔ واقعہ یہ ہی کہ جب [illegible] عمر آنحضرت [illegible] نے فرمایا کہ وو

[illegible] باعمر حتی ینزل اللہ بک [illegible]

عن الجزی والنکال ما انزل بالولید بن المغیرہ فقال عمر اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک عبد اللہ ورسولہ

اگر نازل کرے اللہ تیرے لئے خواری و رسوائی اور عقوبت سے جو کچھ کہ نازل کیا اللہ نے ولید بن المغیرہ کے لئے پس حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑھا؟

اور مفسرین نے اتفاق کیا ہی کہ ولید بن مغیرہ کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی ہی

ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین۔

ترجمہ۔ اطاعت مت کر کسی دروغ سوگند کھانیوالے خوار کی۔ عیب کرنیوالے اور سخن چینی کیطرف جانے والے کی۔ باز رکھنے والے کی خیر سے اور تعدی کرنیوالے بدکردار کی، درشت جفاکار، حرامزادہ کی اگرچہ وہ صاحب مال اور بیٹون والا ہو؟

ارشاد پیمبر کو سنکر جو حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑہا۔ اس واقعہ سے زیادہ کوئی امر وجہ انکی حالت اسلام قبول کرنے کی ظاہر نہین کرسکتا۔

حضرت عمر کی وجہہ سے علانیہ اداے فرائض کی حقیقت

ذی علم مصنف حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کے بعد جسکو وہ سنہ نبوی کے چھٹے سال کا واقعہ ظاہر کرتے ہین تاریخ اسلام مین نئے دور کا شروع ہونا ظاہر کرتے ہین کہ وہ اسوقت تک اگرچہ چالیس پچاس آدمی اسلام لاچکے تھے عرب کے مشہور بہادر سید الشہداء نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی علانیہ نہین ادا کرسکتے تھے اور کعبہ مین نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔

حضرت عمر کے اسلام کے ساتھ دفعتاً یہ حالت بدلگئی اور مسلمانون کی

اور متقاد اُس دین کا عالم مین نہین تھا۔ اور کعبہ مین اظہار اسلام اور دعوت اسلام کا قصہ اہل سیر و تواریخ اسطرح لکھتے ہین کہ جب ۳۹ شخص اصحاب رسول کے ہوگئے تھے حضرت ابوبکر کے اصرار سے پیغمبر ظاہر ہوئے اور مسلمان نواحی مسجد مین متفرق ہوگئے۔ حضرت ابوبکر خطبہ پڑھتے تھے اور پیغمبر بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے ابوبکر پر حملہ اور اُنکو بہت زد و کوب کیا (جس چیز سے کہ اُن کو مارا اور جس طرح مارا اُسکی تفصیل کتب تواریخ مین درج ہی)۔ حضرت ابوبکر اس دردناک واقعہ سے بیہوش ہوگئے اور اُنکی قوم اُنکو اُٹھا کر لیگئی"

حضرت عمر سے نماز کے لئے کعبہ مین قتال کی مفصل حقیقت

حضرت عمر سے کعبہ مین نماز کے لئے جو قتال کا ذکر کیا جاتا ہی جسمین یہ مذکور ہے کہ کسکو حضرت عمر نے قتل یا زخمی کیا؟ اور کسکے ہاتھ سے حضرت عمر کے زخم لگا؟ اور کون کون حضرت عمر کے مقابلہ مین آیا تھا؟ اگر حضرت عمر سے کوئی مقابلہ کفار مکہ سے ہوا ہوگا جسکا نشان کسی اور جگہہ سے نہین ملتا ہی تو وہ جنگ ایسی ہی ہوئی ہوگی جیسے حضرت ابوبکر سے ورنہ قتل و قتال کا حکم قبل ہجرت نہین دیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ روایت مقاتلہ عمر کی محض مصنوعی ہی اور اگر حضرت عمر نے خلاف حکم خدا و رسول قتال کیا تو اُس سے فضیلت حضرت عمر کی وہی پیدا کر سکتے ہین جو اُنکے فعل بیجا بھی مستحسن قرار دیتے ہین۔

---

۵۱ تاریخ الخلفا للسیوطی ص ۲۶ و روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ و جامع البیان و کتاب منتقی۔ ۱۲

۵۲ معارج النبوۃ صہ ۴ سطر ۱۲ رکن سوم باب دوم مطبوعہ بمبئی۔ ۱۲ منہ

حضرت امیر حمزہ سید الشہدا کے مسلمان ہوجانے اور حضرت ابو طالب کے زیر حفاظت ہونے سے پیغمبرؐ کو یہ نصرت پہنچ چکی تھی کہ کوئی کافر و مشرک پیغمبرؐ کو اذیت نہین پہنچا سکتا تھا البتہ یہ ضرور ہے کہ جون جون مسلمان زیادہ ہوتے جاتے تھے ویسے ہی تقویت مذہب اسلام کو اور پیغمبرؐ کو ہوتی جاتی تھی۔

حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے نئے دور کی حقیقت

ایسے ہی حضرت عمر کے اسلام مین شامل ہونے سے زیادہ تقویت پیغمبر اور مذہب اسلام کو ہوئی۔ لیکن یہ امر کہ "حضرت عمر کے اسلام لانے سے نیا دور پیدا ہوا اور فرائض مذہبی علانیہ ادا ہونے لگے اور کعبہ مین نماز پڑھی جانے لگی" مسلم نہین ہوسکتا۔

اگر حضرت عمر کے اسلام لانے سے یہ نیا دور پیدا ہوگیا تھا تو ہجرت حبشہ اُسوقت کیون کی گئی جبکہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے وقت سے تعداد مسلمانون کی دُگنی ہوگئی تھی اور پھر پیغمبرؐ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت کیون ہوئی؟ اور حضرت عمر اور دیگر مسلمان پیغمبرؐ سے پہلے مدینہ کو کیون ہجرت کرکے چلے گئے؟

جب ادائے فرائض مذہبی حضرت عمر کی وجہ سے علانیہ ہونے لگے تھے اور کعبہ مین نماز پڑھنا قائم ہوگیا تھا تو مکہ سے ہی مذہب اسلام تمام قوم عرب مین اور تمام ملکون مین پھیلایا جاسکتا تھا حالانکہ تمام مورخ اسپر متفق ہین کہ جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہوگیا اور حمایت پیغمبرؐ مین ضعف آگیا اور کفار اور مشرکین مکہ بالکل قتل پیغمبرؐ پر آمادہ ہوگئے اُسوقت پیغمبرؐ نے ہجرت کی ہے جیسا کہ مصنف نے بھی بیان ہجرت مین قبول کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی قوت سے نہ پیغمبر کی حفاظت ہوسکتی تھی اور نہ دین اسلام جاری ہوسکتا

تک نہ قائم رہ سکتا تھا۔

حضرت عمر کے اسلام لانے سے اگر دنیا دورخ ہو گیا تھا تو یہ افسوس ہے کہ وہ دور نہایت ضعیف تھا اور پیغمبر کی ہجرت سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔

مدینہ میں حضرت عمر کا صیغہ اخوت

ذی علم مصنف نے بیان ہجرت میں حضرت عمر کی فضیلت کیلئے ایک یہ امر بیان کیا ہے کہ مدینہ میں پہنچکر جو مہاجر جس رتبہ کا ہوتا تھا اسی رتبہ کے انصاری کو اسکا بھائی بناتے تھے۔ حضرت عمر کا جو بھائی قرار دیا اسکا نام عتبان بن مالک تھا جو قبیلہ بنی سالم کے سردار تھے۔ اور خود ہی ذی علم مصنف حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں عتبان کی جگہ اوس بن خولی کا نام لکھا ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے۔ لیکن ذی علم مصنف تعجب کرتے ہیں کہ خود علامہ موصوف نے اصابہ میں ابن سعد کے حوالے سے عتبان کا نام لکھا ہے اور اوس بن خولی کا جہاں نام لکھا ہے حضرت عمر کی اخوت کا کچھ ذکر نہیں کیا ہے۔

اصابہ اور فتح الباری میں اختلاف صیغہ اخوت

لیکن مجھ کو ذی علم مصنف کے تعجب پر تعجب ہے۔ اُنھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ حافظ ابن حجر کی تصنیف اول فتح الباری ہے یا اصابہ۔ اور قرینہ صاف یہ چاہتا ہے کہ اول تصنیف حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصابہ ہے جسمیں اُنھوں نے بلا کسی تحقیق کے ابن سعد کے حوالہ سے عتبان کا نام لکھا ہے۔ اور اوس بن خولی کا جہاں نام لکھا حضرت عمر کی اخوت کا کچھ ذکر نہیں کیا کہ اُسوقت تک ابھی یہ تحقیق نہیں ہوئی تھی کہ اوس بن خولی کے ساتھ حضرت عمر کی اخوت قرار دیگئی۔

جب علامہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری تصنیف کی اُسوقت اُنکی تحقیق یہ ہوئی کہ عتبان کے ساتھ حضرت عمر کا صیغہ اخوت نہیں پڑھا گیا بلکہ

حضرت عمر سے جا کر روایت کرتے ہیں

علیؑ مرتضیٰ کو شرف حضوری پیغمبرؐ

لیکن یہ شرف بمقابلہ اُس شرف کے کہ جن صحابہ کو روزانہ صحبت حضوری پیغمبرؐ کی رہتی تھی کم ہے۔ اور علی مرتضیٰ کو جو شرف صحبت پیغمبرؐ حاصل ہوا ہے اُسکے مقابل میں تمام صحابہ کو جو شرف صحبت حاصل ہوا ہیچ ہے۔ خود علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ وہ گود میں رکھا مجھ کو پیغمبرؐ نے درحالیکہ میں طفل تھا۔ اور اور چپٹا لیتے تھے مجھ کو اپنے سینہ سے۔ اور لے لیتے تھے مجھ کو اپنے بستر پر اور مس کرتے تھے مجھکو اپنے بدن شریف سے۔ اور سنگھاتے تھے مجھ کو اپنے پسینہ کی بو۔ اور اپنے منھہ میں چیز کو چبا کر مجھ کو لقمہ دیتے تھے۔ اور مجھ سے کوئی دروغ بات۔ گفتار میں پائی نہیں گئی۔ اور نہ کوئی خطا میرے کردار میں ہوئی۔ بالتحقیق قرین کیا۔ خدائے سبحانہٗ نے پیغمبرؐ کا اُسوقت سے کہ دودھ اُن کا چھٹایا گیا بزرگ ترین فرشتہ ملائک سے۔ جو چلاتا تھا پیغمبرؐ کو مکارم اور محاسن اخلاق عالم پر شب و روز۔ اور میں اُس پیغمبرؐ کی پیروی کرتا تھا جیسے کہ اونٹ کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے جاتا ہے۔ اور بلند کرتے تھے آنحضرت ہر روز میرے لئے ایک نشان اپنے اخلاق سے اور حکم دیتے تھے مجھہ کو اپنی پیروی کا۔ اور ہر آئینہ مجاورت کرتے تھے وہ حضرت ہر سال کوہ حرا کی۔ پس دیکھتا تھا میں اُن کو اور نہیں دیکھتا تھا اُن کو کوئی سوا میرے اور نہیں جمع کیا ایک گھر میں اُس دن اسلام میں غیر رسول اللہ اور خدیجہ کبریٰ کے۔ اور میں تیسرا اُن کا تھا۔ دیکھتا تھا میں نور وحی کو۔ اور سونگھتا تھا میں بوے نبوت کو۔ ہر آئینہ سُنی میں نے آواز اندوہناک شیطان کی جسوقت نازل ہوئی وحی آنحضرت پر۔ پس عرض کی میں نے کہ اے رسول اللہ یہ آواز اندوہگین

کسکی ہی بس فرمایا کہ یہ شیطان ہے تحقیق ناامید ہوگیا اپنی پرستش سے۔ اور تحقیق کہ سنتا ہے تو جو کچھ سنتا ہوں میں اور دیکھتا ہے تو جو کچھ کہ دیکھتا ہوں میں لیکن تو نبی نہیں ہے لیکن تو وزیر ہے اور بیشک تو اوپر خیر کے ہی۔"

اسکا نتیجہ ہر ایک کی سمجھ میں بہ آسانی آسکتا ہے کہ ابتداء صحبت پیغمبر سے علی مرتضیٰ نے سمجھ لیا تھا کہ زمانہ متغیر ہونیوالا ہی اور اُسکے شر کا رنگ خیر سے بدلنے والا ہے۔

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنی مثال رسول خدا سے دی ہی کہ "میں ایسا ہوں جیسے کہ ایک دو شاخہ درخت ایک بیج سے جما ہوا۔ اور جیسے ہاتھ بازو سے" جس سے اندازہ قربت اور صحبت علی مرتضیٰؑ کا پیغمبر خدا سے بخوبی ہوجاتا ہی۔

جب علی مرتضیٰؑ پیغمبر کے ساتھ ایک گھر میں رہتے تھے اور پرورش علی مرتضیٰؑ کی پیغمبر کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں پیغمبر اپنی ذاتی اور اپنے قوت بازو کی کمائی جیسے اپنے اوپر صرف کرتے تھے ویسے ہی علی مرتضیٰؑ پر۔ اور اُس کمائی سے جیسے گوشت اور خون پیغمبر کا پیدا ہوتا تھا ویسے ہی علی مرتضیٰؑ کا۔ اور اسی واقعہ خاص نے علی مرتضیٰ کی نسبت پیغمبر سے کہلوایا ہی کہ "جو تیرا گوشت ہے وہ میرا گوشت ہے اور جو تیرا خون ہی وہ میرا خون ہی" اور جیسے کہ پیغمبر کے گوشت اور خون سے کوئی امر قبیح سرزد نہیں ہوا ویسے ہی علی مرتضیٰؑ کے گوشت اور خون سے بھی کوئی امر قبیح پیدا نہیں ہوا۔

علی مرتضیٰؑ مدینہ منورہ میں بھی ایک گھر میں پیغمبر کے ساتھ رہے یا پیغمبر کے گھر کے برابر دوسرے گھر میں جبکہ دختر پیغمبر کے ساتھ اُن کا نکاح ہوگیا۔

دونوں گھروں کے درمیان جو دیوار تھی اُس میں پیغمبر نے ایک کھڑکی

کر لیا تھا کہ جب پیغمبرؐ اپنے گھر سے باہر جاتے یا اندر آتے تو اُس خوبکلے میں
سے دیکھ لیتے تھے۔ اور مسجد نبوی کے صحن میں پیغمبرؐ نے جیسے اپنا دروازہ
کھلا رکھا ویسے ہی علی کے گھر کا کہ یہ دونوں گھر داخل صحن مسجد ہو گئے تھے۔
علی مرتضیٰ کو اجازت تھی کہ جنب کی حالت میں بھی داخل مسجد ہوں جیسا کہ خود پیغمبرؐ
اپنے لئے جائز سمجھتے تھے[1]۔

پیغمبرؐ اور علیؑ کا تخلیہ ہمیشہ پیغمبرؐ راز داری کے مشورے تنہا
علیؑ مرتضیٰ سے کیا کرتے تھے اور صرف علی مرتضیٰ ہی ایک ایسے شخص تھا
کہ جسکو تنہائی میں ایسا موقع اور مکان نصیب ہوا تھا کہ پیغمبرؐ اور مشورہ
اور راز داری کریں یہاں تک کہ پیغمبرؐ کی بیبیاں اُٹھا دیجاتی تھیں اور بیٹی مرتضیٰ
کی بی بی اور بچے نہیں اُٹھائے جاتے تھے۔

شب و روز میں علی مرتضیٰ کے لئے پیغمبرؐ کے ساتھ ایک ایسا وقت
خاص معین تھا جیسا کہ پیغمبرؐ کے لئے خدا کے ساتھ[2]۔ بمقابلہ ایسی صحبت
کے جو علی مرتضیٰ کو حاصل تھی، حضرت عمر کی وہ صحبت جسکو مصنف نے لکھا ہے
اہل نظر غور کر سکتے ہیں کہ کیا درجہ رکھ سکتی ہے۔

طریقہ اذان ایجاد حضرت عمر ذیل میں مصنف نماز کے اعلان کی طریقہ
کا انتظام یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ
یہودی اور عیسائیوں کے یہاں نماز کے اعلان کے لئے بوق و ناقوس کا
رواج تھا اسلئے صحابہ نے یہی رائے دی۔ ابن ہشام نے روایت کی ہے کہ یہ

---

[1] خصائص امام نسائی و ارشاد مرشد صفحہ ۸۶ [2] ترمذی شریف و ا...د...ند صفحہ
۵۷ ... ۱۲ [3] ارشاد مرشد صفحہ ۱۱ و خصائص امام نسائی بطریق متعددہ ۲...

خود آنحضرت کی تجویز تھی۔ بہرحال یہہ مسئلہ زیر بحث تہا اور کوئی رائے قرار نہین پائی تہی کہ حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اوسیوقت حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا۔

ذی علم مصنف نے جس انداز سے مضمون طریقہ اعلان نماز کا بیان کیا ہی اور اوس سے فخر حضرت عمر کا دکہایا ہے بیشک قابل داد کے ہے جس سے تائید اوسی سخن کی ہوتی ہے کہ وجود پیغمبر سے پہلے نزول نبوت خاندان حضرت عمر مین ہوا تہا۔

• پیغمبر باوصف مبعوث ہوجانے کے اتنی قابلیت بھی نہین رکھتی تھی کہ طریقہ اعلان عبادت خدائے وحدہ لاشریک بہ طرز نو ایجاد کرسکین اور بوق وناقوس کو جو یہودیون اور عیسائیون کے یہان نماز کی اعلان کے لئے تہا تجویز کرین۔ مگر حضرت عمر کے نزدیک ایسے امور عظمیہ کی کچہہ حقیقت نہین تہی اون کے ناخونون مین ایسی باتین پڑی ہوئی تہین کہ رستہ چلتے ہوئے آگئے اور طریقہ اعلان پیغمبر کو بتادیا گویا حضرت عمر پر پہلے ہی وحی نازل ہوچکی تہی۔ اور پیغمبر طریقہ اعلان نماز کے تعین مین حیران و پریشان تہے اور یہودیون اور عیسائیون کے بوق وناقوس کے رواج کو جو اون کے یہان اعلان نماز کے لئے تہا تجویز کرہی چکے تہے اون کے پاس نہ کوئی وحی آسکی تہی نہ اونکی قوت ملکوتیہ کچہہ کام کرسکی تہی کہ حضرت عمر نے اونکو راہ صواب دکہادی! لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"

مسلمانون کو سوچنا چاہئے کہ پیغمبر کی ایسی شان اور حضرت عمر کا ویسا فخر

ظاہر کرنے سے مسلمانون کے دلون مین پیغمبر کی نسبت کیا خیالات پیدا ہوسکتے ہین اور وہ اعتقاد رسالت آنحضرت صلعم پر کہانتک قایم رہ سکتی ہین

روایات متعلق اہلسنت کے بیان طریقہ ندا نماز کے بارہ مین

طریقہ اذان جو روایات مذکور ہوئی ہین اونکا مضمون یہہ ہی

"روایت ابن عمر کے بیان سے۔ اہل اسلام جب مدینہ مین آئے ہین جمع ہوا کرتے تھے۔ لو نماز کے لئے اوقات مقرر کیا کرتے تھے اور کوئی صورت ندا کی نہ تھی۔ ایک روز اونہون نے اسبارہ مین چرچا کیا تو بعض لوگون نے کہا کہ ایک ناقوس مثل ناقوس نصاریٰ کے بنا لو۔ اور بعضون نے کہا کہ ایک بوق مثل قرنائے یہود بنالو۔ عمر نے کہا کہ کسی ایسے شخص کو نہین کھڑا کرتے جو نماز کے واسطے ندا کرے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے بلال! اوٹھہ اور نماز کے واسطے ندا کر۔"

(صحیح بخاری کتاب الاذان صفحہ ۸۵ مطبوعہ دہلی)

"انس سے روایت ہے کہ لوگون نے آتش و ناقوس کا ذکر کیا اوسکے بعد ذکر کیا یہود و نصاریٰ کا۔ پس حکم دیا بلال کو اذان مین شفع اور اقامتہ مین وتر کا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۸۵ مطبوعہ دہلی)

(روایات منقول از فتح الباری جزء ثالث صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴ مطبوعہ دہلی)

"ابو معین نے حلیتہ الاولیا مین روایت کی ہی کہ جب حضرت آدم ع جنت سے تشریف لائے اوسوقت جبریل نے اذان کہی تھی"

"غریب ترین حدیث جو کہ ابتدا اذان کے بارہ مین وارد ہوئی ہے وہ وہ حدیث ہی جسی ابو الشیخ نے عبد اللہ ابن زبیر سے روایت کیا ہی کہ اذان حضرت ابراہیم کی اذان سے لی گئی ہے اور اوسکے بعد

یہہ آیت مذکور ہوئی۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ الخ۔ اوسوقت رسولخدا نے اذان کہی"

"مسند حرث ابن ابی اسامہ مین یہہ روایت ہے کہ اول جس شخص نے اذان کہی وہ حضرت جبرئیل تہے آسمان دنیا مین"

"طبرانی نے سالم ابن عبد اللہ کے طریق سے روایت کی ہی کہ جب رسولخدا کو معراج ہوئی تو پروردگار عالم نے بذریعہ وحی طریقہ اذان تعلیم فرمایا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے حضرت بلال کو تعلیم فرمائی"

"دارقطنی نے اطراف مین انس سے روایت کی ہی کہ جناب رسول خدا نے اذان کا حکم اوسوقت دیا تہا جبکہ نماز فرض ہوئی تہی"

"ابن مردویہ نے بی بی عائشہ سے روایت کی ہی کہ رسالتمآب فرماتے ہین کہ جب مجہے معراج ہوئی تو حضرت جبرئیل نے اذان کہی تو ملائکہ کو گمان ہوا کہ وہی نماز پڑہائین گے۔ اوس کے بعد اونہون نے مجہے نماز کیواسطے آگے بڑہایا پس مین نے نماز پڑہی"

"مسند بزاز وغیرہ مین حضرت علی کی حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ اپنے رسول کو اذان تعلیم کرے تو حضرت جبرئیل ایک جانور جسے براق کہتے ہین لیکر تشریف لائے اور جناب رسول خدا اوسپر سوار ہوئے اور وہی حدیث اذان جبرئیل کی ذکر ہوئی ہے اور اوسمین یہہ بھی مضمون ہی کہ ناگاہ ایک فرشتہ پس پردہ سے نکلا اور اوسنے کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اور اوس کے آخر مین یہہ مضمون بہی ہے کہ اوس فرشتہ نے جناب رسالتمآب کا ہاتہ پکڑا اور حضرت نے اہل سماوات کو نماز پڑہوائی"

مشکوۃ المصابیح فصل ثالث صفحہ ۵ مطبوعہ دہلی مین عبد اللہ ابن زید

بن عبد ربہ سے مروی ہی کہ "جب رسولخدا نے ناقوس بجانیکا حکم دیا نماز کے واسطے۔ مین سوتا تہا۔ کہ ایک شخص (کو دیکہا) اپنی ہاتہہ مین ناقوس لے کر گھومنے لگا۔ مین نے (اوس سے) کہا اے بندۂ خدا کیا ناقوس بیچتا ہے؟ اوس نے کہا تم کیا کروگے؟ مین نے کہا نماز کیواسطے لوگون کو بلائینگے۔ اوسنے کہا کہ مین تم کو نہ بتادون وہ بات جو اس سے بہتر ہے؟ مین نے کہا ہان۔ اوسنے کہا۔ کہو۔ اللہ اکبر۔ الخ۔ اور اسی طرح اقامتہ پس جب صبح ہوئی تو مین رسولخدا کی خدمتمین حاضر ہوا۔ اور مین نے خبر دی اونکو اوس سب جو کچہہ کہ مین نے دیکہا تہا۔ حضرت نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہہ رویائے صادقہ ہی۔ تم بلال کے ساتہہ کہڑے ہو۔ اور بیان کرو اون سے جو کچہہ کہ تم نے دیکہا ہی تاکہ وہ اوس کے موافق اذان دین۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوش آواز ہین پس مین بلال کے ساتہہ کہڑا ہوگیا۔ اور مین اونکو بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ اوس کا بیان ہی کہ عمر بن الخطاب نے یہہ مضمون اپنے گہر مین سنا تو وہ گھر سے نکل آئے اور ردا اونکی زمین پر گھسٹتی جاتی تہی۔ کہنے لگے یارسول اللہ قسم بخدا جسنے آپکو بحق مبعوث کیا ہے۔ مین نے بہی ایسا ہی خواب دیکہا ہی جیسا کہ اوسنے دیکہا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ الحمد للہ اس روایت کو ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی۔ مگر اوسمین اقامتہ کا ذکر نہین ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے لیکن اسمین تصریح قصۂ ناقوس کی نہین ہی"

صاحب فتح الباری شارح صحیح بخاری (جزو ثالث صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ دہلی) لکہتے ہین کہ "غزالی نے وسیط۔ مین نقل کیا ہی کہ تقریباً ۱۰ - ۹ آدمیون نے اذان کی نسبت خواب دیکہا اور جیلی نے شرح تنبیہ مین ۱۴ آدمیون کی

سلہ بڑی گہبراہٹ مین آرہی تہی۔

خواب دیکھنے کا ذکر کیا ہی۔ اور مغلطائی نے نقل کیا ہی کہ بعض کتب فقہا مین یہہ ذکر ہے کہ، آدمیون نے خواب دیکھا"

شارح فتح الباری نے یہہ بہی کہا ہی کہ" وارد ہوئی ہین حدیثین اسپر کہ تحقیق اذان شروع ہوئی مکہ مین قبل ہجرت کے۔ اور جزم کیا نووی نے تحقیق کہ نبیؐ نے اذان دی ایک مرتبہ سفر مین اور غلبہ دیا اوسکو ترمذی نے اور قوی کہا ہی اوسکو"

(عون الباری مطبوعہ بہوپال جلد اول صفحہ ۲۷۹ باب بدا الاذان)

شیعون کے یہان یہہ روایت ہی کہ" جبرئیل نے اذان و اقامتہ خدمت رسالتمآبؐ مین حاضر ہو کر کہی۔ جناب امیرؑ اوسوقت موجود تہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تمنے یاد کرلی۔ عرض کیا ہان۔ فرمایا بلال کو بلاکر تعلیم کردو جناب امیرؑ نے بلال کو بلاکر طریقہ اذان و اقامتہ تعلیم فرمایا"

ان روایات پر جب غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ ذی علم مصنف نے سرسری طور پر وہ مضمون اذان کے متعلق اختیار کیا ہی کہ جسمین حضرت عمر کے لئے فخر پیدا ہوسکے۔

روایات متعلق ندا للصلوۃ پر رائے

سب سے پہلے ذی علم مصنف کو یہہ امر طے کرنا تہا کہ اذان کہان اور کس زمانہ مین شروع ہوئی۔ شارح فتح الباری نے اگرچہ اون احادیث کو جنسے مکہ مین قبل ہجرت اذان کا شروع ہونا ظاہر ہوتا ہی اپنے نزدیک غیر صحیح کہدیا ہی لیکن اونکی قیاس کے خلاف صریح قرینہ موجود ہے جب یہہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد یہ قوت مسلمانونکی ہوگئی تہی کہ وہ خانہ کعبہ مین علانیہ نماز پڑہتے تہے تو ضرور ہے کہ اذان بہی اوسی وقت شروع ہوئی اور نووی نے یہانتک حزم کیا ہی کہ پیغمبرؐ نے ایک مرتبہ

سفر مین اذان دی۔ اور جس سے یہہ نتیجہ بخوبی پیدا ہوتا ہی۔ کہ اذان کا طریقہ بغیر کسی بحث کے بذریعہ نداء النسانی شروع ہی سے قرار پایا تہا۔

شیعون کے یہان کی روایت اہلسنت کے یہان کی جن روایتون سی متفق ہے اونکا مفاد یہہ ہے کہ بہ تعلیم جبرئیل پیغمبرؐ نے طریقہ اذان کا بذریعہ نداء النسانی مقرر فرمایا۔ اوسی پر نظر کرکے مسلمانون کو یہی سمجہ لینا چاہیے کہ خود پیغمبرؐ نے بذریعہ وحی کے نداء صلوۃ کا بذریعہ النسان کے طریقہ قرار دیا ہے اور مخصوص اپنی قوت فکری اور ملکوتی سے اوس طریقہ کے رواج کی ابتداء کی ہے۔

ایک روایت پر بغیر کسی قیاس و لوثوقی کے ذی علم مصنف کا صرف اسقدر کہدینا کہ "حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لیئے کیون نہ مقرر کیا جائے" اور اوس سے فخر حضرت عمر کے لئے ظاہر کرنا۔ اور اوس واقعہ سے جو منافی فخر حضرت عمر کا ہے گریز کرنا کہ ابن عبدربہ کی خواب کا مضمون حضرت عمر نے اپنے گہر مین سنا اور گہر سے نکل کے پیغمبرؐ سے آکر کہدیا کہ مین نے بہی ایسا ہی خواب دیکہا ہی (جسکو ابن عمر نے یون ظاہر کیا ہی کہ "حضرت عمر نے کہا کسی شخص کو ندا کے لئے کیون نہین کہڑا کردیتے) اوسی مضمونکو یون ادا کرنا کہ "حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے" سخت معیوب ہے۔

اون روایتون سی اگر فخر ہوسکتا ہی تو ابن عبدربہ یا دیگر اشخاص کو کہ جنکی خواب دیکہنے کا ذکر کیا گیا ہی۔ حضرت عمر کیلئے اگر فخر ہوسکتا ہی تو یہی فخر ہوسکتا ہی کہ اونہون نے عبدربہ کی سنی سنائی بات پیغمبرؐ سے ظاہر کردی یا اپنے آپکو بہی خواب دیکہنے والونمین شامل کرلیا۔

شیعون کی طرف سے ۱۲۹۶ھ بہ سلسلہ ذکر فضایل علی مرتضےٰ یہ امر ظاہر اور شایع

ہو چکا تہا کہ واقعات سوانح عمری پیغمبرؐ خدا اور علی مرتضےٰ کے ایک دوسری سے لپٹے ہوئے ہین جیسے عمل فکر سے اور فکر عمل سے جدا نہین ہو سکتے ویسے ہی اون کی سوانح عمری ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتی ہین۔

سلسلہ سے وفات رسول تک حضرت عمر کے واقعات عمری اجزاء سیرۃ نبوی صلعم

ذی علم مصنف سلسلہ سے وفات رسول اللہ تک غزوات و دیگر حالات کے بیان شروع کرنے کے وقت یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "سلسلہ سے آنحضرت کی وفات تک حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرۃ نبوی کے اجزاء ہین۔ آنحضرت کو جو لڑائیان پیش آئین غیر قومون سے جو معاہدات عمل مین آئے۔ وقتاً فوقتاً جو انتظامات جاری کئے گئے۔ اشاعت اسلام کے لئے جو تدبیرین اختیار کی گئین۔ انمین سے ایک واقعہ بھی ایسا نہین جو حضرت عمرؓ کی شرکت بغیر انجام پایا ہو"

نبی و علی کا توحد سوانح عمری

واقعات تاریخی پر جب نظر کیجاتی ہے تو روز پیدایش علی مرتضیٰ سے دفن پیغمبرؐ تک حالات اور واقعات سوانح عمری ان دونو بزرگوارون کے ایسے متفق اور شامل ہین کہ جب کسی موقع کا ذکر کیا جائے تو چارہ نہین ہی کہ بغیر ذکر ایک کے دوسرے کا ذکر ہو سکے۔

پیغمبرؐ کے ساتہہ اتفاق اور اتحاد سوانح عمری کا اطلاق سوائے علی مرتضیٰ کے کسی دوسرے پر صادق آنا بالکل غیر ممکن ہے۔

ذی علم مصنف سلسلہ سے پہلے حضرت عمر کے واقعات اور حالات کو سیرۃ نبوی کے اجزاء ہونیکا یا کار پیغمبری مین اون کی شرکت کا دعوے نہین کرسکے اور سلسلہ سے جو اونہون نے ایسا دعوے کیا ہے اوسکے ثابت کرنے کے میدان مین قدم رکہنے سے پہلے۔ اوس دشوار ہی کے بیان پر جو اون کو

پیش نظر تھی مجبور ہو کر اس پیرایہ سے کہتے ہین کہ "مشکل یہ ہی اگر تمام واقعات پوری تفصیل کے ساتھ لکھے جاوین تو کتاب کا یہ حصہ سیرت نبوی سے بدل جاتا ہی حضرت عمر کے کارنامہ رسول اللہ کی ذات سے وابستہ ہین۔ اونکو جب علیحدہ کیا جاویگا تو تمام واقعات کا عنوان رسول اللہ کا نام نامی قرار پاویگا"

حضرت عمر کے کارنامے ذات آنحضرت سے وابستہ ہین

ایسے پہلو سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت نبوی کے اجزار نہین ہین۔ اور نہ کار پیغمبری مین اونکی ایسی شرکت ہوسکتی ہے کہ بغیر اونکی شرکت کے انجام نہ ہو سکے۔

اگر حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت نبوی کے اجزار ہوتے یا حضرت عمر کی شرکت کے بغیر کار پیغمبری انجام نہ پاتا تو تمام واقعات تفصیلی لکھی جانے کی حالت مین سیرت نبوی سے نہ بدلجاتے اور نہ تمام واقعات کا عنوان رسول اللہ کا نام نامی قرار پا سکتا"

حضرت عمر کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کے اجزار یا اونکی شرکت کار پیغمبری مین اوسوقت سمجھی جاسکتی تھی کہ بغیر اون کی سیرت نبوی کا نام اور کار پیغمبری کا انجام نہو سکتا۔

معیار اسکا کہ کس کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کے اجزاء ہین اور بغیر شرکت کس کے کار پیغمبری انجام نہین پاسکتا تھا یہہ ہے کہ اگر وقت ہجرت پیغمبر سے وفات یا دفن پیغمبر تک حضرت عمر کے کارنامے تاریخ اسلام سے نکالدئے جائین۔ اور پھر دیکھا جائے کہ مذہب اسلام کے قایم اور شایع ہونے مین کیا چیز باقی رہی جاتی ہی ا۔

ذی علم مصنف نے اوسی مشکل پیش نظر سے "مجبوراً یہہ طریقہ اختیار کیا کہ جن واقعات مین حضرت عمر کا خاص تعلق ہے اونکو لکھا جائے" مگر اس طریقہ سے بہی وہ حضرت عمر کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کی اجزا اور بغیر شرکت اون کے کار پیغمبری کے انجام نہ پانے کے ثابت کرنی مین کامیاب نہین ہو سکتے ہین۔

تذکرہ مخصوص خصوصیات عمری جنگ بدر مین۔

ذی علم مصنف نے زمانہ ہجرت مین کوئی کارنمایان حضرت عمر کا بیان نہین کیا بلکہ یہہ بیان کیا ہی کہ "ہجرت کے دوسرے سال تک کوئی قابل ذکر معرکہ نہین ہوا" ۲ھ مین بدر کی واقعہ کا بیان کرکے ابہی پر بحث کی ہی کہ "وجہ اوس واقعہ کی کیا اور کیونکر ہوئی" اور پہر حضرت عمر کے نسبت یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "حضرت عمر اگرچہ اس معرکہ مین رائے وتدبیر و جانبازی وپامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ کے دست وبازو رہے" اونکی شرکت کے مخصوص خصوصیات کو ظاہر کرتے ہین۔

بدر مین حضرت عمر کی جانبازی وپامردی ورائے وتدبیر کی مفصل حقیقت۔

لیکن ذی علم مصنف کا یہہ ظاہر کرنا کہ "حضرت عمر اس معرکہ مین رای وتدبیر وجانبازی وپامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ کے دست وبازو رہے" محض ذاتی اظہار ہے ورنہ زمانہ نے جیساکہ ذی علم مصنف نے دعوے کیا ہے قبول نہین کیا ہے اور نہ صفحہ روزگار پر اوس کے نشان پائے جاتے ہین: نہ ذی علم مصنف تاریخی واقعات سے یہہ بتا سکے ہین کہ حضرت عمر نے اس معرکہ مین پیغمبر کو کس موقع پر کیا رائے دی اور کیا تدبیر کی۔ اور اونکی

وہ کونسی جانبازی اور پامردی اسدرجہ پر ظہور مین آئی کہ جس سے وہ دوبازو رسول اللہ کے سمجھے جاسکین۔

ذی علم مصنف نے واقعہ بدر کی وجہ بیان کرنے کے وقت ابھی قبول کیا ہے۔ اور آیت قرآنی سے سند لائے ہین کہ "جب تمام کہ یہ خبر سنکر امنڈ آیا۔ کہ مسلمان ابوسفیان پر حملہ کرنا چاہتے ہین جو تجارت کا مال لیکر شام سے واپس آرہا تھا اور پیغمبر تین سو آدمیون کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے (ترجمۂ آیت) اونمین ایک گروہ مسلمانونکا ناخوش تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکی جاتی ہین"

آیت کا رہین جنگ بدر کے بارہ مین۔

ایسی حالت مین بلحاظ مضمون آیت ذی علم مصنف کو بہت ضرور تھا کہ وہ حضرت عمر کی رائے و تدبیر اور جانبازی و پامردی ایک ایک شمار کرکے بتاتے اور نہایت وثوق سے دکھاتے کہ حضرت عمر اوس گروہ مین شامل نہین ہین نہ اوس گروہ کے اجزا رہے ہین جس گروہ کی نسبت آیۃ قرآنی مین ذکر ہے کہ "مسلمانون کا ایک گروہ ناخوش تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین" حالانکہ واقعات تاریخی ہمکو دکہا رہے ہین کہ "

پیغمبر کا بدر مین جنگ کے لئے اصحاب سے رائے طلب کرنا

جب کفار قریش جو حمایت قافلہ کیلئے نکلے تھے متوجہ پیغمبر کے ہوئے تب پیغمبر نے اصحاب سے فرمایا کہ مجھکو خدا نے حکم کیا ہے کہ مین اون کے ساتھ جہاد کرون اور اصحاب کا خوف دیکھکر ہر ایک کی رائے کو دریافت کیا حضرت ابوبکر اوٹھے اور کہا کہ "وہ قریش ہین سوارون اور گروہ سمیت۔ اور تکبر رکھتے ہین۔ جس روز سے کہ عزت پائی ہی ذلیل نہین ہوئے ہین۔ اور ہم جنگ کے ارادہ سے باہر نہین آئے ہین اور سامان اوسکا نہین رکھتے ہین" حضرت کو یہہ جواب

خوش نہ آیا اور فرمایا کہ بیٹھو۔"

حضرت عمرؓ و ابو بکر کی اسپیچ | پہر اصحاب سے فرمایا کہو کیا کرنا چاہیے۔ پس حضرت عمر اوٹہے اور وہی کہا جو حضرت ابو بکر نے کہا تہا۔ اونسے بہی فرمایا کہ بیٹھو۔"

حضرت مقداد کی تقریر | پہر حضرت مقداد اوٹہے اور کہا" ای رسول اللہ یہہ گروہ قریش سواروں اور تکبر کے ساتہہ آیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے ہین تجہپر اور تصدیق تیری کی ہے کہ جو کچہہ تو خدا کی طرف سے لایا ہے حق ہی۔ اگر تو فرماوے تو ہم آگ مین کود پڑین اور کچہہ پرواہ نہ کرین اور ہم وہ نہ کہین گے جو کچہہ کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

(ترجمہ آیت) " جا تو اور پروردگار تیرا اور لڑو تم دونون تحقیق کہ ہم اسی جگہہ بیٹھے ہوئے ہین" لیکن ہم کہتے ہین کہ جا تو اور پروردگار تیرا پس جنگ کرو تم اور ہم تمہارے ساتہہ ہو کر لڑین گے" پس حضرت نے اونکو دعائے خیر کی۔ اور

پہر اصحاب سے فرمایا کہ کہو جو کچہہ رائے تمہاری ہی اور غرض آنحضرت کی یہہ تہی کہ انصار مین سے لوگ بولین کہ عقبہ مین جو اونہون نے بیعت کی تہی تو کہا تہا کہ جب تک مدینہ مین نہ آؤ ہم آپکی حمایت نہین کر سکتے اور جب مدینہ مین آؤ تو ہماری امان مین ہو۔ حضرت کو یہہ اندیشہ تہا کہ انصار شاید یہہ گمان کرین کہ حمایت اونپر اوسوقت لازم ہے کہ دشمن مدینہ مین اون پر حملہ کرین نہ مدینہ کے باہر۔

سعد بن معاذ انصاری کی تقریر | پس سعد بن معاذ انصاری اوٹہے اور کہا کہ" میرے مان باپ آپ پر سے فدا ہون بازبار دریافت کرنے سے

شاید غرض آپ کی ہم سے ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان۔
سعد نے کہا کہ شاید ہم یہہ گمان رکھتے ہین کہ مدینہ کے باہر لڑو اور کام کے لئے
آئے تہے اور اب اور کام پر مامور کئے جاتے ہین؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان
سعد نے کہا کہ اے رسول خدا ہم ایمان لائے ہین آپ پر اور تصدیق کی
ہے ہم نے آپ کی۔ اور گواہی دی ہی ہم نے جو کچہہ خدا کی طرف سے آپ
لائے ہین وہ حق ہی۔ جو کچہہ آپ حکم کرین اوسکی اطاعت کرینگے ہم۔ اور ہمارے
مال سے جو چاہو لے لو اور جو چاہو چہوڑ دو۔ اور اگر آپ حکم کرین ہم کو دریا مین
چلے جانیکے لئے تو ہم کچہہ پرواہ نہ کرین گے۔ اور ہم مدینہ مین چند گروہ چہوڑ
آئے ہین۔ کہ جہاد ہمارا اون سے زیادہ نہین ہی اور اعتقاد اونکا ہم سے
کم نہین ہے۔ اگر وہ جانتے کہ جنگ پیش آئے گی تو وہ تخلف نہ کرتے۔ اور
اسیوقت ہم آپکی سواری کے لئے اونٹ مہیا کرتے ہین اور مقابل دشمن کے
ہم جاتے ہین درحالیکہ صبر کرنے والے ہین ملاقات دشمنون پر اور شجاع
و دلیر ہین اونکی کارزار پر۔ اور امیدوار ہین کہ خدا آپکو ہمسے شاد کرے
اگر فتح اور نصرت ہوئی تو زہے سعادت ہماری۔ اور اگر ہم مغلوب اور کشتہ
ہوگئے تو آپ ان اونٹون پر سوار ہوکر ہماری قوم مین چلے جائے کہ وہ
آپکی یاری کرین گے بعد ہمارے "
حضرت اونکی اس تقریر سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا نے مجہکو
وعدہ نصرت کا دیا ہے۔ اور اوسوقت وہ آیت نازل ہوئی جسمین ذکر ہے
کہ "ایک گروہ مسلمانون کا ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے
جاتے ہین"

حضرت عمر مصداق آیت اس واقعہ تاریخی سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر

اوس گروہ مسلمانون کے تابندہ اختر تہے کہ جو بدر مین کفار قریش سے جنگ کرنے مین ناخوش تہا اور وہ گروہ سمجہتا تہا کہ ہم موت کی طرف ہانکے جاتے ہین" اور اسی واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہی کہ حضرت عمر اس معرکہ مین رائے تدبیر جانبازی و پامردی کے لحاظ سے رسول اللہ کے کسدرجہ دست و بازو تہے؟ اور ذی علم مصنف کی حضرت عمر کی نسبت ایسی رائے کہانتک صحیح ہی؟

ذی علم مصنف کی اس معرکۂ بدر مین جیسی کہ وہ عام رائے حضرت عمر کی نسبت بے بنیاد ہی ویسی ہی اونہون نے جو مخصوص خصوصیات حضرت عمر کی اس معرکہ مین نکالی ہین وہ فضایل حضرت عمر کے لئے مخصوص خصوصیات کا تو کچہ ہی نہین رکہہ سکتی ہین۔

مخصوص پہلی خصوصیت رعب وداب کا اثر پہلی خصوصیت یہ ظاہر کیجاتی ہی کہ "قریش کے تمام قبایل اس معرکہ مین آئے لیکن بنی عدی مین حضرت عمر کے قبیلہ سے ایک متنفس بہی شریک جنگ نہین ہوا"

اسپر ذی علم مصنف یہ قیاس کرلیتے ہین کہ "یہ امر صرف حضرت عمر کی رعب وداب کا اثر تہا"

یہہ واقعہ کہ حضرت عمر کے قبیلہ کا ایک متنفس بہی شریک جنگ نہین ہوا۔ مشکل ہی سے تسلیم کیا جا سکتا ہی"

خود ذی علم مصنف نے تخصیص چہارم مین حضرت عمر کے ماموں کا حضرت عمر کے ہاتہہ سے مارا جانا ظاہر کیا ہے۔ اور جہان اسیران بدر کی نسبت حضرت عمر کی رائے ظاہر کی ہی کہ "ہم مین سے ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کردے" وہان حضرت عمر کا یہہ بیان ظاہر کیا ہے کہ فلان شخص جو میرا عزیز ہے اوس کا

کام مین تمام کردون " اور ایک شخص قبیلہ بنی عدی کا نوفل بن خویلد نام علی مرتضیٰ کے ہاتہہ سے جنگ بدر مین قتل ہوا ہی۔ (واقدی ابن ہشام خمیس)

بیان ان ہرسہ واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے عزیز اور کنبی کی لوگ کفار قریش کے شریک ہوکر آئے تہے۔ اور ذی علم مصنّف کا یہہ قیاس کہ حضرت عمر کی کنبہ کا ایک متنفس بہی اون کی رعب وداب کے اثر سے شریک جنگ نہین ہوا قطعی غلط ہے۔ اگر اون کی رعب وداب کا یہ اثر تہا تو اون کے مامون اور اون کا دوسرا اور تیسرا عزیز شریک کفار قریش ہوکر کیون آئے اور اونپر حضرت عمر کی رعب وداب کا اثر کیون نہوا؟

ہمارے عندیہ مین حضرت عمر کے قبیلہ کا کوئی اور شخص ایسا کہ یا لواح مکہ مین باقی ہی نہین رہا تہا کہ جوکہ قریش کے ساتہہ ہوکر جنگ کے لئے آتا یا جسپر حضرت عمر کے رعب وداب کا کچہہ اثر ہوتا۔

محسوس خصوصیت دوم مین خود ذی علم مصنف نے بارہ آدمی حضرت عمر کی ساتہہ اون کی قبیلے اور حلفاء سے شریک جنگ شمار کرائے ہین جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قبیلے اور حلفاء حضرت عمر پہلے ہی مسلمان ہوکر مکہ ولواح مکہ مین نہین رہی تہی۔ اور واقعہ سنہ ۶ھ مین زیادہ تصریح سے ذی علم مصنف نے قول حضرت عمر کا (مکہ مین اون کے خاندان مین سے کسی کا اونکا حامی موجود نہونا) نقل کیا ہی کہ " جب آنحضرت نے صحابہ کے ساتہہ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اور ذو الحلیفہ مین پہونچے تو مکہ سے بشر بن سفیان نے آکر یہ خبر دی کہ تمام قریش نے عہد کرلیا ہی کہ مسلمانون کو مکہ مین قدم نرکہنے دین گے۔ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ حضرت عمر کو بہیجین کہ ہم کو لڑنا مقصود نہین ہے اونہون نے عرض کی کہ قریش کو مجہسے سخت عداوت ہی میرے خاندان مین وہان کوئی شخص میرا حامی موجود نہین ہی۔

عثمان کے عزیز و اقارب وہین ہین اسلئے اونکو بہیجنا مناسب ہوگا۔ پیغمبر نے حضرت عثمان کو مکہ بہیجا" (الفاروق کا صفحہ ۵۰ و ۵۱-)

"اس مضمون سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے کنبے قبیلے کا کوئی ایسا شخص وہان موجود نہین تہا۔ کہ جسپر حضرت عمرؓ کے رعب و داب کا اثر ہو۔ حضرت عمر اس خوف سے کہ اون کے خاندان مین اون کے زیر اثر رعب و داب کی کوئی وہان موجود نہ تہا تعمیل ارشاد پیغمبرؐ نہین کر سکے اونکی بے حمایتی کی خیال لئے اونکی جرات و شجاعت کے اندازکو نمایان کر دیا۔

"نتائج ان واقعات کے صاف دکہا رہے ہین کہ ذی علم مصنف کا یہ قیاس کہ کوئی متنفس قبیلہ حضرتؓ کا اون کے رعب و داب کے اثر سے شریک جنگ نہین ہوا بالکل غلط ہے۔

دوسرے محسوس خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی وہی ظاہر کرتی ہین کہ اون کے ساتہہ اون کے قبیلے اور حلفار کے بارہ آدمی شریک جنگ تہے"

دوسری محسوس خصوصیت کی حقیقت

لیکن یہہ کوئی وجہ محسوس خصوصیت حضرت عمر کے لئے نہین ہوسکتی۔ حضرت عمر کے قبیلے اور حلفا کے جو شخص تہی وہ پیغمبرؐ پہ ایمان لاکر مسلمان ہوئے تہے جیسا کہ خود حضرت عمر اور کچہہ ایسے تہے کہ جو حضرت عمر سے بہی پہلے ایمان لائے تہے جو باعث حضرت عمر کے مسلمان ہونے کے ہوئے۔ اور ہر ایک شخص درحقیقت پیغمبرؐ کے ساتہہ تہا۔ جیسے کہ حضرت عمر اور جو شرف پیغمبر کے ساتہہ ہونیکا حضرت عمر کو حاصل ہوسکتا تہا۔ وہی شرف ہر ایک مسلمان کو ہوسکتا تہا۔ گو وہ اون کی قبیلے اور حلفار سے ہو۔

کوئی ذاتی تخصیصی شرف حضرت عمر کو اون کے قبیلہ اور حلفار کے مسلمان اور پیغمبرؐ کے ساتھہ ہونے سے پیدا نہین ہو سکتا۔ نہ اون کے شرف مین کچھہ کمی ہو سکتی ہی اگر اون کے کنبے اور حلفا رسے کافر رہے اور پیغمبرؐ سے جنگ کے لئے میدان مین آئے۔

پیغمبرؐ کے ساتھہ جو (۳۰۰) آدمی معرکہ بدر مین تھے اوسمین ہر قسم کے لوگ تھے۔ بعض ایسے تھے کہ اپنی قبیلہ وقوم مین سے فرد ولے فرد تھے اور بعض ایسے تھے کہ جو معہ اپنی قوم وقبیلہ کے تھے۔

جو لوگ ایسے تھے کہ معہ اپنے عزیز واقارب کے بھی تھے اونکو عموماً وہ شرف بھی حاصل تھا کہ جو خاص شرف حضرت عمر کے لئے نکالا جاتا ہے حالانکہ اوس کی تخصیص صرف حضرت عمر کے لئے نہین تھی۔ ہان حضرت عمر معہ اپنے ساتھیون کے اوس گروہ مین شمار کئے جاتے ہین جو گروہ مسلمانون کا جنگ سے ناخوش تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین ۔"
اس لئے حضرت عمرؓ کے لئے یہہ مخصوص خصوصیت بے شک پیدا ہوتی ہے

تیسری خصوصیت غلام عمر کی شہادت سے

تیسری خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی یہہ ظاہر کرتے ہین کہ" سب سے پہلے جو شخص اس معرکہ مین شہید ہوا وہ اونکا غلام تھا" لیکن اس کی صحت کا تسلیم ہونا دشوار ہے کیا باعتبار صحت واقعہ کے۔ اور کیا باعتبار قابل فخر ہونے کے،

کتب مغازی اور سیر اسلام مین جنگ بدر کے حالات بہت تفصیل سے لکھی ہین کہ کون کون کفار قریش سے آیا تھا اور اونکی تعداد کیا تھی؟ اور کون کون پیغمبرؐ کے ساتھہ تھا اور اونکی تعداد کیا تھی اور کون کون اصحاب پیغمبرؐ سے غیر حاضر رہا اور پیغمبرؐ اور کفار نے اپنے اپنے لشکرون کی صف بندی

کس طرح کی اور کون کس سے لڑا اور کسنے کسکو قتل و زخمی کیا اور یہہ کہ کون کس قبیلہ سے تہا۔ اور حضرت عمر کے غلام کا نام مقتولین مین اور اوس کے قاتل عامر بن حضرمی کا نام درج کیفیت جنگ ہے۔ مگر شروع اوس جنگ کی یون ہوئی ہے کہ عتبہ۔ اور شیبہ اوسکا بہائی۔ اور ولید اوسکا بیٹا۔ لشکر کفار سے پہلے نکلے۔ عوذ۔ معوذ۔ اور عوف انصار سے پہلے اون کے مقابل مین گئے۔

بدر مین جنگ کی ابتدا | مگر اوہنون نے اپنا کفو چاہا۔ تب عبیدہ بن حرث چچازاد بہائی پیغمبرؐ کے جنکی عمر ۷۰ برس کی تہی۔ اور حضرت حمزہ چچا پیغمبرؐ کے۔ اور علی مرتضےؑ اون کے مقابلہ کے لئے گئے۔

عبیدہ نے عتبہ سے۔ حمزہ نے شیبہ سے۔ علی مرتضےؑ نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا۔ حضرت عبیدہ نے عتبہ کے ایسی تلوار لگائی کہ سر اوس کا دو ٹکڑے ہوگیا۔ اور عتبہ نے اپنی ضربت سے دونون پاؤن حضرت عبیدہ کے جدا کر دئے۔ اور حضرت عبیدہ اور عتبہ دونون زمین پر گر پڑے۔

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف خبر واحد سے بجائے عبیدہ برادر چچازاد پیغمبرؐ کی ہبجع غلام حضرت عمر کو شہید اول قرار دین اور اوس دستور اور غیرت عرب کو بہلا دین کہ ابتداء جنگ اشراف اور سرداران قوم سے ہوتی تہی اور وہ بجائے بکار کرا پنی کفو سے مقابل ہوتے تہے۔

فخر شہادت شہید ہی کو ملتا ہے | اگر یہ امر مان بہی لیا جائے کہ غلام حضرت عمر کا شہید اول ہے تو اوس سے کوئی مخصوص خصوصیت حضرت عمر کے لئے پیدا نہین ہوسکتی۔ شہید اول ہونے کا شرف اون کے غلام کو بیشک ہوسکتا ہے نہ اونکو اگر یہ شرف اوسوقت مین حاصل ہوتا کہ جب بجائے غلام کے وہ خود ہوسکتے۔ اور یہہ شرف اوسی وقت مین وہ حاصل کرنے والے ہوسکتے تہے کہ جب جوش جنگ اور

قتلِ کفار اونکے دل مین مثل غلام کے ہوتا۔

اوس غلام نے اگروہ شہید اول ہے تو صرف شرف شہید اول ہونے کا حاصل نہین کیا بلکہ اپنی وفاداری بہی اپنی آقا کے ساتہہ ثابت کی جس سے کوئی شرف حضرت عمر کی ذات کو نہین ہو سکتا ہی بلکہ غلام کو ہو سکتا ہی۔ البتہ حضرت عمر کے لئے یہہ مخصوص خصوصیت ہو سکتی ہی کہ اونہون نے اپنے بدلہ غلام کی قربانی کرادی اور اپنی جان کی حفاظت کرلی۔

چوتہی خصوصیت ماموں عاص کا قتل۔

چوتہی خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی اون کے ماموں عاص کا قتل۔ اون کے ہاتہہ سے ظاہر کر کے یہ فخر اون کے لئے پیدا کرتے ہین کہ اسلام کے معاملات مین قرابت اور محبت کا اثر اونپر کبہی غالب نہین آسکتا تہا چنانچہ یہ واقعہ اوس کی پہلی مثال ہے۔

لیکن یہہ واقعہ کہ حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کیا قابل اعتبار کے نہین ہے اور اگر اونہون نے ایسا کیا تو اونکا ایسا کرنا خلاف سیرۃ نبوی اور اخلاق محمدی کے تہا۔ جس سے اون کے واقعات اجزاء سیرۃ نبوی قرار نہین پاسکتے۔

کتب مغازی و سیر مین تذکرہ قتل عاص بدست عمر نہین ہے

کتب مغازی اور سیر مذہب اسلام مین جنگ بدر کی پوری کیفیت تفصیل کے ساتہہ جیسا کہ مین ابہی بیان کر آیا ہون درج ہی۔ لیکن اوس مین یہہ مذکور نہین ہے کہ ماموں حضرت عمر کے کسوقت اور کس کے بعد مبارز طلب ہوئے اور حضرت عمر نے اون سے مقابلہ کیا اور اون کے مقابلہ کی کیا کیفیت ہوئی جیسا کہ علی مرتضےٰ اور امیر حمزہ اور دیگر مہاجر و انصار کا ذکر کیا ہی کہ یکے بعد دیگرے کون کس سے لڑا اور کس طرح کسنے کسکو قتل کیا۔ حالانکہ حضرت عمر کو اکابر صحابہ مین سمجہا جاتا ہی اونکی

شجاعت کا اندازہ کرنے کے لئے ایسی تفصیل جس سے اونکی نام آوری ہوتی نہایت ضروری تہی۔

حضرت عمر کے ماموں اون لوگوں مین ہی شمار نہین کئے گئے ہین کہ جو مقابلہ پر جنگ کرنے کے لئے آئے تہے۔

وہ روایت جس سے ظاہر کیا جاتا ہی کہ حضرت عمر نے اپنے ماموں کو جنگ بدر مین قتل کیا سب سے پہلے واقدی نے اس طرح منقول کیا ہے کہ یہ حضرت عمر کہا کرتے تہے سعید بن عاص سے (عاص بن سعید بن عاص بنی امیہ سے ایک مشرک تہا جو یوم بدر جنگ مقابلہ مین علی مرتضےٰ کے ہاتہ سے قتل ہوا۔

اصل روایت قتل عاص

مین دیکہتا ہون تم کو اپنی طرف سے رنجیدہ بگمان اسبات کے کہ مین قاتل ہون تمہارے باپ عاص کا بدر مین۔ اور قتل کیا ہے مین نے اپنی ہاتہون سے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو نہ تمہارے عاص کو[۱]

اگرچہ یہہ روایت خبر احاد سے ہے مگر اوسمین ہی حکایۃً حضرت عمر کے ماموں کے قتل کا بیان ہے۔ حالت مقتل کی شہادت نہین ہے۔ ہان اوس سے یہہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر اون لوگون کے ورثاؤ کو جو علی مرتضےٰ کے ہاتہ سے قتل ہوئے تہے۔ علی مرتضےٰ کی دشمنی اور اپنی دوستی پر برانگیختہ کرتے تہے جسکی حضرت عمر کو بہت ضرورت تہی۔ اسی پالیسی نے بیشک حضرت عمر سے اپنے ماموں کا قتل اپنی ہاتہ سے ظاہر کرایا ہے۔

اگر درحقیقت حضرت عمر نے جنگ بدر مین اپنی ماموں کو اپنے ہاتہ سے قتل کیا ہے تو ایسا واقعہ اون کے لئے بلے تک ایسی مثال ہے کہ جو تاریخ اسلام مین نہین مل سکتی۔

[۱] مغازی واقدی و سیرت ابن ہشام۔

قرابتدارون کے قتل کے لیے پیغمبر کا فتویٰ

تاریخ اسلام مین ایسی مثال کیونکر مل سکتی ہے کہ مذہب اسلام کسی مسلمان کو اپنی قرابتدار کے قتل کی اجازت نہین دیتا ہو۔ اسی غزوہ بدر مین پیغمبر نے اپنے قرابت دارون کے لئے قتل سے منع کا حکم دیدیا تہا جو کفار کے ساتہہ شامل ہو کر آئے تہے۔ اور اسی غزوہ بدر مین پیغمبر کے جو قرابت دار اور دیگر کفار گرفتار ہو کر آئے تہے وہ فدیہ لیکر رہا کر دئے گئے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمر اون مشرکین بندہے ہوؤن کی نسبت اپنی شجاعت وجرات دکہانے کے لئے یہہ فرماتے رہے کہ " حمزہ اپنی بہائی عباس کو۔ علی اپنی بہائی عقیل کو۔ اور مین اپنے فلان عزیز کا سر اوڑادین لیکن پیغمبر نے ایسی رائے پسند نہین فرمائی۔

جب عتبہ قتال کے لئے لشکر کفار سے نکلکر میدان مین آیا تو اوس کے مقابلہ کے واسطے ابوحذیفہ اوس کے بیٹے نے جانا چاہا مگر پیغمبر نے ابوحذیفہ کو اوس کے مقابلہ سے روکا اور منع کیا اور خود حضرت ابوبکر کو پیغمبر نے اوسی دن روکا ہے جبکہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کے مقابلہ کے لئے اوٹہکر چلے تہے۔

علی مرتضےٰ نے جو قدم بقدم رسول کے چلتے تہے جنگ صفین مین ایسی ہی نظیر دکہائی ہے جو مطابق سیرت پیغمبری کے تہی۔

پیغمبر سے علی کی اسوۃ پیغمبری فتویٰ پر عمل ہی

زیاد کا مادری بہائی معاویہ بن عمرو عقیلی لشکر شام مین تہا ہنگام جنگ زیاد کے مقابل ہوا زیاد نی ایک وار اوسپر کیا جسکے صدمہ سے عقیلی زمین پر گر پڑا۔ زیاد گہوڑے سے اوتر کر بارادہ ذبح جلد اوس کے سینہ پر چڑہا لیکن نقاب اوٹہا کر دیکہا تو معلوم ہوا کہ اوسکا بہائی ہے۔ ہاتہہ کو تہام لیا۔ کسی نے کہا کہ اے زیاد قتل دشمن کس لئے سستی کرتا ہے اوس نے کہا کسطرح اوسکو قتل کرون۔ یہہ میرا بہائی ہے۔ کہا

ایساہے تو چھوڑ دے۔ کہا یہہ بھی نہین ہوسکتا جب تک کہ حضرت مرتضیٰؑ ہی مے اسکی اجازت نہو یہہ خبر حضرت امیرالمومنینؑ کو پہونچی تو فرمایا کہ جلد جاؤ اور اوسکو قتل برادر سے مانع آؤ۔"

اپنے کسی عزیز کا اپنے ہاتہہ سے قتل کرنا یا قتل کرانا جب تک کہ دوسری تدبیر اوسکی اطاعت وفرمانبرداری کی عمل مین نہ لائی جاوے تب تک ایک امر نہایت بیدردی اور قطع رحم کا ہی۔

اگر حضرت عمرنے اپنے ماموں کو قتل کیا تو اوس اخلاق کی جو پیغمبرؐ کی سیرۃ تھی۔ پرچھائین بھی مطلق حضرت عمر کے دل پر نہ سمجھی جائیگی۔ بلکہ یہہ مثال حضرت عمر کی اونہین مثالوں مین قرار پائیگی کہ جو حضرت عمر کی غلظت اور شدت قلب و طبع۔ خلاف سیرت اور منشاء نبوی اور مخالف اجازت اصول مذہب اسلام کی تاریخ اسلام مین موجود ہے۔

اسیران بدر کے حق مین پیغمبرؐ کا فیصلہ

جنگ بدر مین جو لوگ گرفتار ہوے تہے۔ اور فدیہ لیکر چہوڑ دئے گئے اون کی نسبت یہہ آیت نازل ہوئی ہے:۔

"ما کان للنبی ان یکون لہ اسرےٰ حتی یثخن فی الارض۔ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم"

"نہین سزاوار ہی واسطے کسی نبی کی یہہ کہ ہون واسطے اوس کے قیدی۔ یہان تک کہ خونریزی کرے زمین مین چاہتے ہو تم سامان دنیا کو۔ اور اللہ چاہتا ہے آخرت کو اور اللہ غالب حکمت والا ہے"

اسیران بدر کے متعلق مورخین کی رائین۔

اسیران بدر کی نسبت مورخین اور علماء اہلسنت کا یہہ بیان ہی کہ "حضرت عمرنے اون کے قتل کی رائے

دی تہی۔ اور حضرت ابو بکر نے فدیہ لیکر چہوڑ دینے کی۔ اور پیغمبرؐ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو پسند کرکے فدیہ لیکر چہوڑ دیا۔ مگر خدا نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا اور حضرت عمر کی رائے قتل کو پسند فرمایا۔"

سرسید کی تفسیر | سرسید یہہ تفسیر کرتے ہین کہ "قریش مکہ کے تمام لشکر سے لڑائی نہین ہوئی تہی۔ بلکہ ایک گروہ سے جو لڑنے نکلا تہا۔ جسکو شکست ہوئی۔ اور تمام لشکر پریشان ہوگیا اور کسیکو مقابلہ کی جرات نہوئی اور مسلمانون نے اونکا تعاقب بہی نہین کیا اور فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تہے اور لڑائی کی قیدی ہی نہین تہی کہ جنسے فدیہ لیا جاتا۔"

مورخین اور علماء اہلسنت نے آیت کے معنی یہ سمجہے کہ خدا فدیہ لیکر چہوڑ دینے کو ناپسند کرتا ہے جو حضرت ابو بکر کی رائے تہی۔ جسکو پیغمبرؐ کا پسند کرلینا ظاہر کیا جاتا ہے اور اوس کے خلاف یہہ سمجہ لیا کہ حضرت عمر کی رائے قتل کو خدا نے پسند فرمایا۔

سرسید نے یہ تاویل کی کہ جو لوگ گرفتار ہوئے تہے وہ لڑائی کی قیدی نہین تہے کہ جنسے فدیہ لیا جاتا فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر فرمائی وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تہے۔

النقد المسروق فی سیرۃ الفاروق مین جو رائے ظاہر کی گئی ہے اوسکا حاصل یہہ ہی کہ سرسید کی تاویل خلاف واقع ہے۔ جو لوگ گرفتار ہوئے تہی کوئی وجہ نہین کہ وہ لڑنے والے نہ سمجہے جائین۔ جسقدر لشکر قریش مکہ سے مسلمانون پر حملہ کرنے آیا تہا درحقیقت وہ لڑنے والا تہا۔ جو لوگ کہ فرار کرگئی تہے اونکا تعاقب مسلمانون نے نہین کیا تہا جو لوگ میدان جنگ مین

موجود تھے بعد خونریزی کے وہی لوگ گرفتار ہوئے ہین جن کی مقابلہ مین جنگ ہوئی تھی۔

غلط فہمی مراد آیت کی وجہ مورخین اور علماء اہلسنت اور نیز سرسید نے جو یہ بیان کیا ہے کہ "فدیہ لیکر پیغمبرؐ کے چھوڑ دینے پر خدا نے ناخوشی ظاہر فرمائی ہے" وہ غلط فہمی معنی آیت کے باعث ہے۔ جس سے پیغمبرؐ پر الزام ناخوشی خدا کا لگتا ہی۔ ورنہ اسارائے بدر کے بارے مین جو مرضی خدا کی تھی وہی مرضی رسول کی ہوئی ہے۔

مرضی رسول اللہ کی یہی تھی کہ اسیران بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور آیت مین خدا نے اوسکو ناپسند نہین کیا ہے بلکہ قیدی بنالینے اور خونریزی یعنی قیدیون کے قتل کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اور یہ دونون رائین صحابہ کی تھین۔

آیت مین جو یہ الفاظ ہین "تریدون عرض الدنیا" چاہتے ہو تم سامان (ٹھاٹھ) دنیا کو" تو "عرض الدنیا" کی مراد سیم وزر لینے سے غلط لیگئی ہے۔ "عرض دنیا" کے معنی ہین "وہ ہین اور متاع کے سوا ئی سیم وزر کے" البتہ اموال ومتاع دنیا کو سیم وزر شامل ہے۔

اگر خدا اس آیت مین اموال اور متاع دنیا۔ کا لفظ ارشاد فرماتا۔ تو فدیہ سیم وزر لینے پر ناپسندیدگی خدا کی سمجھی جاتی۔ مگر خدا نے "عرض دنیا" کا لفظ فرمایا ہے۔ جسکے معنی یہ ہون گے کہ خدا سامان واسباب دنیا کو سوائے سیم وزر کے ناپسند کرتا ہے۔ اور فدیہ مین سیم وزر لیا گیا تھا جس سے ناخوشی خدا کی قبول نہین ہوسکتی وہ بمنزلہ خرچہ جنگ کے ہی۔ عرض دنیا۔ سے مقصود ہے حشم وخدم کا بڑھانا (دنیاوی ٹھاٹ)

جسمین غلام بنا لینا داخل ہی اور عرب کا دستور قیدیان جنگ کو غلام بنا لینے کا
تہا اور اسی کو خدا اور رسول نے ناپسند کیا ہی جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ اور دیگر
اہل سیر نے لکہا ہے کہ "یہ شق اصحاب نے واسطے رغبت اسیرون کی اختیار
کی تہی"[۵۱]۔ اور یہہ آیندہ صاحب تاریخ طبری نے اُحُد کی ہزیمت کے سلسلہ مین چند
روایتین بدین مضمون لکہی ہین کہ "اصحاب نبی مین ایک گروہ محض طالبان دنیا
کا تہا جسکا خدا نے آیۃ "منکم من یرید الدنیا الذین ارادوا الغنیمۃ" الخ مین ذکر فرمایا
ہی۔ بلکہ ابن مسعود یہ کہتے ہین کہ "مجہکو گمان اصحاب نبیؐ مین ایسے لوگون کا نہ تہا
مگر روز احد مجہکو یقین ہوگیا کہ اصحاب نبیؐ کی ایک قسم محض طالبان دنیا و مال دنیا
کی ہی"[۵۲]۔

صحابۂ پیغمبرؐ کی بیشک یہہ رائے تہی کہ کوئی قیدیونکا قتل ہونا چاہتا تہا۔ اور
کوئی اونکا غلام بنا لینا۔ لیکن پیغمبرؐ نے نہ قیدی کرنا یعنی غلام بنا لینا پسند کیا نہ قتل
کرنا۔ فدیہ سیم و زر لیکر چہوڑ دینا پسند کیا جو خالص رائے خدا و رسول کی تہی۔

بدر کے اسیرونکی نسبت خالص رائے خدا و پیغمبری

فدیہ سیم و زر لیکر چہوڑ دینے پر خدا کی ناراضی اس
آیۃ سے کسی طرح نہین سمجہی جاسکتی۔ کہ خدا دوسری
جگہ صاف فرماتا ہے "پس جبوقت کہ بہڑ جاؤ تم اون لوگون سے کہ کافر ہوئے ہین
پس مارو گردنین یہانتک کہ زخمون سے چور کردو تم اون کو (جب وہ مغلوب ہوجائین
پہر مضبوط کردو تم بندش (یعنی گرفتار کرکے مشکین جکڑ کے باندہ لو) پہر یا احسان کرنا
ہے بعد کو یا فدیہ لینا ہے یہانتک کہ رکہدے لڑائی ہتیار اپنے"۔
اس آیت کا حکم صریح احسان کرکے چہوڑ دینے کا ہے یا فدیہ لیکر۔ جو مخالف
اس کے ہے کہ قیدی قتل کئے جائین یا غلام بنائے جائین۔

---

[۵۱] منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ [۵۲] طبری جلد اول حصہ ۳ صفحہ ۱۳۹۵

ذی علم مصنف اس موقع پر یہ ظاہر کرتے ہین کہ "حضرت ابوبکر نے کہا کہ البتہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمر نے کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیے آنحضرت نے حضرت ابوبکر کی رائے پسند کی اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا"

مصنف نے کیون اپنی رائے قیدیان بدر کی نسبت نہین دی

غنیمت ہے کہ ذی علم مصنف نے ان بیانات کے بعد یہ امر ظاہر نہین کیا کہ حضرت عمر کی رائے قتل پر خدا نے اپنی خوشنودی ظاہر کی اور نہ یہ ظاہر کیا کہ پیغمبر کے فدیہ لیکر چھوڑ دینے پر خدا نے اپنی ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اونہون نے یہ خیال کیا کہ اسموقع پر حضرت عمر کی رائے سے کوئی فخر حضرت عمر کیلئے مطلق پیدا نہین ہوتا ہے۔ اگر پیغمبر پر فدیہ لیکر چھوڑ دینے سے ناراضی خدا کی مثل اپنے مشورون کے قبول کیجائیگی تو حضرت ابوبکر کیلئے بھی کوئی فخر پیدا نہین ہوگا جنکی فخر کیلئے یہ ظاہر کیا ہے کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی اصلی رائے اونہین کی تھی لیکن ذی علم مصنف نے یہ نہین بتایا کہ آیت مین جو یہ مضمون ہے کہ تم عرض دنیا چاہتے ہو اور خدا چاہتا ہے آخرت کو"

جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اس موقع پر خدا عرض دنیا کو ناپسند فرماتا ہے۔ وہ عرض دنیا کیا چیز ہے؟ اور فدیہ سیم وزر لینا اوسمین داخل ہے یا نہین؟ اگر اس مین داخل ہے تو حضرت ابوبکر کی رائے اور پیغمبر کے عمل کی مذمت ہوئی یا نہین؟ اور اگر عرض دنیا مین فدیہ سیم وزر داخل نہین ہے اور غلام بنا لینا عرض دنیا مین داخل ہے تو غلام بنا لینے کی رائے کسکی تھی؟ مگر ذی علم مصنف کے سکوت سے صاف ظاہر ہے کہ غلام بنا لینے کی رائے، دراصل حضرت ابوبکر کی تھی جسکی خدا نے مذمت کی ہے اور سیم وزر کا فدیہ لیکر چھوڑ دینا رائے پیغمبر کی ہوئی جو مطابق مرضی خدا کی تھی

قصۂ بدر کے بعد ذی علم مصنف نے مدینہ کے یہودیون کی عہد شکنی اور آنحضرت کی اون پر چڑھائی اور اون کا گرفتار ہوکر مدینہ سے جلاوطن کر دینا بیان کیا ہے لیکن حضرت عمر کا کوئی کارنمایان اوس واقعہ مین کچھ ظاہر نہین کیا۔

غزوۂ احد مین حضرت عمر کی کارنامی

غزوۂ احد کی بیان مین ایک بیان مین کہ "

انحضرت نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازون کے ساتھ فوج کے عقب پر متعین کیا کہ اودہر سے کفار حملہ نہ کرنے پائین اور زبیر نے اپنی رکاب کی فوج کو لیکر قریش کے میمنہ کو شکست دی۔ حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ ابودجانہ۔ دشمن کی فوج مین گہس گئے اور اونکی صفین الٹ دین۔ فتح کے بعد لوگ غنیمت پر لوٹ پڑے " ذی علم مصنف نے حضرت عمر کی حالت خاموشی دکہائی ہی۔ یعنی یہ کچھہ ظاہر نہین کیا کہ انہون نے کوئی حرکت کی؟ یا لشکر مخالف پر کوئی حملہ کیا؟ یا کسی سے مقابلہ یا مقاتلہ کیا؟ اگر کسیکو قتل یا زخمی نہین کیا تو خود ہی زخمی ہوئے؟ جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پیغمبر کے لشکر مین امن کی جگہہ جنگ کا تماشہ دیکھتے رہے اور کسی قسم کی مدد اونہون نے فتح مین نہین دی پہر مصنف نے اس فتح کے بعد کا واقعہ بیان کیا ہی کہ " لوگ غنیمت پر لوٹ پڑے۔ تیر انداز بہی لوٹنے مین مصروف ہوئے۔ خالد نے عقب سے حملہ کیا مسلمان اس ناگہانی زد کو نہ روک سکے کفار نے رسول اللہ پر تیرون اور پتہرون کی بوچہار کی آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے (شیعہ روایت ائمہ اہلبیتؑ سے اسبات کے قایل ہین کہ دندان مبارک مین درز آگئی تہی) پیشانی پر زخم آیا۔ رخسار ہ مین مغفر کی کڑیان چبہہ گئین۔ ایک گڑہے مین گر پڑے لوگون کی نظر سے چہپ گئے۔ غل پڑگیا رسول اللہ مارے گئے "

پیغمبرؐ کی خبر شہادت اس واقعہ کے بعد ذی علم مصنف نے اون صحابہ کی تعداد مین اختلاف ظاہر کیا ہے کہ آنحضرت کی ساتھہ اخیر وقت تک کسقدر صحابہ ثابت قدم رہے۔ لیکن اون صحابہ مین ذی علم مصنف نے حضرت عمر کا نام نہین لیا۔ گو یہہ ظاہر کرتے ہین کہ " تمام روایتون پر نظر ڈالنی سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھہ

لوگ تو ایسے سراسیمہ ہوئے کہ اونہون نے مدینہ سے ادہر دم نہین لیا۔ کچھ لوگ جان پر کہیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہؐ کے بعد جینا بیکار ہے۔ بعضون نے مایوس ہوکر سپر ڈالدی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت عمر اس تیسرے گروہ مین تہے۔ افسوس ہے کہ ذی علم مصنف حضرت عمر کی تربیت کے ذکر مین ابہی یہ رائے دیچکے ہین کہ "حضرت عمر نے پہلوانی اور کشتی اور شہسواری کے فن مین پورا کمال حاصل کیا تہا اور جب موقع آزمایش کا آیا تو ذی علم مصنف نے اونکی نسبت یہ رائے دی ہے کہ وہ اوس گروہ مین تہے کہ جنہون نے سپر ڈالدی مجہکو بہت تعجب ہے کہ ایک موقع پر تو وہ کمال مصنف حضرت عمر کا ظاہر کرین اور دوسرے موقع پر خلاف اوسکے اوس کمال کی ضد پر اونکا قلم اوٹہا۔ مگر ضرورت وقت جب کسی بادشاہ کی مدح کا وقت ہوتا ہے تو اس کے اظہار مدح کے لئے زبان کہلوانی ہے اور واقعات زمانہ جب قدح کمال کرتے ہین تو بہی مصنف سے مجبوراً اصل حقیقت کہلواتے ہین۔

حضرت عمر پیغمبرؐ کے ساتہہ نہ تہے مصنف کے اس بیان سے یہ بہی ظاہر ہوگیا کہ حضرت عمر نہ پیغمبرؐ کے ساتہہ رہے نہ اون کو دست و بازو اور تیسرا گروہ جو بجائے گروہ فرار یون کے ذی علم مصنف نے بنایا ہے اوسمین حضرت عمر کو شمار کیا ہے اوسکی حقیقت بہی کہلی جاتی ہے۔

انس بن نضر کی حضرت عمر سے ملاقات۔ حضرت عمر کو جو تیسرے گروہ مین شمار کیا ہی اوسکی بنیاد دو روایتون پر رکہی ہے۔ ایک طبری کی کہ "انس بن نضر نے حضرت عمر اور طلحہ اور چند مہاجرین اور انصار کو بیٹہا دیکہکر پوچہا کہ بیٹہے کیا کرتے ہو؟ اونہون نے کہا رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی۔ انس بولے کہ رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے ... انس یہ کہکر

کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت حاصل کی"

دوسری روایت قاضی ابو یوسف سے خود حضرت عمرؓ کی زبانی انس بن نضر کا واقعہ نقل کیا ہے۔ اوسمین انس کا اخیر جواب یہہ مذکور ہے کہ "رسول اللہ شہید ہوئے تو ہوئے خدا تو زندہ ہے" جس سے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر کا ایمان خدا اور رسولؐ پر حضرت انسؓ کا سا نہین تہا بلکہ اون کا ایمان پیغمبرؐ کی زندگی تک تہا جسکا نشان دیگر روایات اور آیت قرآنی سے ملتا ہے۔

طلحہ سے زیادہ ثابت قدمی کی حقیقت

ذی علم مصنف یہہ بہی ظاہر کرتے ہین کہ "طبری کی روایت مین یہ امر لحاظ کے قابل ہی کہ حضرت عمر کے ساتہیون مین طلحہ کا نام ہی ہے اور یہ مسلم ہے کہ اس معرکہ مین اِنسے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا"

ہمکو اس سے بحث نہین کہ طبری کی روایت کو ذی علم مصنف جہان چاہین سند مین لائین اور جہان چاہین اوسکی روایت کو باطل ٹہرائین۔ لیکن طلحہ کی نسبت یہہ کہنا اونکا کہ "اس معرکہ مین اونسے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا" صحیح نہین ہے۔

طلحہ کی نسبت اگر یہ قبول کر لیا جائے کہ وہ آنحضرت کے ساتہہ اخیر وقت تک رہے" تو بہی اون لوگون کی ثابت قدمی زیادہ سمجہی جائیگی (کہ باوصف پیغمبرؐ کی وہ حالت ہو جانیکے جو بیان ہوئی) جنہون نے کفار قریش کے مقابلہ سے ہاتہہ نہین روکا اور کفار کے حملون کو دفع کر کے پیغمبرؐ کی حفاظت کی اور یہان تک قتال کیا کہ شہید ہو گئے۔ جیسے حضرت امیر حمزہ یا زخمی ہو ہو کر[۱] گہوڑے سے گری

---

[۱] روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۹۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۵۳

اور پہر گھوڑے پر سوار ہو ہو کر کفار پر حملہ آور اور اون کے دفع اور قتل مین
بھی مصروف رہے اور پیغمبرؐ کی خبر بھی لے لے جاتے تہے جیسے علی مرتضٰے اور
جن کے مقابلہ سے پہر دشمن پسپا ہوئے۔

جو کوئی اس معرکہ مین پیغمبرؐ کے پاس رہا اوسکی ثابت قدمی بہی بیشک
قابل تعریف کے ہے۔ لیکن جنہون نے کہ اپنی ثابت قدمی اسدرجہ پر دکہائی
کہ کفار پر حملہ اور اون کے حملہ کو دفع اور قتل وقتال اون سے یہان تک کیا کہ
دشمنون کو تاب مقابلہ نرہی اور پیغمبرؐ کی بہی خبر لیتے رہے بمقابلہ اون کے یہ کہنا
بھی صحیح نہین ہوگا کہ "ساتہہ رہنے والے سے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا"
جن لوگون نے کہ کفار پر حملہ کیا اور کفار کے حملہ کو دفع کیا اون لوگون نے
درحقیقت حفاظت پیغمبرؐ کی بہی کی اور اوس کسی کی بہی جو پیغمبرؐ کے ساتہہ تہا۔

حضرت عمرؓ کی ثابت قدمی کی حقیقت

ذی علم مصنف اوس واقعہ مغلوبی مسلمانون اور
حضرت عمرؓ کے متعلق روایات کے بیان کے بعد
بالاخر حضرت عمرؓ کی نسبت یہ رائے قایم کرتے ہین کہ "برہمی کی حالت مین
بھی حضرت عمرؓ میدان جنگ سے نہین ہٹے اور جب آنحضرت کا زندہ ہونا
معلوم ہوا تو فوراً خدمت اقدس مین پہونچے" اور اس کے لئے ایک اور روایت
سے بھی سند لاتے ہین "پہر جب مسلمانون نے رسول اللہؐ کو دیکہا تو آنحضرت
کے پاس پہونچے اور آپ لوگون کو لیکر پہاڑ کے درہ پر چڑہ گئے۔ اوسوقت آپکے
ساتہہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ۔ طلحہ بن عبداللہ زبیر بن العوام
اور حارث بن صمۃ تہے"

لیکن خود اونہین روایتون سے نتیجہ خلاف اوس کے پیدا ہوتا ہے جو ذی علم
مصنف نے اپنی رائے نسبت حضرت عمرؓ کے قایم کی ہے اور خود اونہین روایتون

ستے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے ہٹ گئے تہے اور حضرات شیخین اوسوقت پیغمبر کے پاس پہونچے ہین جبکہ دشمنو نکا حملہ جو پیغمبر پر ہو رہا تہا ہمن ملا کو دفع کرنے والون نے دفع کرکے میدان جنگ کو دشمنون سے خالی کر دیا تہا اور دشمن جو درمیان اوس مقام کے حایل تہے جہان حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے علیحدہ بیٹھے ہوئے تہے اور اوس مقام گڈہی کی جہان پیغمبر معہ اپنے نہایت قلیل ہمراہیون کے تہے اپنے مقام سے ہٹ گئے تہے:-

فاضل مصنف نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "حضرت عمر میدان جنگ سی نہین ہٹے" - یہ بہی قبول کیا ہے کہ "سپر ڈالکر ایک مقام پر معہ اپنے چند ساتہیون کے بیٹھے ہوئے تہے" اسمین یہہ امر قابل غور کے ہے کہ "میدان جنگ کسکو کہتے ہین" ؟ اور میدان جنگ اوس مقام سے جہان حضرت عمر بیٹھے ہوئے تہے جدا تہا یا نہین" ؟

یہہ امر صریح ہے کہ میدان جنگ اوسی کو کہین گے جہان باہم فریقین کی قتل وقتال ہوتا ہو - اور یہہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے جس مقام پر سپر ڈالکر بیٹھے ہوئے تہے وہان باہم فریقین کے کسی قسم کا قتل وقتال نہین ہوتا تہا -

میدان جنگ - وہ مقام جہان حضرت عمر بیٹھے ہوئے تہے اوسوقت تسلیم ہوسکتا تہا کہ جب حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے مستعد جنگ اور دشمنون سے برسر مقابلہ ہوتے اونکا معہ ہمراہیون کے سپر ڈالکر جدا مقام پر بیٹھا ہوا ہونا خود دلالت کرتا ہے کہ اونہون نے میدان جنگ کو چہوڑ دیا تہا اور اپنی حفاظت کیواسطی ایک جائے امن کی یہہ سمجہہ لی تہی جب ان انکو اطمینان ہوگیا تہا کہ اوس مقام پر دشمن

اون پر حملہ آور نہو سکین گے۔

سپر ڈالکر کسی دوسری جگہہ چلا جانا اور وہان باطمینان بیٹھنا پکار پکار کہہ رہا ہے کہ "میدان جنگ سے حضرت عمر ہٹ گئے تہے"

جسوقت حضرت عمر سپر ڈالکر ایک جگہہ معہ اپنے ہمراہیون کے بیٹھے ہوئے تہے اوسوقت میدان جنگ صریح وہی مقام تہا کہ جہان پیغمبرؐ کی حمایت اور نصرت کرنے والون سے تلوار چل رہی تہی اور جہان بازار کارزار گرم تہا۔

انس بن نضر کی روایت سے ظاہر ہے کہ اوسنے حضرت عمر کو جس جگہہ بیٹھے ہوئے دیکھا اور حضرت عمر کو ہدایت کی کہ تم کو چلکر لڑنا مرنا چاہیے یہان کیون بیٹھے ہو" اور اگر پیغمبرؐ مر گئے تو خدا تو زندہ ہے۔ حضرت عمر نے کو اوسکی نصیحت پر عمل نہین کیا اور اوس سے ایسے کلمے کہے کہ جس سے وہ بہی میدان جنگ مین نہ جائے۔ لیکن وہ حضرت عمر کے ارشاد کو قبول نہ کر کے اپنے ارادہ اور ایمان پر قایم رہ کر میدان جنگ مین آیا اور دشمنون پر حملہ آور ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ میدان جنگ اور مقام تہا۔ اور حضرت عمر میدان جنگ سے علیحدہ دوسرے مقام پر تہے اور اوسکی نصیحت پر بہی میدان جنگ مین نہین آئے۔

ایسی حالت مین حضرت عمر کی نسبت یہہ کہنا کہ " وہ میدان جنگ سے نہین ہٹے" قطعی غلط ہے۔ جبکہ یہہ بہی قبول کیا جائے کہ سپر ڈالکر ایک مقام پر معہ ہمراہیون کے بیٹھے ہوئے تہے"

اگر حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے مثل انس بن نضر دشمنون پر حملہ آور ہوتے تو دین خدا اور پیغمبرؐ کو کسقدر نصرت پہونچ سکتی تہی۔ ایسی حالت مین صرف یہی کہنا کافی نہین ہوگا کہ حضرت عمر میدان جنگ سے ہٹ گئے تہے۔

بلکہ اوسپر یہہ طرہ بہی ہونا چاہیے کہ اونہون نے اپنے دل کو نصرت پیغمبرؐ اور
دین خدا سے ہٹا لیا تہا۔
ان امور پر غور کرنے سے بآسانی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ جب علی مرتضےٰؑ اور دیگر
جانبازون نے جنکی تشریح تاریخ اسلام مین موجود ہے دشمنونکو میدانسے
ہٹا دیا اور پیغمبرؐ علی مرتضےٰؑ کے ساتہہ معہ چند رفقا کے گڈہے سے نکلکر
بلندی پہاڑ پر نمودار ہوئے اوسوقت حضرت ابوبکر و عمر لوٹ لوٹ کر پیغمبرؐ
کے پاس پہونچی ہین۔ چنانچہ خود حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہین کہ سب سے پہلی
واپس آنے والون مین مین ہونگا جنہون نے اس شرف مقدم سے
حضرت عمر کو محروم رکہا۔
جب بلندی پہاڑ پر پیغمبرؐ گڈہے سے نکلکر چڑہے اور مسلمان آپکی
پاس پہونچے اوسوقت راوی نے جو لوگ پیغمبرؐ کے پاس شروع سے تہی
اور جو لوگ بعد کو پہونچی سب کو یکجا کرکے بیان کیا ہے۔ ورنہ جو لوگ سپر
ڈالکر چلے گئے تہے جب تک دشمن جو درمیان پیغمبرؐ اور واپس آنیوالونکی
حایل تہا دفع نہو جاوے وہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچ نہین سکتے تہے۔ کوئی
روایت ایسی نہین ہے کہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے والے دشمن سے
خالی کرکے پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین۔

بلاذری کی تحقیق فرار عمر کی بابت معہ روایت استدلال ذی علم مصنف کے ذہن مین یہ امر ضرور تہا کہ اونکی اس رائے کے خلاف کہ "حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے" متعدد روایتون سے حضرت عمر کا میدان جنگ سے فرار کرنا ظاہر ہے جس سے ذی علم مصنف کی رائے غلط قرار پائیگی اسلیئے وہ مجبور ہوئے ہین کہ بعض اپنی رائے کی خلاف

یہی رائے اور روایت دکہائین چنانچہ علامہ بلاذری کا یہہ قول نقل کرسئے ہین کہ "حضرت عمر اون لوگون مین تہے جو اُحد کے دن بہاگ گئے تہے لیکن خدا نے اونکو معاف کر دیا" اور علامہ موصوف نے جو ایک روایت نقل کی ہی اوسکا خلاصہ ذی علم مصنف نے یہ بیان کیا ہی کہ "حضرت عمر نے جب اپنی خلافت کے زمانہ مین لوگون کے روزینے مقرر کئے تو ایک شخص کے روزینے کی نسبت لوگون نے کہا کہ انسے زیادہ مستحق آپ کے فرزند عبد اللہ ہین۔ حضرت عمر نے فرمایا نہین اسکا باپ اُحد کی لڑائی مین ثابت قدم رہا تہا اور عبد اللہ کا باپ (یعنی خود عمر) نہین رہا تہا"

علامہ کی استدلال کی روایت مین قدح رواۃ کی حقیقت

ذی علم مصنف علامہ بلاذری کے قول فیصل اور رائے محقق کی نسبت جو علامہ نے بعد تحقیق قایم کی ہی کچہہ چون وچرا نہین کرتے ہین لیکن رواۃ کی نسبت یہہ کہتے ہین کہ "یہ روایت قطع نظر اس کے کہ درایۃ غلط ہی کیونکہ معرکہ جہاد سے بہاگنا ایک ایسا ننگ تہا جسکو کوئی شخص علانیہ تسلیم ہی نہین کر سکتا تہا۔ اصول روایت کے لحاظ سے بہی ہم اوسپر اعتبار نہین کر سکتے ہین۔ علامہ موصوف نے جن رواۃ کی سند سے یہہ روایت بیان کی ہی ائین عباس بن عبد اللہ اور عیص بن اسحاق ہین اور یہہ دونون مجہول الحال ہین۔ اس کے علاوہ اور تمام روایتین اس کے خلاف ہین۔

ذی علم مصنف نے راویون کو جو غیر معتبر قرار دیا ہے یہہ اون کلی اور اون کے یہان کے علما کا ایک امر اختیاری ہی کہ جہان جس روایت کو

اور جن راویون کو چاہتے ہین وہان چپ چاپ بغیر ذکر قدح راویون کی اوس روایت کو لے لیتے ہین اور جہان جس روایت ان ہین رواۃ کو لینا خلاف مقصود ہوتا ہی وہان اون راویون کی قدح ظاہر کر دیتے ہین۔ ایسے نشانات دکہانیسے ہم اجتناب کرتے ہین کہ بحث کو طوالت ہوتی ہے لیکن اس روایت کو درایۃ جو غلط ہوتا وہی علم مصنف قرار دیتے ہین اوسمین صرف اونکی یہی غلطی نہین ہی کہ جس امر کو اونہون نے درایت قرار دیا ہے وہ درایت نہین ہے۔ ورقیاس کو درایت سمجھ لیا ہے اور درایت کو روایت بناکر حضرت عمر پر ایک سخت عیب لگایا ہے یعنی امر واقعہ کا چھپانا ہی علم مصنف حضرت عمر پر امر لازمی قرار دیتے ہین۔

علامہ بلاذری کی استدلالی روایت کو درایۃ مصنف کی غلط ظاہر کرنے کی حقیقت

اگر روز بیعت کے [illegible] لینے کے [illegible] حضرت عمر استحقاق [illegible] استحقاق پر (جسکی بنا [illegible] تھی کہ کون بھاگا اور کون ثابت قدم رہا) لحاظ نہ کرتے اور بجائے ثابت قدمی کے فرار کو جب استحقاق یا سرداری مین قرار دیتے تو واقعہ کا روشنی [illegible] کہ [illegible] ثابت قدمی اور فرار سے آگاہ تھے حقارت ہوتی اور [illegible] ہر ایک کے دل مین [illegible] ہو جاتا۔

اوسوقت مین [illegible] حضرت عمر کے [illegible] فرار سے آگاہ تھے کہ [illegible] حضرت [illegible] اوسوقت [illegible] ایسے واقعہ کو [illegible] ظاہر نہ کرنا ایک [illegible] اگر [illegible] سے باطل کرنا چاہتی ہین

تمام روایتین اس واقعہ فرار کے خلاف ہونگی جیسا کہ ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین۔ لیکن ذی علم مصنف اگر اونکو تحریر کرتے تو معلوم ہوتا کہ ذی علم مصنف نے اون کے مقصود کو اپنے ذہن مین غلط قرار نہین دے لیا ہے جیسا کہ حضرت عمر کے میدان جنگ سے ہٹنے کو دو روایتون اپنی منقولہ سے غلط قرار دیا ہے۔ مگر درحقیقت ایسی روایات ہین نہین ورنہ مصنف ضرور اونکو اس موقع پر دکہلاتے۔

حضرت عمر کے فرار یوم احد کے متعلق کسیقدر اور روایتین جو میری نظر سے گذری ہین اونکو پیش کرتا ہون۔

روایات متعلق فرار عمر

"حضرت عمر نے ایک دن جمعہ کا خطبہ پڑہا۔ اور سورۂ آل عمران کی جب اس آیت پر پہونچے۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان یہ تحقیق کہ جن لوگون نے منہ پہیر دیا تم مین سے جس دن کہ بہڑ گئین دو جماعتین" تو کہا کہ جسوقت کہ تہا دن احد کا ہزیمت پائی ہم نے اور بہاگا مین یہانتک کہ چڑہ گیا مین پہاڑ پر۔ پہر آئینہ اچہلتا تہا۔ گویا مین ابر کوتی تہا۔ اور اوس وقت لوگ یہہ کہہ رہے تہے کہ محمد صلعم قتل ہو گئے"
(تفسیر در منثور سیوطی و شرح [illegible] ابی الحدید [illegible] اگرچہ [illegible] ہے مگر روایات کتب اہل سنت سے لیتا ہون)

"خود حضرت عمر کہتے ہین جبکہ چلایا شیطان کہ قتل ہو گئے انحضرت صلعم تو پیش آگیا مجہکو کہ مین چڑہتا تہا پہاڑ پر گویا مین [illegible] (زان [illegible]) یہ تحقیق کہ شیطان بہاگے دو لوگ [illegible] آنسو آپ کے اور مانگتے تہے علی [illegible] سعانی پس [illegible] ندا کرنے والے کہ قتل ہو گئے محمد [illegible] اپنی [illegible]

پس کہا عمر نے اور کہا تہا وہ ابوبکر نے۔ پس نازل ہوئی آیت (ترجمہ) تحقیق کہ جو لوگ پلٹ گئے تم مین سے دن ملنے دو جماعت کے۔ بیشک ڈگا دیا اون کو شیطان نے " (مسند احمد حنبل)

" تحقیق کہ عمر نے بخشش دی ایک مرد کو چار ہزار درہم اور زیادہ کئے اوسکو ہزار۔ کسی نے کہا کہ اپنے بیٹے کو نہین زیادہ کرتے ہو جیسا کہ اوسکو زیادہ کیا۔ پس فرمایا اونہون نے تحقیق کہ یہ وہ شخص ہی کہ ثابت رہا باپ اوس کا دن احد کے اور نہین ثابت رہا باپ اسکا " (ربیع الابرار زمخشری باب ۵۲ عدل و انصاف)

" ایک عورت حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین روا مانگنے آئی منجملہ اون رواؤن کے کہ جو اون کے آگے تہین۔ اور خود اونکی (حضرت عمر) لڑکی بہی اوسکے ساتہہ آئی جو روا مانگتی تہی۔ پس دی اونہون نے روا اوسی عورت کو۔ کسی نے اسبارہ مین کچہہ کہا تو فرمایا کہ اوسکا باپ ثابت قدم رہا۔ دن احد کے اور نہین بہاگا اور تحقیق کہ باپ اس (دختر) کا بہاگا دن احد کے اور نہین ثابت قدم رہا " (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید)

" تفسیر کبیر۔ اور تفسیر نیشاپوری مین تحت اوس آیۃ کے جسکا ذکر اوپر ہوا لکہا ہی کہ " ہزیمت پانے والون مین عمرؓ تہے مگر اول ہزیمت پانیوالونمین نہین تہے اور دور نہین چلے گئے بلکہ پہاڑ پر جم رہے تہے یہان تک کہ جڑہے نبی صلعم "

ہزیمت شکست پاکر بہاگنے کو کہتے ہین۔ اگرچہ صاحب تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری نے حضرت عمرؓ کو نمبر اول کی ہزیمت پانے والون مین قرار نہین دیا اس خیال سے کہ وہ دور نہین چلے گئے تہے۔ برخلاف حضرت عثمان کے

کہ جو ایسے مقام دور دراز کو چلے گئے تھے جو تین روز کے بعد واپس آئے لیکن اوس اندازہ فرار سے حقیقت فرار مین کوئی فرق نہین آتا۔

ان تمام روایات سے جنکا ذکر ذی علم مصنف نے متروک کیا ہے اور جنپر جرح اونکو نہایت دشواری تھی حضرت عمرؓ کا فرار میدان جنگ سے صریح ظاہر ہے اور علامہ بلاذری کی رائے نسبت فرار عمرؓ کے محققانہ قرار پاتی ہی مقابلہ اوس کے رائے ذی علم مصنف کی ایسی ٹہرتی ہی کہ جس کے پیر نہون۔ جو روایتین ذی علم مصنف نے انس بن نضر کی لکھی ہین اور جو روایتین کہ ہمنے پیش کین اون کی مضامین کی خبر آیات قرآنی مین موجود ہے۔

"و لقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ و انتم تنظرون"

"اور البتہ تحقیق تہے تم کہ ارزو کرلیتے تہے تم موت کی (وقت جہاد) قبل اسکی کہ ملاقات کرو تم اوس موت کو پس تحقیق دیکہا تم نے اوس موت کو (ہنگامہ موت کو) اور تم دیکہہ رہے تہے" (کہ مومنین کس طرح لڑ رہے ہین۔ اور مر رہے ہین)"

"ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلہم الشیطان" | "تحقیق کہ جن لوگون نے موہنہ پہیر لیا تم مین سے دن ملنے دو جماعتون کے بیشک ڈگا دیا اون کو شیطان نے"

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ" | "اور نہین ہی محمد مگر رسول تحقیق کہ گذر چکے ہین پہلے اس سے رسول کیا پس اگر مر جائے یا قتل ہو جائے۔ پہر جاؤ گے تم اوپر ایڑیون اپنی کے۔ اور جو کوئی کہ پہر جائے اوپر دونون ایڑیون اپنی کے پس ہرگز ضرر نہ دیگا وہ خدا کو کچہہ"

"اذ تصعدون ولا تلوون علیٰ } جسوقت کہ چلے جاتے تہے تم اور نہین لڑتے تہی
احد الرسول یدعوکم فی اُخریکم" } تم کسی پر اور رسول پکارتا تہا تم کو تمہارے پیچہے"

نتیجہ روایات و آیات کا ذی علم مصنف نے جو امور کہ حضرت عمرؓ کی نسبت قبول کئے اور جو امور دوسری روایتون سے حضرت عمر کی نسبت ظاہر مین اہل نظر دیکہہ لین کہ وہی مضامین آیات قرآنی مین ہین یا نہین؟ اور اون امور کی خدا نے مذمت کی ہے کہ یا نہین؟ اور آیا یہ آیات شایان حضرت عمر کی بہی سمجہی جاسکتی ہین یا نہین؟ اوس کے بعد خود اہل نظر سمجہہ لینگے کہ ذی علم مصنف نے جو رائے حضرت عمر کی نسبت ظاہر کی ہے وہ خلاف مضامین آیت قرآنی کے ہے یا نہین اور کہانتک ایسی رائے کی وقعت لوگونکی نگاہ مین ہوسکتی ہی۔؟ یہہ سچ ہے جیسا کہ مصنف بحوالہ علامہ بلاذری لکہتے ہین کہ جنگ احد کے فراریون کو خدا نے معافی دیدی۔ لیکن جنگ حنین مین جو لوگ بہاگے جنمین حضرت عمر بہی شامل تہے اوسکی معافی خدا نے نہین دی اور صرف یہہ فرمایا کہ "ثم ولیتم مدبرین"

حضرت عمر کے خالد کو حملہ کرکے ہٹا دینے کی حقیقت ذی علم مصنف ایک یہ واقعہ بہی ظاہر کرتے ہین کہ "خالد ایک دستہ فوج کے ساتہہ آنحضرت کی طرف بڑہے رسول الله اسوقت تیس صحابہ کے ساتہہ پہاڑ پر تشریف رکہتے تہے۔ خالد کو آتا دیکہکر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہانتک نہ آنے پائین۔ حضرت عمر نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتہہ آگے بڑہ کر حملہ کیا اور اونکو ہٹا دیا"

اگرچہ اس واقعہ کی نسبت ہم اپنے رسالہ روشنی کی پانچوین جلد (صفحہ ٧١) مین بحث کرچکے ہین مگر اس موقع پر بہی حقیقت اس واقعہ کی دکہانا ضروری ہے

اس واقعہ کی نسبت مورخین اہلسنت نے مختلف طور سے روایتین نقل کی ہین ایک تو یہی ہے کہ "پیغمبرؐ پہاڑ پر معہ چند مسلمانون کے چڑہ گئے تہے اور کفار کو آتے ہوئے دیکھکر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ" خدایا یہ لوگ یہانتک نہ آنے پائین - اور حضرت عمر نے معہ چند مہاجر اور انصار کے اونکو ہٹا دیا جیسا کہ ذی علم مصنف نے سیرۃ ابن ہشام اور طبری سے لیا ہے -

ایک صورت یہہ ہے کہ "پیغمبرؐ کہائی پہاڑ مین معہ چند اصحاب کے تہے کہ قریشی پہاڑ پہ چڑہ گئے اور پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے اللہ یہہ نہین ہونا چاہیے کہ وہ ہمپہ چڑہ آئین - اوسوقت عمر بن خطاب اور ایک جماعت مہاجرین نے قتال کیا تب وہ پہاڑ سے اوترے -" جیسا کہ ازالۃ الخفا مین بحوالہ ابن اسحاق لیا گیا ہے :-

ایک صورت اور ہی مین خود حضرت عمر سے یہہ مروی ہے کہ "جب پکارا شیطان نے یہ کہ قتل ہوئے محمدؐ صلعم تو چڑہا مین پہاڑ پر مانند بز کوہی کے اور پہونچا مین پاس آنحضرت کے کہ آپ فرماتے تہے (آیت قرآن) نہین ہین محمدؐ مگر رسول بیشک گذر گئے ہین اوس سے پہلے بہت رسول - پس اگر مر جاے یا قتل ہوجائے پہر جاوگے تم اولٹے پاؤن - اور جو کوئی پہر جاویگا - اولٹے پاؤن نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھ اور قریب ہے کہ جزا دے اللہ شکر کرنے والونکو اور تہے ابو سفیان نیچے پہاڑ کے فرمایا آنحضرت نے - اے اللہ نہین ہونا چاہیے کہ وہ چڑہ آوین ہمپر کہ شکست کہائی اونہون نے "

[illegible] خود حضرت عمر سے منقول ہے شیطان کا پکارنا کہ محمدؐ قتل [illegible] حضرت عمر کا پہاڑ پر کوہی بز کی مانند چڑہ جانا - اور پہونچنا اونکا پیغمبرؐ [illegible] پیغمبرؐ سے مضمون آیت سنا کہ اگر محمدؐ مرجائے یا قتل ہوجائے

پھر جاوگے تم اولٹی پاؤن۔ اور ابوسفیان کا نیچے پہاڑ کے ہونا۔ اور آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اے اللہ نہین ہونا چاہیئے کہ وہ چڑھ آئین ہمپر اور اون لوگونکا شکست کہانا سب کچھہ موجود ہے۔ مگر

"حضرت عمر کا چند مہاجر و انصار کے ساتھہ آگے بڑھ کر دشمنون پر حملہ کرنا اور اون لوگونکو ہٹا دینا" مذکور نہین ہے۔ جس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حضرت عمر کا حملہ کر کے کفار کو ہٹا دینا جن روایتون مین مذکور ہوا ہے وہ مضمون اونکا غلط اور وضعی ہی۔

درحقیقت یہہ روایت دو حصون پر مشتمل ہی ایک حصہ اوسکا وہ ہے کہ جسمین حضرت عمر نے اپنی سرگذشت بیان کی ہی۔ دوسرا حصہ وہ ہے کہ جب وہ حضرت پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین تو اوسوقت اونہون نے وہان اون سے سنا ہے اور معلوم کیا ہے۔

جو حصہ کہ حضرت عمر کی سرگذشت کا ہے وہ یہہ ہے کہ "جب پکارا شیطان نے کہ آنحضرت صلعم قتل ہوئے تو مین پہاڑی بُز کی طرح پہاڑ پر چڑھا اور آنحضرت صلعم کے پاس پہونچا جو اس آیۃ کی تلاوت فرما رہے تھے "نہین ہے محمد مگر رسول۔ بیشک گذر گئے ہین اوس سے پہلے بہت رسول۔ پس اگر مرجائے یا قتل ہوجائے۔ پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤن؟ اور جو کوئی پہر جاویگا اولٹے پاؤن وہ خدا کا کچھہ نہین بگاڑیگا"

اس حصہ مین جو حضرت عمر کا پہاڑ پر مثل بز کوہی چڑھ جانا اور پہر پیغمبرؐ کے پاس پہونچنا مذکور ہے یہہ دو واقعہ جداگانہ ہین اونکو یہہ نہین سمجھہ لینا چاہیئے کہ وہ بلاوقفہ واقع ہوئے ہین:۔

حضرت عمر کا پہاڑی بُز کی طرح پہاڑ پر چڑھ جانیکا واقعہ اوسوقت کا ہی

کہ جب مسلمانون نے ہزیمت پائی ہے اور شیطان نے پکارا ہے کہ آنحضرت صلعم قتل ہو گئے اور حضرت عمر پہاڑ پر چڑہ کے اوسکی گہاٹی مین سپر ڈال کے معہ اپنے ساتہیون کے جا بیٹہے ہین۔

اور حضرت عمر کے پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے اور پیغمبرؐ سے مضمون آیۃ سننے کا وہ وقت ہے کہ بعد ہزیمت کے بقیہ مسلمانون نے جب یہہ کفار کو ہزیمت دی ہے اور پیغمبرؐ بلندی پہاڑ پر چڑہ گئے ہین۔

ان دونون واقعون جداگانہ مین وقفہ کے ہونیسے کسیکو انکار نہین ہو سکتا۔

دوسرا وہ حصہ روایت کا کہ "جب حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین اور اونکو وہان معلوم ہوا ہے یہہ ہے کہ" تہے ابوسفیان نیچے پہاڑ کے فرمایا آنحضرت صلعم نے اے اللہ نہین ہونا چاہیے یہہ کہ وہ چڑہ آوین ہمپر سو شکست کہائی اونہون نے "

یہہ واقعہ حضرت عمر کا چشمدید نہین تہا۔ بلکہ جب وہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین تب اونکو اس واقعہ کا علم ہوا ہے۔

اس واقعہ مین جو یہ ذکر ہے کہ ابوسفیان نے شکست کہائی یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ ابوسفیان نیچے پہاڑ کے تہے اور پیغمبرؐ بہی زخمی ہو کر گڈہے مین گر چکے تہے اور کفار پیغمبرؐ پر حملہ کرنے چلے آتے تہے اوسوقت پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے اللہ نہین ہونا چاہیئے یہ کہ وہ ہمپر چڑہ آئین یعنی ہم تک آنے نہ پائین کہ علی مرتضےٰ اور چند دیگر مہاجر و انصار نے حملہ کفار کو دفع کیا اور اونکو ہزیمت دی اور پیغمبر کی دعا کو خدا نے مستجاب کیا۔

صریح ہے کہ ابوسفیان کے اسوقت شکست کہانے کے وقت حضرت عمر پیغمبر کے پاس نہین تہے بلکہ گہاٹی پہاڑ مین معہ اپنے ہمراہیون کے بیٹہی ہوئی تہے۔

حضرت عمر نے اس روایت مین اپنی سانحہ کو اور پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے کے بعد
جس سانحہ کا کہ اونکو علم ہوا اوسکا بیان کیا ہے اور جسکی تفریق خود روایتون اہلسنت سے
بخوبی ہوتی ہے :-

حضرت عمر نے ابوسفیان کا پہاڑ کے نیچے ہونا بیان کیا ہے اور یہ نہین
بیان کیا ہی کہ اوسوقت پیغمبرؐ کہان تہے - لیکن حضرت عمر کے بیان مین ابوسفیان
کا شکست کہانا موجود ہی تو خواہ مخواہ یہ سمجہا جا سکتا ہی کہ پیغمبرؐ بھی گہاٹی پہاڑ مین
جہان گہر گئے تہے موجود تہے -

تمام مورخ متفق ہین کہ گڑہے سے پیغمبرؐ جب نکلے ہین اور پہاڑ پر چڑہے
ہین تو علیؑ مرتضے اون کے ساتہہ تہے - اگر قبل ہزیمت کفار کے پیغمبرؐ پہاڑ پر
چڑہتے اور علیؑ مرتضے اون کے ساتہہ نہوتے تو کفار کو پیغمبرؐ کے پاس تک نہ
آنے دینے کے لئے روکنے والا کون ہو سکتا ہی -

یہ ہزیمت کفار کی حضرت عمر کی طرف منسوب نہین ہو سکتی ہے - جسکا ذکر حضرت
عمرؓ نے کیا ہے وہ اوسوقت گہاٹی پہاڑ مین سپر ڈالے ہوئے بیٹھے تہے -

ہمکو یہ دیکہنا بھی چاہیے کہ جو صورت واقعہ ذی علم مصنف نے ظاہر کی ہی
معرکہ احد مین کوئی وقت ایسا ہو سکتا ہے کہ جسوقت وہ واقعہ حضرت عمر ظہور مین
لائے ہون -

جس واقعہ کا بیان ذی علم مصنف نے کیا ہے اوس سے ظاہر ہے کہ
اوسوقت تک دوبارہ دشمنون کو ہزیمت نہین ہوئی تہی اور دشمن میدان جنگ مین
موجود تہے کہ ایک دستہ فوج کا خالد لیکر آنحضرت کی طرف کو بڑہتا ہے - یہ وقت
ایسا نہین ہو سکتا ہی کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس بلندی پہاڑ پر پہونچے ہون - اسلئے
کہ تمام روایتون سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ جب دشمن میدان جنگ سے دوبارہ

شکست کہا کر ہٹ گئے ہین اور پیغمبرؐ خدا گڑہے سے نکلکر بلندی پہاڑ پر گئے ہین۔ اوسکے بعد حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین جیسے کہ اور بہاگنے والے آگے پیچہے پیغمبرؐ کے پاس آ گئے ہین۔

پس یہہ واقعہ کہ "حضرت عمر نے چند مہاجرین و انصار کے ساتہہ خالد اور دستہ فوج پر آگے بڑہ کر حملہ کیا اور اون لوگون کو ہٹا دیا" کسی طرح صحیح تسلیم نہین ہو سکتا۔

جسوقت کہ خالد معہ دیگر دشمنون کے میدان جنگ مین موجود تہے اوسوقت حضرت عمر معہ چند مسلمانون کے ایک درہ کوہ مین بیٹہے ہوئے تہے جسکا ذکر روایات انس بن النضر مین ہے اور خود حضرت خالد سے روایت ہے کہ جسوقت لوگ ہٹے احد مین تو حضرت عمر کو خود مین نے گہاٹی مین جاتے ہوئے دیکہا[۱] جس سے ظاہر ہے کہ وقت غلبہ کفار کے حضرت عمر گہاٹی مین چلے گئے تہے اور وہ گہاٹی سے اوسوقت نکلے ہین جب کفار کو علی مرتضیٰ کی بے نظیر شجاعت سے ہزیمت ہو گئی ہی اور پیغمبرؐ پہاڑ پر چڑہ گئے ہین پس حضرت عمر کا خالد اور اوسکے دستہ فوج کو حملہ کرکے ہٹا دینا قطعی وضعی ہی۔

حضرت عمر کی ابوسفیان کو للکارنے کی حقیقت

ذی علم مصنف اخیر مین معرکہ احد کے متعلق ایک یہہ واقعہ بھی حضرت عمر کی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ "ابوسفیان سالار قریش درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ اس گروہ مین محمدؐ ہین یا نہین؟ آنحضرت نے اشارہ دیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے پہر حضرت ابوبکر و عمر کا نام لیکر کہا کہ یہہ دونون اس مجمع مین ہین یا نہین؟ اور جب کسی نے کچہہ جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہہ لوگ مارے گئے۔ حضرت عمر سے نہ رہا گیا پکار کر کہا

[۱] مغازی واقدی صفحہ ۲۴۲

کہ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین۔ ابوسفیان نے کہا۔ اُعلُ ہُبَل۔ ایک بت کا نام تہا یعنی ہبل بلند ہو۔ رسول اللہ نے حضرت عمر سے فرمایا جواب دو۔ اللہ اعلیٰ واجل۔ یعنی خدا بلند و برتر ہے ؎

اس موقع پر حضرت عمر کا موجود ہونا مشکل سے قبول کیا جا سکتا ہی۔ واقعات تاریخی دکہا رہے ہین کہ جب کفار کو ہزیمت ہو چکی ہے تب حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین اور اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کفار کو ہزیمت نہین ہوئی تہی اور حضرت عمر پیغمبرؐ کے پاس موجود تہے۔

ذی علم مصنف نے یہہ ظاہر نہین کیا کہ ابوسفیان درہ کے قریب کسوقت آن کر پکارا تہا۔ آیا اوسوقت کہ ابوسفیان کو شکست ہو گئی تہی یا نہین؟ اگر شکست ہو گئی تہی تو یہہ شکستہ دل اور شکست یافتہ لوگون کی عادت اس امر کو قبول کرنے نہین دیتی کہ وہ اپنے دشمنون کے قریب آکر کوئی ایسا امر اونسے دریافت کرین کہ جس سے پہر مقابلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہو۔ او۔

اگر ابوسفیان کو اوسوقت ہزیمت نہین ہو چکی تہی اور اوسوقت غلبہ پانیوالی جماعت اوس کے ساتہ تہی اور یہہ بہی وہ جانتا تہا کہ قلیل مسلمان اس موقع پر ہین۔ اور جب یہہ معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلعم زندہ ہین تو پہر اوسنے اپنے قلیل دشمنون پر حملہ کرکے اون کو نیست و نابود کر دینے کی کوشش کیون نہ کی کہ یہ امر خلاف گرمجوشی ابوسفیان کے تہا۔

باوجود اس واقعہ سے نافرمانی پیغمبرؐ کی حضرت عمر کی نسبت بخوبی ظاہر ہی۔ پیغمبرؐ نے کسی مصلحت سے یہہ اشارہ کیا تہا کہ ابوسفیان کو کوئی جواب نہ دے۔ لیکن حضرت عمر نے خلاف ارشاد آنحضرت صلعم کے پکار کر کہا کہ "او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین"۔ پیغمبرؐ جس بہید کو پوشیدہ رکہنا چاہتے تہے حضرت عمر نے اوسکو

علانیہ آشکارا کیا۔ لیکن حضرت عمر کا اس موقع پر نافرمانی پیغمبرؐ کی کرنا قابل تعجب کے نہین ہے۔ اونکو عادت تہی کہ ہمیشہ خلاف ایما اور منشاء پیغمبرؐ کے گرمجوشی ظاہر کرتے تہے جسکو اوانسکے ... اسکے واسطے اون سے ایسے شیوہ کو اونکی فخر کے لیے چننے رہتے ہین۔

اگر یہہ واقعہ تسلیم کیا جائے تو پیغمبرؐ سے جو اسوقت یہ اشارہ کیا کہ ابوسفیان کے پکارنے کا کوئی جواب نہ دے اوسکی مصلحت صریح ہے۔ کہ خدا خدا کر کی ابوسفیان اور اوسکے لشکر کو ہزیمت ہوئی ہے جب وہ اودہر سے کوئی جواب نپاویگا تو اپنی حالت پر باقی رہیگا۔ لیکن جب اوسکو یہہ معلوم ہوگا کہ حضرت محمدؐ زندہ ہین اور اونکی قتل کی خبر غلط مشہور ہوئی تو سخت اندیشہ تہا کہ نہایت گرمجوشی سے قتل انحضرت مین کامیابی حاصل کرنے کے لیے حملہ کیا جائے۔

پیغمبرؐ ابھی دیکھہ چکے تہے کہ حضرت ابوبکر و عمر اور اکثر مسلمانون نے اون کو اپنی حالت دکھا لی تہی۔ پیغمبرؐ نے جو ابوسفیان کا جواب دینے سے منع فرمایا اوسکی مصلحت تو ظاہر تھی لیکن حضرت عمر سے جو نہین رہا گیا اور پکارنے لگی کہ ہم سب زندہ ہین اوسمین کیا مصلحت تھی ؟۔

مین ذی علم مصنف کے اس فقرہ کو بہت تعجب سے دیکھتا ہون کہ "حضرت عمر سے نرہا گیا پکار کر کہا کہ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" جب مین یہ خیال کرتا ہون کہ ابہی تو دشمنون کے خوف سے حضرت عمر نے سپر ڈالکر میدان جنگ چہوڑ کر پہاڑ کی گہاٹی مین پناہ لی تہی۔ اور ابہی حضرت عمر اونہین دشمنون کی للکار کے پکارنے کو تیار ہوگئے۔ مگر میرے تعجب کو حضرت عمر کی دانائی رفع کرتی ہے کہ وہ ویسا ہی موقع تہا اور یہہ ایسا ہی موقع تہا۔ لیکن حضرت عمر کی ہیبت پر شبہہ رکہنے والے حضرت عمر کی اس پالیسی کو بُری نگاہ سے دیکہین گے اور ... ن کی

مصلحت کو یہہ ٹہراوین سکے کہ حضرت عمر ابوسفیان کا ہزیمت پانا جسمین اونسے کوئی کارنمایان نہین ہوسکا تہا بلکہ قابل افسوس امر اونکی شجاعت کے دامن پر یہہ لکانیوالا ظہور مین آیا تہا) ناگوار خاطر ہونے سے ابوسفیان کو ایسا جواب دیا کہ دوبارہ حملہ کرکے دشمن کا کام تمام کردے اور خود حضرت عمر اوسی طریقہ پر قدم رکہہ کے اپنی جان کی حفاظت کرین کہ جس راہ پر اسی معرکہ مین پہاڑ پر چڑہتے وقت اپنے قدم اوٹہاتے تہے تاکہ نہ مسلمان باقی رہین نہ اون کی باہم کیسی بہلائی اور کیسی برائی کا چرچا سب قصہ ہی مٹ جائے۔

یہہ امر بھی خالی تعجب سے نہین ہے کہ جب ابوسفیان بولا کہ" یہہ لوگ ضرور مارے گئے" اور خلاف ارشاد پیغمبر کے حضرت عمر نے پکار کر یہ تو کہا کہ" او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" لیکن جب ابوسفیان نے کہا کہ" اے ہبل بلند ہو" اوسوقت حضرت عمر نے سکوت کیا اور کچہہ جواب نہ دیسکے اور گویا ابوسفیان کی قول کو سکوت سے قبول کر لیا۔

یہہ امر بھی قابل غور کے ہے کہ جب حضرت عمر نے ابوسفیان کو للکار کر اطلاع دی کہ" او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" تو اوسوقت ابوسفیان کو اس بات کے کہنے کا کیسے موقع ہوسکتا تہا کہ" اے ہبل بلند ہو" اس بات کے کہنے کا موقع اوسیوقت تہا کہ جب اوس نے یہہ جان لیا تہا کہ سب مارے گئے اور اپنی فتح سمجہکر کہہ سکتا تہا کہ" اے ہبل بلند ہو"

حقیقت اس واقعہ کی صرف اسقدر ہے کہ جسوقت حملہ کفار قریش سے مسلمانون نے پریشان ہوکر ہزیمت پائی اور پیغمبر زخمی ہوکر گڈہے مین گرگئے اور پیغمبر کی خبر قتل اوڑ گئی۔ اسوقت ابوسفیان درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ" اس گروہ مین محمد ہین یا نہین؟" جب پیغمبر کے ارشاد سے کسینے اوسکو جواب نہ دیا تب

اوسنے یہہ سمجھکر کہ پیغمبرؐ مارے گئے کہا کہ "اے ہبل بلند ہو" اور پیغمبرؐ نے یہہ جواب دیا کہ "خدا بلند و برتر ہے" آخر کار علی مرتضیٰؑ اور جو مسلمان کہ ثابت قدم رہے تہے اونہون نے دشمنون کو زیر کرکے ہزیمت دی اور پیغمبرؐ کی حفاظت کی ہے۔
اس واقعہ مین حضرت عمر کا نام بے محل اور بے موقع خلاف واقعہ داخل کیا گیا ہی۔ جیسا کہ اون جرحون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ہمنے اس بیان مین کی ہین۔
اور واقعات تاریخی کا نتیجہ بہی یہی ہے کہ جسوقت مسلمان تتر بتر ہو گئے تہے اور پیغمبرؐ خدا زخمی ہوکر ایک نشیب مین گر گئے اور اون کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی تھی اوسوقت ابو سفیان تلاش صحت خبر قتل پیغمبرؐ کی کرتا تہا لیکن اوسوقت سوائے علی مرتضیٰؑ اور دو چار مہاجر و انصار کے کہ جن ثابت قدمون کے نام کتب مغازی و سیر مین مذکور ہوئے ہین اور جو میدان جنگ مین قتال اور دشمنون کو پیغمبرؐ سے دفع اور پیغمبرؐ کی حفاظت کررہے تہے۔ پیغمبرؐ کے پاس نہ حضرت عمر تہے نہ حضرت ابو بکر نہ حضرت عثمان۔ قبل ہزیمت کفار کے حضرت ابو بکر و عمر کا پیغمبرؐ کے پاس ہونا۔ کسیطرح صحیح قبول نہین کیا جا سکتا۔

نکاح حفصہ ذی علم مصنف معرکہ احد مین جو شرف حضرت عمر کے لئے قرار دیتے تہے اوسکے ختم کے بعد اسی سال حضرت عمر کو یہ شرف دیتے ہین کہ "اونکی دختر بیوہ حضرت حفصہ رسول اللہ کے عقد مین آئین جنکا نکاح جاہلیت مین خنیس بن حذفہ کے ساتہہ ہوا تہا"
لیکن مجرد صاحبزادی حضرت عمر کا پیغمبرؐ کے نکاح مین آنا حضرت عمر کیلئے شرف نہین ہو سکتا۔ پیغمبرؐ طرح طرح کی مصلحتون اور ضرورت کے لحاظ سے نکاح کر لیتے تہے یہانتک کہ پیغمبرؐ نے حضرت ابو سفیان کی کہ وہ اوسوقت تک حالت کفر مین رہتے تہے دختر (ام حبیبہ) سے نکاح کر لیا تہا جیسا شرف حضرت

ہو سکتا ہی ویسا ہی شرف حضرت عمر کو بہی ہو سکتا ہی۔

علی مرتضےٰ معاویہ بن سفیان کے خط کے جواب مین کہ معاویہ بن سفیان نے ذکر قرابت بنی ہاشم سے کہا تہا صاف لکہدیا ہی کہ "نکاح کرنا اور نکاح مین دینا فعل الکفار ہے" یعنی کفر کی بات ہے اور جسکا مقصود یہ ہے کہ بنی ہاشم سے مناکحت ہونا نہ بنی امیہ کے لئے باعث شرف اور فخر کا ہو سکتا ہے نہ بنی ہاشم کے لئے عیب۔

اسی بنا پر یہ سمجہہ لینا چاہئے کہ پیغمبر نے جو نکاح دختر حضرت عمر سے کیا اوس سے کوئی شرف حضرت عمر کے لئے نہین ہو سکتا۔

قبیلہ بنو نضیر مین حضرت عمر کی ہمراہی

سنہ ۴ ہجری مین ذی علم مصنف بنو نضیر کے واقعہ کا ذکر کرتے ہین کہ "اون کے پاس حضرت پیغمبر حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کو ساتہہ لیکر تشریف لیگئے تہے" لیکن کوئی خاص بات ایسی حضرت عمر کی نسبت اس موقع پر نہین لکہی ہے جس سے حضرت عمر کے لئے کوئی شرف حاصل ہو سکے۔ صرف پیغمبر کا حضرت عمر کو ساتہہ لیجانا ایک معمولی بات ہے کون معرکہ ایسا ہے کہ جہان حضرت عمر پیغمبر کے ساتہہ نہ گئے ہون مگر دیکہنا یہ ہوتا ہے کہ اونہون نے اس موقع پر کیا کیا؟

جنگ خندق مین حضرت عمر کے نام کی مسجد

سنہ ۵ ہجری مین ذی علم مصنف معرکہ خندق یا احزاب کا ذکر کرتے ہین کہ "دس ہزار آدمی ابوسفیان کی سپہ سالاری مین مدینہ کی طرف آئے۔ پیغمبر نے مدینہ سے باہر نکلکر ایک خندق تیار کرائی تھی اور دشمن نے محاصرہ کر کے رسد وغیرہ بند کر دی تہی۔ ایک مہینہ تک محاصرہ رہا۔ آنحضرت نے خندق کے اوپر کچہہ کچہہ فاصلہ پر اکابر صحابہ کو معین کر دیا تہا کہ دشمن اودہر سے نہ آنے پائے ایک حصہ پر حضرت عمر معین تہے چنانچہ

اون کے نام کی ایک مسجد آج بھی یہان موجود ہے"

ذی علم مصنف نے یہ نہین بتایا کہ وہ مسجد کس زمانہ اور کس عہد مین حضرت عمر کے نام کی کسنے بنائی ہے اور وہ کیا کارنمایان حضرت عمر نے کیا تہا جسکی یادگار مین یہ مسجد اون کے نام کی بنائی گئی ہے۔ مقام جنگ خندق پر جس کو احزاب بھی کہتے ہین بیشک ایک مسجد بنی ہوی ہے اور وہ یادگار جنگ مین اور فتح جنگ مین بنائی گئی ہی جہان کہ پیغمبرؐ وقت محصور ہونے کے نماز پڑہتے تھے:۔

اس لڑائی مین اگر حضرت عمر کے ہاتہہ سے کوئی ایسا کارنمایان وقوع مین آیا ہوتا کہ جسکی وجہ سے فتح اون کے نام ہوتی تو البتہ کسیقدر قرین قیاس ہوتا کہ اونکی یادگار فتح مین یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ لیکن ذی علم مصنف فتح اس جنگ کی حضرت علی کے ہاتہہ پر قبول کرتے ہین کہ "اس لڑائی مین عمرو ابن عبدود عرب کا مشہور بہادر جو پانسو[1] سوارون کے برابر سمجہا جاتا تہا حضرت علی کے ہاتہہ سے مارا گیا اس کے مارے جانیکے بعد اودہر تو قریش مین کچہہ بیدلی پیدا ہوئی ادہر نعیم بن مسعود نے توڑ جوڑ سے قریش اور یہود مین پہوٹ ڈلوا دی اور کفر کا ابر سیاہ جو مدینہ کے افق پر تہا صاف ہو گیا"

زبیر کی شرکت مین حضرت عمر کا خندق مین حملہ

البتہ ذی علم مصنف ایک واقعہ بہ شرکت حضرت زبیر حضرت عمر کی نسبت یہ ظاہر کرتے ہین کہ "ایک دن کافرون نے حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے زبیرؓ کے ساتہہ آگے بڑہ کر روکا اور اونکی جماعت درہم برہم کر دی" اور خود ہی تحریر

---

[1] پانسو نہین بلکہ ہزار

اس واقعہ کی نسبت یہ ارقام فرماتے ہین کہ " یہ واقعہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالتہ الخفا مین لکھا ہے لیکن مین نے کسی کتاب مین اسکی سند نہین پائی "

کتب سیر و مغازی مین جنگ خندق کے واقعات بہت تفصیل سے مندرج ہین لیکن شاہ ولی صاحب ہندوستان کے محدث نے گیارہ سو برس کے بعد اپنی جودت طبع سے یہ واقعہ ایجاد کیا ہے اور جہالتسے یہ واقعہ ایجاد کیا ہے وہ ۔ وہ واقعہ یہ کہ جو دیگر کتب مغازی و سیر و خود ازالتہ الخفا مین موجود ہے اور جسکو ہم بھی حضرت عمر کے کمال فن کشتی و بھاگنے کے موقع پر اسی کتاب مین لکھ آئے ہین کہ حضرت عمر ضرار بن خطاب کے جبکہ وہ بعد قتل عمرو بن عبدود علی مرتضے کے خوف سے بھاگا جاتا تھا قتل کے لئے اوسکے پیچھے ہوئے اوسنے جب اونکو آتے دیکھا پلٹا ۔ حضرت عمر نے روگردانی اختیار کی اوسنے بڑھکر حضرت عمر کے نیزہ کی نوک پشت مین چبھو دی اور کہا کہ یہ نعمت مشکور رہنے پائے (ضرار بن خطاب نے عہد کرلیا تھا کہ کسی قریش کو قتل نہین کرونگا)۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اوسوقت کا ہے کہ جب علی مرتضے نے عمرو بن عبدود اور اوس کے ہمراہیون کو قتل کیا ۔ اور کفار مقابلہ سے ہٹ گئے ۔ بھاگتے ہوئے کفار کا پیچھا حضرت عمر نے کیا اور اونہین بھاگتے ہوئے کفار مین سے ضرار لوٹ پڑا ۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمر کے اوسی پیچھا کرنے کو بھی قرار دیا ہے اور اوسی بھاگتی ہوئی جماعت کو کہا ہے کہ حضرت عمر اور زبیر نے اس جماعت کو متفرق کردیا اور اس کے بعد ہی شاہ صاحب نے خود لکھا ہے کہ " اسی درمیان مین ضرار ابن خطاب لوٹ پڑا اور نیزہ حضرت

عمر کی طرف کو کھینچا اور کہا کہ یہ نعمت مشکورہ ہے کہ جو ثابت کی ہم نے تو پیر"
ذی علم مصنف نے شاہ ولی اللہ صاحب کی اس صنعت کو کہ حضرت عمر
اور زبیر نے جماعت کفار پر حملہ کیا اور ان کو متفرق کر دیا" یوں ادا کیا ہے
کہ "ایک دن کفر قریش نے حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے زبیر کے
ساتھ آگے بڑھ کر روکا اور ان کی جماعت درہم برہم کر دی" اور زبیر کے
مقابلہ اور حضرت عمر کے نعمت مشکور حاصل کرنے کو ترک کر دیا جو درحقیقت
اوسی تصویر پر جو شاہ صاحب نے کھینچی تھی ذی علم مصنف نے حضرت
عمر کا چہرہ خوبصورت بنانے کے لئے رنگ آمیزی کی ہے۔

کچھ اسی پر موقوف نہیں ذی علم مصنف نے معرکہ خندق میں دیگر ان
واقعات کا بھی ذکر نہیں کیا جس سے حضرت عمر کے چہرہ پر بدنما داغ
نمودار ہوتے ہیں:۔

خندق میں تعمیل حکم پیغمبری سے حضرت عمر کا انکار — پیغمبرؐ نے ایک رات اول حضرت ابوبکر اور اون کے انکار پر حضرت عمر کو یہ حکم
دیا کہ فوج مخالف سے خبر لاویں۔ مگر دونوں حضرات نے استغفراللہ
پڑھ کر جانے سے انکار کر دیا اور پھر حضرت حذیفہ نے تعمیل حکم پیغمبری کی۔
(تفسیر درمنثور سیوطی)

عمرو بن عبدود کی ہیبت حضرت عمر پر — جب عمرو بن عبدود مع چند دیگر شجاعان عرب کے گھوڑا کود اکر اس پار آ پہنچا اور جب بار اوس نے مبارزہ
طلب کئے اور پیغمبرؐ ہر مرتبہ یہ فرماتے تھے کہ کوئی ایسا ہے کہ جو اوس کے شر سے
نجات دلائے مگر کسی مسلمان کی ہمت نہ ہوئی اور آمادہ اوس سے مقابلہ
نہیں ہوتا تہا اور تمام مسلمانوں کی حالت سکتہ کی سی تھی کہ گویا اون پر

سرو منبر طائر بیٹھا ہوا ہی اوسپہ حضرت عمر نے جرات کرکے یہ فرمایا کہ "ایک مرتبہ قافلہ پر ایک ہزار قزاقون نے حملہ کیا او سوقت اسنے ایک بچہ شتر کو بچانے سے ہاتہہ مین اوٹہا لیا تہا اور قزاقون کا مقابلہ کرکے بہگادیا تہا اوسدنکی اوسکی ہیبت آجتک ہمارے دلون مین بیٹھی ہوئی ہے" (صفحہ ۶۹ کتاب ہذا)

ذی علم مصنف کو زیبا تہا کہ ایسی رو ایتون سے حضرت عمر کے چہرہ پر جو داغ لگتے تہے اونکو اپنی قابلیت سے دہوتے ورنہ سمجہا جائیگا کہ ذی علم مصنف غازہ (پوڈر) سے جو مصنوعی ہوتا ہے اون کے چہرہ کو آراستہ اور خوشنما کرتے ہین۔

واقعات جنگ خندق سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر سے کوئی کارنمایان اس جنگ مین ایسا نہین ہوا کہ جسکی یادگار مین کوئی مسجد تعمیر کیجاتی۔ بلکہ جو مسجد مقام خندق مین موجود ہے وہ حضرت سلمان کے نام سے مشہور ہے اوس نام سے اس مسجد کا مشہور رہونا ایک خاص مناسبت رکہتا ہے۔ تمام مورخ متفق ہین کہ حملہ دشمن سے بچنے کے لئے بمشورہ وصلاح حضرت سلمان آنحضرت نے یہہ خندق کہودی تہی جسکے نام سے یہ غزوہ مشہور رہے۔

یہ معرکہ جنگ خندق علی مرتضےٰ کے صرف ایک ہی ضربت سے سر ہوگیا ہے جسکی نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے۔ ضرب علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی (او) اعمال الثقلین الی یوم القیامتہ" یہی حدیث مسجد سلمان کی محراب مین کندہ ہے۔ اور زائرین دو رکعت نماز نفل اوسمین پڑہتے ہین۔ بجائے اسکے طرفداران حضرت عمر کسی مسجد کو حضرت عمر کی یادگار قرار دینا چاہتے ہین اور اونکی نام پر ڈیڑہ اینٹ کی مسجد جدا بناتے ہین قابل شرم کے ہے:۔

ذی علم مصنف واقعہ حدیبیہ کے بیان میں جو ۶ھ میں ہوا ہی حضرت عمر کی نسبت ایک یہ اشارہ کرتے ہیں کہ "آنحضرت نے خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اس غرض سے کہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہو حکم دیا کہ کوئی ہتیار باندہ کر نہ چلے راستہ میں حضرت عمر کی راے کے موافق مدینہ سے ہتیار منگوا لئے"

حدیبیہ کی راہ میں پیغمبرؐ کا حضرت عمر کی رائے سے ہتیار منگا لینا

یہ امر کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق راستہ میں آنحضرت نے مدینہ سے ہتیار منگوائے تھے نہیں معلوم کہ ذی علم مصنف نے کہاں سے لکھا ہے کوئی سند انہوں نے اپنے اس بیان کی نہیں دی تاکہ اس بیان کی وقعت پر غور کیا جا سکتا۔ میں نے جہاں تک دیکھا کتب تواریخ میں یہ معلوم ہوتا ہی کہ جب وقت مدینہ سے آنحضرت روانہ ہوئے ہیں تو کسی مسلمان کے پاس (بموجب ایک روایت کے) سوائے ایک تلوار کے اور کوئی ہتیار پاس نہ تہا اور یہ روایت بھی ہے کہ ہر چند حضرت عمر نے کہا کہ ہتیار ساتہہ لے چلنے چاہئیں کہ ابوسفیان اور اسکے اصحاب سے کھٹکا ہے مگر حضرت نے فرمایا کہ میں اسبات کو دوست نہیں رکہتا کہ ہتیار باندہ کر عمرہ کو جاؤں۔ سعد بن عبادہ نے بھی عرض کیا کہ اے رسول اللہ اگر ہم ہتیار لے چلیں تو بہتر ہی ہے۔ اگر قوم نے تعرض کیا تو سلاح ابغیر چارہ نہیں اور اگر تعرض نہ کیا تو کچہہ ضرر بھی نہیں۔ پیغمبر نے فرمایا کہ میں ہتیار نہ اوٹہاؤنگا اسلئے کہ عمرہ کو جاتا ہوں" مجھکو کوئی روایت ایسی نہیں ملی جس سے مصنف کے قول کی تائید ہو۔ لیکن اگر ایسی کوئی روایت صحیح ہے جسکے بہروسہ پر ذی علم مصنف نے راستہ میں حضرت عمر کی رائے کے موجب ہتیاروں کا منگوانا ظاہر کیا ہے :-

لو بغیر ہتیار باندہ کر چلنے کا حکم یا راہ میں ہتیار منگوا لینے کی رائے قبول کر لینا

اوسکی بجاآوری اوس خدمت سے بخوف جان ہراسان ہوتے ہین اور اپنے آپکو اوس خدمت کی بجاآوری کے قابل نہین جانتے تب پیغمبرؐ نے حضرت عثمانکو اس خدمت کے بجالانیکے لئے منتخب کر لیا جس سے اس نافرمانی کا حضرت عمر کی ذمہ عاید ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے موقع سے جہان جان جوکہم ہو اجتناب فرماتے تھے؛۔

پیغمبرؐ نے کس صحابی یا اوس صحابی کی رائے کو اگر قبول کر لیا تو اوس کے لئے شرف کا اندازہ اسی واقعہ سے ہی ہو سکتا ہے کہ اسی مقام حدیبیہ پر حضرت عمر کی رائے جنگ کے لئے تھی اور صلح کے وہ ایسے سخت مخالف تھے کہ "اگر سو یا پچاس بھی شخص اونکو اون کے ہم خیال ملجاتے۔ تو وہ خود فرماتے ہین کہ "مین اس صلح کو توڑ دیتا" (مفتاح الفتوح) لیکن آنحضرت صلعم نے عروہ بن مسعود کافر کی رائے اور مرضی سے اتفاق کیا اور صلح کر لی حالانکہ عروہ بن مسعود ثقفی نے بہت سخت کلمے بھی آنحضرتؐ کے صحابہ کو کہا تہا[1]۔

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ بمقابلہ رائے و مرضی صحابہ کے کفار کی رائے اور مرضی کو منظور فرماتے تہے۔ اسی موقعہ صلح حدیبیہ پر بعد تکمیل صلحنامہ کے چند قریش نے جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا یہ عرض کیا کہ "بموجب شرط صلحنامہ کے ان غلامون کو ہمین واپس دیجیے جو ہمارے آپ کے پاس چلے آئے ہین اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ کہکر کہ "یارسول یہ لوگ سچ کہتے ہین غلام واپس کر دیجیے" قریش کی درخواست کی تائید کی تو آنحضرت نے قریش کی درخواست کو نامنظور کر دیا اور حضرت عمر کی مصدقہ رائے کو ناپسند فرمایا حالانکہ حضرت عمر اس صلح کے شدید مخالف تھے اور آنحضرت نے جس شان سے

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۵۳۶ و کامل صفحہ ۱۴۸ جلد ثانی روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۴ سیرت ابن ہشام صفحہ ۷۴۴ مدارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۰۳۔ ۱۲ منہ

اور جو الفاظ نامنظوری درخواست قریش اور حضرت ابوبکر و عمر کی تصدیق کی نسبت فرمائے وہ یہ ہیں کہ "تم اپنی نفسانیتوں سے باز آؤ ورنہ تمہارے لئے ایسے شخص کو بھیجونگا جس کے اطمینان قلب کا خدا امتحان کر چکا ہے اور وہ تمہارے ایسی تلوارین لگائے گا کہ جسکی تم تاب نہ لا سکوگے۔ اسپر قریش رنجیدہ ہوگئے" ذی علم مصنف غور کرین کہ وہ جو جا بجا حضرت عمر کی رائے کو آنحضرت کا پسند فرمانا ظاہر کرکے حضرت عمر کے لئے فضیلت قرار دیتے ہین اس صحیح روایت سے اوسکی حقیقت کیا ظاہر ہوتی ہے؟ اور طرہ اسپر آخری حصہ اس روایت کا یہ ہے کہ "جب آنحضرت کے جواب کو سنکر قریش اور حضرات شیخین چپ ہو گئے تو" اول حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر نے آنحضرت سے پوچھا کہ "آپ کے ارشاد مین جس شخص کی طرف اشارہ ہے آیا وہ ہم مین؟ آنحضرت نے فرمایا ہرگز نہین۔ بلکہ وہ جو بیٹھا ہوا میری نعلین درست کر رہا ہے" اور روایت مین تصریح ہے کہ "وہ علی مرتضے تھے جو ایک سمت بیٹھے ہوئے نعلین مبارک کی مرمت کر رہے تھے" [1]

اصل امر یہ ہے پیغمبر اوس بات کو دیکھتے تھے کہ جو کہی جاتی تھی یہ نہین دیکھتے تھے کہ کہنے والا کون ہے؟ اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہین آنحضرت کا ہر ایک حکم اور رائے بنظر مصلحت وقت ہوتی تھی۔

بیعت الرضوان کی موقعہ پر حضرت عمر کی جنگی سجاوٹ

تیسرا امر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "قریش نے حضرت عثمان کو روک رکھا اونکی شہادت کی خبر مشہور ہوئی رسول اللہ نے صحابہ سے جہاد پر بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔ یہ واقعہ بیعت شجرہ کے نام سے مشہور ہوا اور آیت کی مناسبت سے

---

[1] دیکھو صحیح ترمذی باب مناقب صفحہ ۲۲۴ خصائص امام نسائی چھاپ کلکتہ صفحہ ۳۱ و مناقب اخطب خوارزم فصل ۱۴۔ ۱۲ منہ

اوسکو بیعت الرضوان بھی کہتے ہین۔ حضرت عمر نے بیعت سے پہلے
لڑائی کی تیاری شروع کردی اور اپنے صاحبزادہ عبد اللہ کو بھیجا کہ فلان
انصاری سے گہوڑا مانگ لاوین۔ عبد اللہ نے دیکہا کہ آنحضرت بیعت
لے رہے ہین اونہون نے جاکر بیعت کی حضرت عمر کے پاس واپس آکر
دیکہا کہ ہتیار سج رہے ہین۔ عبد اللہ سے بیعت کا واقعہ سنکر آنحضرت کی
ہاتہہ پر بیعت کی"۔

قبل بیعت حضرت عمر کا لڑائی کی تیاری شروع کردینا۔ اور کسی انصاری کا
گہوڑا منگانا۔ اور ہتیارون کا سجنا ایسے واقعات ہین کہ جن کی صداقت
مشکل سے تسلیم ہوسکتی ہے۔ اسوقت تک پیغمبر نے کوئی اعلان جنگ
نہین کیا تہا۔ پہر حضرت عمر کا خود بخود لڑائی کے لئے تیاری کرنا۔ پیغمبر سے
ایک قدم آگے بڑہانا سمجہا جاسکتا ہے۔ لیکن جوکچہہ کہ صورت واقعہ
پیش آئی تہی اوس سے حضرت عمر کا بدحواس ہوجانا پایا جاتا ہے۔ کہ
اپنے سامان جنگ کے لئے کسی انصاری سے گہوڑا مانگنا اور نہ سمجہنا
کہ اگر حقیقت مین لڑائی کا وقت آگیا ہے تو کوئی انصاری اپنا گہوڑا
کیون کر ہمکو دینے لگا۔ اور سوائے تلوارون کے کوئی اور ہتیار ساتہہ
نہ تہے پہر ہتیارون کا سجنا لڑائی کے واسطے کیونکر تسلیم ہوسکتا ہے۔
مگر ذی علم مصنف نے اسی امر کی پیش بندی کے لئے پہلے یہ ظاہر کیا ہی
کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق راستہ مین ہتیار منگوائے گئے تہے۔
عموماً ہتیارون کا منگوالینا کتب تاریخ سے پایا نہین جاتا۔ شاید حضرت
عمر نے اپنی رائے کے بموجب خلاف ارشاد پیغمبر پہلے سے ہی ہتیار رکہہ لئی
ہون یا راستہ مین منگوائے ہون۔ اور یہ سوچ لیا ہو کہ کہٹکے کے وقت

کسی انصاری کا نہ چھوڑ رہنا کر سب سے الگ جا ؤنگا۔

تاہم مجرد حضرت عمر کا مستعد جنگ ہونا کوئی شرف پیدا نہیں کر سکتا ہے مستعد جنگ ہونا اوسوقت مفید حصول شرف کے لیے ہو سکتا ہے کہ جب انسان معرکہ جنگ مین ثابت قدم رہے اور کوئی کارنمایان وکہادے۔ اس موقع پر نوبت جنگ کی نہین پہونچی تہی جس سے ظاہر ہوتا کہ حضرت عمر نے ثابت قدمی اور کسی کارنمایان کرنے مین کسقدر حصہ لیا۔ اور بعد اس کے جن جن موقعون پہ جنگ ہوئی ہی اوسکو واقعات تاریخی خود دکہاتے ہین کہ حضرت عمر نے کس چیز مین شرف حاصل کرنے کے لئے حصہ لیا ہے۔

بیعت شجرہ یا بیعت رضوان سے حضرت عمر کو کوئی فخر نہین ہو سکتا ہے درحقیقت خود یہ موقعہ بیعت لینے کا شرمناک ہے۔

بیعت تحت شجرہ ایک بیعت تازہ تہی خود اوسکا وقوع خبر دیتا ہے کہ پیغمبرؐ کو اوس بیعت پر جو ہر ایک مسلمان نے وقت قبول اسلام کی تہی اطمینان نہین تہا جسوقت یہ بیعت لیگئی ہے اون مہاجر و انصار سے کہ جو اوسوقت حاضر تھے اوس بیعت کی سخت ضرورت تہی کہ پیغمبرؐ کو تجربہ ہو چکا تہا کہ اصحاب اون کی ایسے ہی ہین کہ جو وقت کارزار کے فرار پسند کرتے ہین۔ چنانچہ

اسی موقعہ حدیبیہ مین صلح کی مصلحت کے اندازہ کرنے کے وقت حضرت عمر اور پیغمبرؐ سے جو گفتگو ہوئی ہے جسکا ذکر ابھی آویگا حضرت عمر کی طرف پیغمبرؐ نے متوجہ ہوکر فرمایا کہ " تم بہول گئے یوم اُحد کو کہ بہاگے جاتے تہے تم اور مین پکارتا تہا اور کوئی تم مین سے میری طرف ملتفت نہین ہوتا تہا "

بیعت ایک معاہدہ ہوتا ہی جب تک فعلاً اوسکا ایفا نہو تب تک مجرد معاہدہ کچہہ کسی کے حقمین مفید نہین ہو سکتا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے " تحقیق جو لوگ کہ بیعت

کرتے ہین تجہسے اے محمد سوائے اس کے نہین ہے کہ بیعت کرتی ہین

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما۔	وہ خدا سے ہاتہ خدا کا اون کے ہاتہ پر ہے پس جو کوئی توڑے بیعت کو (جہاد سے بہاگے) پس سوای اسکے نہین ہے کہ توڑتا ہے وہ عہد کو اپنی

نفس پر (ضرر اوسکا اوسکی جان پر ہے) اور جو کوئی پورا کرے عہد کو (بہاگے نہین اور قایم رہے) ساتہ اوس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوپر اوس کے خدا سے پس قریب ہے کہ دے گا (خدا) اوسکو اجر عظیم۔

اس بیعت کو جس آیۃ کی مناسبت سے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے "البتہ تحقیق راضی ہوا خدا مومنین سے جسوقت کہ وہ بیعت کرتے ہے تجہسے نیچے درخت کے۔ پس جانا خدا نے اوس چیز کو جو بیچ دلون اون کی کے ہے۔ پس نازل کی اللہ نے تسکین اوپر اون کے اور ملیلی اون کو فتح قریب۔ اور غنیمتیں بہت لین گے وہ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے"

خدا اور اوس کے رسول کی خوشنودی اور محبت ہر کسی کافر اور مشرک سے بہی اوسوقت ہو جاتی تہی جب وہ خدا کو معبود اور حضرت محمد کو رسول مان لیتا تہا اور وہ خوشنودی خدا و رسول کی اوسوقت تک باقی رہتی تہی جب تک کہ ارتداد یا کوئی فعل خدا و رسول کی مرضی کے خلاف ظہور مین نہ آوے اور جب ایسا ہوتا تہا تو بہی خدا و پیغمبر اوس سے ناخوش اور بیزار ہو جاتے تہے۔

درحقیقت عموماً مہاجرین اور انصار کی حالت ایسی تہی کہ کبہی وقت وہ ناپسندیدہ وارث تہے۔ تب خدا کی طرف سے اون کے مدایح نازل ہوتے تہے اور جب وہ ناپسندیدہ کرتے تہے تو خدا اونکو رسوا کرتا تہا یہ دونون

حالتین مہاجر اور انصار کی قرآنین موجود ہین۔ اگر کسیکو مہاجر و انصار کی رسوائی و فضیحتی کے نزول کا یقین نہو تو وہ کم سے کم سورۂ انفال۔ سورۂ توبہ سورہ محمد۔ اور سورہ آل عمران ہی کو غور سے دیکھ لے :۔

ذی علم مصنف نے واقعہ بیعت شجرہ کے بیان مین حضرت عمر کا تذکرہ اگرچہ کسیقدر ایسی شان سے لکھا ہے جسمین اونکی کسیقدر نمود ہو لیکن جیسا کہ ہمیشہ اونکی بیان کے علاوہ واقعہ اس بیعت کے شرف کو بہت زور شور سے دکھاتے رہے ہین۔ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے لئے خاص شرف حاصل ہونے کو اوس زور شور کے غبار سے اپنے دامن کو گرد آلود نہین کیا کہ قبل اس کے اسی زمانہ مین شیعونکی طرف سے محققانہ طور پر اوس گرد و غبار کا مطلع صاف کرکے تاریکی کو روشنی سے دور کر دیا گیا ہے اور حقیقت مین بھی بیعت شجرہ سے کوئی خاص فخر حضرت عمر یا کسی کو حاصل نہین ہو سکتا یہ بیعت بارہ سو صحابی نے جو اوسوقت موجود تھے کی تہی اور یہ سب اظہار مستعدی جنگ کے لئے کرتے تہے۔ مگر اون کے دلونکی خبر خدا ہی کو تہی جسکی خبر خود خدا اسی آیۃ مین فرماتا ہے۔

صلح حدیبیہ سے حضرت عمر کو نبوت پیغمبرؐ مین عظیم شک

ذی علم مصنف صلح حدیبیہ کی گفتگو کے وقت جو معاملہ سخت شک نبوت پیغمبرؐ مین حضرت عمر کو پیش آگیا تہا اور جس کی وجہ سے پچھلے مصنفین نے اونکو ضعفاء مسلمین مین شمار کیا ہے مجبور ہوئے ہین کہ اوس واقعہ کو نرم کرکے سادگی سی دکہا دین تاکہ حضرت عمر کے ایمان پر نقص کا صدمہ پہونچ کے ذی علم مصنف جس بنیاد پر یہ عمارت بنا رہے ہین اوسمین ورز نہ آجائے اسی اندیشہ سے پیرایہ سخن اوس واقعہ کے بیان کا یون اختیار کیا ہے کہ "قریش کو اصرار تہا کہ رسول اللہ کہ مین

ہرگز داخل نہین ہو سکتے بڑی ردو بدل کے بعد ان شرائط پر معاہدہ ہوا کہ اب دفعہ مسلمان اوسلٹے واپس چلے جائین۔ اگلے سال آئین۔ لیکن تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرین۔ معاہدہ مین یہ شرط بھی داخل تہی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہی اور اس اثناے مین اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ کے ہان چلا جائے تو رسول اللہ اوسکو قریش کے پاس واپس بہیجدین لیکن مسلمانون مین سے اگر کوئی شخص قریش کے ہات آجائے تو اونکو اختیار ہوگا کہ اوسکو اپنے پاس روک لین۔ اخیر شرط چونکہ بظاہر کافرون کے حقمین زیادہ مفید تہی حضرت عمر کو نہایت اضطراب ہوا۔ معاہدہ ابہی لکہا بہی نہین جا چکا تہا کہ وہ حضرت ابوبکر کے پاس پہونچے اور کہا کہ اس طرح دب کر کیون صلح کیجائے اونہون نے سمجہایا کہ رسول اللہ جو کچہ کرتے ہین اسی مین مصلحت ہوگی لیکن حضرت عمر کو تسکین نہوئی۔ خود رسول اللہ کے پاس گئے اور اس طرح گفتگو کی:-

ع۔ یا رسول اللہ کیا آپ رسول خدا نہین ہین؟

ر۔ بے شک ہون۔

ع۔ کیا ہمارے دشمن مشرک نہین ہین؟

ر۔ ضرور ہین۔

ع۔ پہر ہم اپنے مذہب کو کیون ذلیل کرین؟

ر۔ مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کے خلاف نہین کرتا"

گناہ شک نبوت کا کفارہ : ی علم مصنف حضرت عمر کی گفتگو اور انداز گفتگو کی نسبت یہ راے رکہتے ہین کہ حضرت عمر کی یہ گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تہا۔ چنانچہ بعد مین اونکو سخت ندامت ہوئی اور اوس کے کفارے

سکے لئے روزے رکھے نفلین پڑہین خیرات دی غلام آزاد کئے۔ تاہم سوال جواب کی اصل بنا اس نکتہ پر تہی کہ رسول اللہ کے کون سے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکہتے ہین اور کون سے رسالت کے منصب سے چنانچہ اسکی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین آویگی"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کی گفتگو جیسے کہ کتب تواریخ مین منقول ہے پورے طور پر منقول نہین کی اور نہ اون کے منشا رکا ذی علم مصنف نے اظہار کیا۔

اس صلح کے حضرت عمر اس قدر مخالف تہے کہ پیغمبرؐ کی نبوت مین اونکو شک ہوگیا تہا۔ خود حضرت عمر نے قبول کیا ہی کہ" اوس دن امر عظیم اونکے دلمین پیدا ہوا اور پیغمبرؐ کے ساتہہ ایسی مزاحمت کبھی نہین ہوئی تہی یہانتک کہ پیغمبرؐ سے حضرت عمر نے کہا کہ آیا آپ نے نہین کہا تہا کہ جلد ہوگا کہ ہم زیارت خانہ کعبہ کو جائینگے اور طواف خانہ کعبہ بجا لائینگے اور اوسپر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مینے یہہ نہین کہا تہا کہ اسی سال ہی ایسا ہوگا اور تم بہول گئے دن اُحُد کا کہ مین پکارتا تہا اور تم مڑکر بھی نہین دیکہتے تہے اور سب مجہے تنہا چہوڑ کے بہاگے جاتی تہی لہ اور پہر حضرت عمر اپنی اوسی حالت سے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر نے سمجہایا کہ اے عمر جاؤ اونکی اطاعت کرو اور کچہ اعتراض مت کرو کہ وہ فرستادۂ خدا ہے اور جو کچہ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور مصلحت اوسی مین ہوتی ہے اور ابوعبیدہ نے بہی کہا کہ اے عمر مکائد شیطان سے پناہ بخدا لیجاؤ۔ سلہ

لہ معارج النبوۃ چھاپ بمبئی رکن چہارم صفحہ ۱۵۵

سلہ فتح الباری شرح صحیح بخاری و فتح الباری ... جیاب و زاد المعاد شمس الدین ابن قیم

حضرت عمر کی گفتگو اور انداز گفتگو اگر کوئی امر عظیم نہین تہا تو اونکو نہ سخت ندامت ہوتی۔ نہ کفارہ کے روزے رکہنے کی حاجت تھی۔ نہ نفلین پڑہنے کی نہ خیرات دینے کی۔ نہ غلام آزاد کرنے کی۔

یہ تمام اعمال عظیمہ ایسے ہین کہ جنسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر اون امور کو جو اپنی طبیعت سے ظہور مین لائے وہ شریعت کے بموجب کفارہ اور بدلہ کن امور کا تہا۔؟

حضرت عمر نے اپنی طبیعت سے جن اعمال کو بدلہ اور کفارہ اوس امر عظیم کا جو اون کے دل مین ناشی ہوا تہا اوسکے خلاف ذی علم مصنف اوس امر کو اپنی طبیعت سے سست نہین کر سکتے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے صاف لکہا ہی کہ ”حضرت عمر نے فرمایا کہ اوس دن امر عظیم میرے دل مین پیدا ہو گیا تہا اور اوسی کی وجہ سے مینے بہت اعمال صالحہ نماز و روزہ اور تصدق اور بندہ آزاد کرنیسے کئے تاکہ کفارہ اوسکا ہو جائے“

افعال رسول مین حیثیت انسانی و منصب رسالت کا تفرقہ

ذی علم مصنف کا اس سوال و جواب کی بنا اس نکتہ پر رکہنا کہ ”رسول اللہ صلعم کے کونسے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکہتے ہین اور کون سی رسالت کے منصب سے ہ۔ جسکی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین آئیگی ایک نکتہ لبعد وقوع قرار دینا ہے جو اوسوقت نہ وہ نکتہ حضرت عمر کے دل مین تہا نہ حضرت ابوبکر نے سمجہا نہ حضرت ابو عبیدہ نے نہ آجتک اور کسی عالم اہلسنت نے کہ جو ذی علم مصنف نے تیرہ سو برس کے بعد پیدا کیا ہے جس سے وہ نکتہ شک نبوت کا جو حضرت عمر کے دل مین پیدا ہوا تہا

مٹ نہین سکتا۔

اس نکتہ کی بحث دوسرے حصہ مین ضرور قابل دید ہو گی کہ "رسول اللہ صلعم کے افعال انسانی حیثیت اور رسالت کے منصب کا" تفرقہ ذوی علم مصنف نے کیونکر قایم کیا ہے۔

ہم تو حضرت محمد صلعم کی ایک ہی حقیقت جانتے ہین کہ وہ انسان تہے اور رسول اللہ تہے اور رسول نبی اور انسان تہے۔ انسان رسول اللہ ہوتا ہی اور رسول اللہ انسان ہوتا ہے۔

انسانی حیثیت سے منصب رسالت جدا ہو نہین سکتا تہا۔ اور نہ منصب رسالت سے انسانی حیثیت بے تعلق ہو سکتی تہی۔

اس موقع پر حضرت عمر کے فرمانے اور اون کے اعمال کفارہ اور خیرات سے یہ نتیجہ بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر کو پیغمبرؐ کی نبوت مین ہلکا ہلکا شبہ کسی نہ کسی دن ہمیشہ ہوتا رہتا تہا۔ لیکن اس دن ایسا بہاری شبہ واقع ہوا کہ تازہ بیعت رضوان بہی فراموش کر کے پیغمبرؐ سے علانیہ دو بدو ہو گئے۔ اور سوالات استفہام انکاری نبوت کے خود نبی سے روبرو کرنے لگے۔ بے شک حضرت ابوبکر اور حضرت ابو عبیدہ کے سمجہانے اور بجہانے سے وہ اوسدن پہر تازہ اسلام لائے اور اعمال کفارہ اور خیرات کے تازہ کئے اگر غور سے دیکہا جاوے تو حضرت عمر کے اسلام کے لئے اسی جگہ سے تازہ زمانہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت عمر کے اس گہرے شک نبوت کے ہونیکی تائید اس واقعہ سے بہی ہوتی ہے جو ذوی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کہ " معاہدہ صلح لکہا گیا اکابر صحابہ کے دستخط ثبت ہوئے جنمین حضرت عمر بہی داخل تہے آنحضرت نے مدینہ کا

واقعہ نزول سورہ فتح کو استدلال کی حقیقت

قصد کیا راہ مین "سورہ فتح" نازل ہوئی

حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ مجھپر آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھکو دنیا کی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہے یہہ کہکر آپ نے یہ آیتین پڑہین۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔"

اس واقعہ کا صاف منشا یہہ ہے کہ حضرت عمر کے دلمین جو گہرا شک نبوت آنحضرت مین پیدا ہوگیا تھا اوسکو آنحضرت دور کرنے کی کوشش فرماتی رہی اس صلح کی "فتح مبین" ہونیکی شرح ذی علم مصنف نے محدثین کے اس مقولہ سے بھی ظاہر کی ہے کہ۔ اس صلح سے دو برس کے اندر اندر جس کثرت سے لوگ اسلام لائے ۱۸ برس ماقبل کی وسعت مین نہین لائے تھے۔" جس سے حضرت عمر کی غلطی مخالفت صلح کی ظاہر ہوجاتی ہے تاہم ذی علم مصنف کو قبول کرنا پڑیگا جسطرح کہ جس بنا پر رسول اللہ نے صلح کی تھی اور ابتدا حضرت عمر کے فہم مین نہ آسکی وہ بھی مصلحت تھی اور اسی بنا پر خدا نے سورۃ "فتح مبین" مین صلح کو فتح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اسکا عکسی نتیجہ مین ظاہر کرتا ہون کہ۔ مخالفت صلح مین جیسے کہ حضرت عمر کی خواہش تھی بجائے فتح کے ہزیمت مسلمانون کو نصیب ہوتی۔"

حضرت عمر کا ازواج کو طلاق دینا

وقت نزول آیت۔ ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔ کے اگر حضرت عمر نے اپنی دو منکوحہ بیبیون کو جو کافرہ تہین طلاق دیدی اس سے اون کے لئے کوئی فخر یا عزت پیدا نہین ہوتا اتباع احکام قرآن ہر مسلمان کے لیے ضروری تھا۔

مشہور معرکہ خیبر مین حدیث پیغمبر اور اوس کا مصداق

اس صفحہ مین ذی علم مصنف خیبر کے مشہور معرکہ مین بیان کرتے ہین کہ آنحضرت نے ابو بکر کو سپہ سالار بناکر بہیجا وہ ناکام آئے پہر حضرت عمر مامور ہوئے وہ برابر

دو دن جاکر لڑے لیکن دونوں دن ناکام رہے آنحضرتؐ نے یہہ دیکھکر فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا اگلے دن تمام اکابر صحابہ علم نبوی کی امید مین بڑے سروسامان سے ہتیار بند ہو کر آئے انمین حضرت عمر بہی تہے اور اونکا خود بیان ہے کہ مین نے کبہی اس موقع کے سوا علم برداری اور افسری کی آرزو نہین کی۔ لیکن قضا و قدر نے یہ فخر حضرت علیؑ کے لیے اوٹہا رکہا تہا۔

ذی علم مصنف نے ارشاد پیغمبرؐ کا ترجمہ پورا نہین کیا ہے اوسکا ترجمہ یہہ ہے۔ کہ "مین آئندہ دونگا مین علم تابہ ایسے شخص کو جو کرار اور غیر فرار ہے دوست رکہتا ہے وہ اللہ کو اور رسول اوسکے کو اور دوست رکہتا ہے اللہ اوسکو اور اللہ کا رسول اوسکو فتح دیگا اللہ اوپر ہاتہ اوسکے کے"

کم سے کم ذی علم مصنف کو جیسے کرار کا ترجمہ حملہ آور کیا ہے ویسے ہی غیر فرار کا ترجمہ نہ بہاگنے والا بہی کرنا چاہیے تہا۔ یعنی آنحضرتؐ نے یہہ دیکھکر (حضرت ابوبکر و حضرت عمر بہاگ آئے جسکو ذی علم مصنف نے ناکام رہنا کہا ہی) فرمایا کہ "کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا اور بہاگنے والا نہین"

اگرچہ ناکام آنا اور ناکام رہنا نتیجہ بہاگ آنے کا ہے لیکن بہاگ آنیسی ناکامی اور ہی شان رکہتی ہے۔ واقعہ کی شان کو بنا نا مورخ کی شان سے بعید ہے۔

ارشاد پیغمبرؐ سے جب اوسکی عکسی حالت دیکہی جاوے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیغمبرؐ نے کل جس شخص کو علم دینے کا وعدہ فرمایا تہا اوس سے پہلے جو جو لوگ گئے تہے کرار (حملہ آور) نہین تہے اور فرار تہے اور وہ اللہ اور اوس کے رسول کو دوست نہین رکہتے تہے اور اللہ اور اوسکا رسول اونکا دوست نہین رکہتا تہا۔ اور اللہ نے

اون کے ہاتھ پر فتح نہیں دی تھی۔
کاش وہ تھی خدا اور رسول کی اوسی وقت سمجھی جاسکتی تھی کہ یا تو خیبر کو فتح
کرتے یا شہید ہو جاتے۔ مورخین اور محدثین[۵] نے صاف لکھا ہے کہ حضرت عمر
فوج پر اور فوج اونپر الزام جبن لگاتی تھی۔ ایسے صریح واقعات کے قلم انداز
کرنے اور اونکے تنقید نہ کرنیسے صاف ظاہر ہے کہ ذی علم مصنف حضرت
عمر کی نسبت کیا تیور رکھتے ہین؟

حضرت عمر جب میدان سے دو روز تک ناکام تشریف لائے اور پیغمبرؐ نے
فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہے تو سب تمام اکابر صحابہؓ
جو پہلے حملہ کے لئے نہین گئے تھے علم نبوی کی امید مین بڑے سر و سامان سے
ہتیار سج سجکر آنا کچھہ تعجب کی بات نہین ہے لیکن حضرت عمر پر تعجب ہے کہ
انہون نے بھی باوجود اس کے کہ دو دن ناکام رہ چکے تھے جس شان سے
کہ رہ چکے تھے علم نبوی کی امید مین بڑے سر و سامان سے ہتیار سج سجکر
آنیوالون مین اپنے آپ کو شامل کیا ایسی خواہش سے کہ کبھی اسموقع کے
سوا علمداری و افسری کی آرزو نہین کی۔ البتہ اونکی ایسی آرزو سوائے غرض
دنیا طمع کے اور کچھہ نہین سمجھی جاسکتی۔

حضرت عمرؓ نے اپنا حصہ غنیمت خیبر وقف کیا

خیبر کی زمین مین وقف تقسیم کے مجاہدوں پر
اگر حضرت عمرؓ کے حصہ مین ایک ٹکڑا آیا اور
اوسکو خدا کی راہ مین وقف کر دیا جسکو ذی علم مصنف "تاریخ اسلام مین پہلا وقف"
ثابت کرتے ہین تو صحیح مسلم سے جہانتک ذی علم مصنف نے سند لی ہے
اس واقعہ کا پتہ بنشانہ کسی اور حیلہ سے نہین چلتا۔ یہان اگر حضرت عمرؓ نے ایسا

---

[۵] صاحب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

اس موقع پر اسیقدر کہنا کافی ہے کہ پیغمبرؐ کے خلاف طبع ابوسفیان کو سختی سے جواب دینا حضرت عمر کو شایان نہین تہا۔ پیغمبرؐ جہان نرمی پسند فرماتے تہے وہان حضرت عمر غلظت اختیار کرتے تہے۔

دوسرا موقع اوسوقت ظاہر کیا جاتا ہے کہ "جب آنحضرت نے مکہ کی تیاریان شروع کین مقام مرالظہران مین نزول اجلال ہوا۔ اور حضرت عباس ابوسفیان کو پیغمبرؐ کے پاس امن دلانے کو لاتے تہے راہ مین حضرت عمر

ابوسفیان کے قتل کی درخواست

ابوسفیان کو دیکہا بڑی تیزی سے بڑہے اور آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر کہا کہ مدتون کے بعد دشمن اسلام پر قابو ملا ہے اجازت دیجئے کہ گردن ماردون۔ آنحضرت نے عباس کی سفارش قبول کی اور ابوسفیان کو امن دیا"

یہہ بہی اوسی قسم کا موقع ہے جہان حضرت عمر بے موقع اپنی ہیبت دکہانا چاہا کرتے تہے اور پیغمبرؐ جہان درشتی طبع اور بے محل حرکت حضرت عمر کو پسند نہین فرمایا کرتے تہے۔

حضرت عمر کا بموجب حکم پیغمبرؐ عورتون سے بیعت لینا

تیسرا موقع یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ "آنحضرت نے حضرت عمر کو ساتہ لیکر مقام صفا پر لوگون سے بیعت لی۔ حضرت عمر آنحضرت سے قریب کسیقدر نیچے بیٹہے تہے آنحضرت بیگانہ عورت کے ہاتہہ کو مس نہین کرتے تہے حضرت عمر کو فرمایا کہ تم ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتون نے اونہین کے ہاتہہ پر آنحضرت سے بیعت کی"

قومی علامہ مصنف نے حضرت عمر کا بموجب ارشاد پیغمبرؐ عورتون سے بیعت لینا کسی خاص روایت سے لکہا ہے جسکا حوالہ اونہون نے نہین دیا۔ اگر حوالہ سند ہوتا

تو خاص طور سے اوس روایت پر نظر کیجاتی۔ مگر یہ امر نہایت قابل تعجب کی ہی کہ پیغمبر بیگانہ عورت کے ہاتھہ کو بیعت کے لئے مس نہ کرین کہ جو پیغمبر امت کے زن و مرد کے لئے باپ کا حکم رکھنے والا ہوتا ہے اور حضرت عمر کو غیر عورتون کے ہاتھ کے مس کرنے کی اجازت دین۔

عموماً شریعت کا مسئلہ یہہ ہے کہ کوئی مرد بیگانہ عورت بیگانہ کے ہاتھہ کو مس نہ کرے مگر بضرورت خاص مثل طبیب کے نبض دیکھنے کے لئے۔ اور اگر اس موقع پر ضرورت خاص تہی تو کوئی وجہ نہین ہے کہ وہ ضرورت خاص پیغمبر کے لئے کہ جو طبیب روحانی تہا بیگانہ عورتون کے ہاتھہ کو مس کرنے کے لئے نہ سمجھی جاوے۔

عموماً مورخین و محدثین نے طریقہ بیعت عورتون کے لینے کا اس وقعہ کے خلاف بیان کیا ہے جو ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین۔ بعض نے یہہ کہا ہے کہ ایک گوشہ چادر پیغمبر کے ہاتہہ مین تہا دوسرا عورتون کی ہاتہہ مین بعض نے کہا ہے کہ ایک پیالے مین پانی تہا کہ اوسمین آنحضرت اور عورتون نے ہاتہہ ڈبوے تہے۔ لیکن حدیث بی بی عایشہ صحیح مانی گی ہے کہ بیعت زنان زبانی تہی۔

بعض مورخین نے یہہ بھی لکہا ہے کہ روز فتح مکہ جماعت عورتون کی ساتہہ ہند جو واسطے بیعت رسول اللہ جاتی تہی ہند زوجہ ابوسفیان مجلس پیغمبر مین حاضر ہوئی اور اظہار اسلام اپنا کرکے نقاب اپنا اوٹہایا اور کہا کہ مین ہند ہون۔ حضرت نے الفاظ مہربانی فرماکے سلام اوسکا قبول کیا۔ جس سے تمامیہ حدیث بی بی عایشہ کی ہوتی ہے۔

موقع غدیر خم پر پیغمبر جب علی کی نسبت جو یہہ فرمانا تہا فرما چکے اور جو کچہہ

کرنا تہا کہ جبکے اور مرد و زن سے علی کی بیعت کرائی تو اوسکا بہی یہی طریقہ مقرر کیا تہا کہ ایک دوسرا خیمہ پیغمبرؐ کے خیمہ کے برابر کہڑا کیا گیا اور اوس مین سب لوگون نے آکر علی مرتضےٰ کو بلقب امیر المومنین سلام کیا اور مبارکباد دی اور جملہ ازواج پیغمبرؐ نے بہی اوس خیمہ مین حاضر ہوکر مبارکباد یان دین[۵۱] جس سے یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ عورتون کا زبانی مبارکباد دینا بمنزلہ بیعت کے تہا۔

ان واقعات و روایات پر نظر کرکے جو واقعہ کہ ذی علم مصنف نے کسی روایت سے لکہا ہے کہ بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے بیگانہ عورتون سے جنکے ہاتہہ کو پیغمبرؐ مس نہین کر سکتے تہے حضرت عمر نے پیغمبرؐ کی طرف سے بیعت لی۔ غیر ممکن ہی کہ تسلیم کیا جاے۔

ایسی بوقعت روایتون سے حضرت عمر کے لیے ڈہونڈ ڈہونڈ کر کوئی شرف کی بات ظاہر کرنا بیان مورخ کی وقعت کو بہت کچہہ کہٹاتا ہے۔

حنین مین حضرت عمر کی عدم فراری کی حقیقت

ذی علم مصنف ہوازن (حنین) کے بیان مین ظاہر کرتے ہین کہ مسلمانون کے پہلے حملہ مین ہوازن کو بہگا دیا لیکن جب غنیمت کے لوٹنے مین مصروف ہوے تو ہوازن نے حملہ کیا۔ بارہ ہزار مسلمانون مین سے معدودے چند کے سوا باقی سب بہاگ نکلے۔ جو صحابہ ثابت قدم رہے اون مین حضرت عمر بہی شامل تہے۔

حضرت عمر کے شمول کی کتاب المغازی محمد بن اسحاق کے ترجمہ فارسی سے سند لاتے ہین۔ افسوس ہی کہ ذی علم مصنف نے اصل کتاب مغازی محمد بن اسحاق تو دیکہی نہین اوسکے ترجمہ پر بہروسہ کرکے ثابت قدم صحابہ مین حضرت عمر کا شمار قبول کیا ہی جسکی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ وہ ترجمہ

[۵۱] تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و سیرت محمد ابن اسحاق و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و حبیب السیر۔

سعد بن زنگی کے حکم سے کیا لیا تہا۔ جسکی نسبت احتمال قوی ہی کہ ترجمہ کرنیوالی نے ثابت قدم صحابہ کی فہرست مین حضرت عمر کا نام بڑہا دیا ہے۔ اور اگر بہ فرض محال اصل کتاب مغازی مین بہی حضرت عمر کا نام ثابت قدم صحابہ مین خلاف واقعہ لکہدیا گیا ہو تو وہ کچہہ قابل اعتبار کے نہین ہو سکتا جبکہ تمام مورخین و محدثین متفق ہین کہ ثابت قدم صحابہ مین نام حضرت عمر کا شامل نہین ہے اور ہر ایک مورخ و محدث نے کتاب مغازی مین ایک ایک ثابت قدم صحابہ کو گنایا ہے

ثابت قدمون کے نام | ۱علی مرتضیٰ۔ ۲عباس عم رسولخدا۔ ۳عبد اللہ بن مسعود ابو سفیان۔ بن حارث بن عبد المطلب۔ جعفر و ربیعہ اولاد ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔ وقثم وفضل لسپران عباس و اسامہ بن زید اور ایمن ابن ام ایمن از غیر بنی ہاشم[۱]

جس مورخ و محدث نے زیادہ سے زیادہ نام بتائے ہین اونہین بہی نام حضرت ابو بکر اور عمر کا نہین ہی۔ اور یہانتک تفصیل کی ہے کہ سوا دس آدمیون کے جنمین ۹ بنی ہاشم تہی اور ایک ام ایمن کا بیٹا کہ وہ بہی شہید ہو گیا کوئی پیغمبر کے پاس موجود نہین رہا۔

حضرت عباس جناب پیغمبر خدا کی داہنی طرف تہے اور عبد اللہ بن مسعود یا فضل بن عباس بائین طرف تہے۔ ابو سفیان بن حارث عم زاد پیغمبر گہوڑیکی باگ لجام تہامے ہوئے تہے یا عقب مین تہی اور علی مرتضیٰ چند قدم آگے علم لئے ہوئے پیغمبر خدا سے دشمنون کو ہٹاتے بہی جاتی تہو اور جنگ بہی کرتے جاتے تہے باقی ثابت قدم بہی اردگرد پیغمبر کے تہے۔ رسول خدا اپنی طرف کی لوگونکو

[۱] خمیس جزو ثانی صفحہ ۱۰۲ و معارج النبوۃ صفحہ ۲۶۳ رکن ۴ چھاپ لکہنو و فتح الباری شرح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ روایت ابن ابی شیبہ و روضۃ الاحباب صفحہ ۳۰۹ و روضۃ الصفا صفحہ ۵۴ جلد ثانی و استیعاب مولفہ امام عبد البر و تاریخ حبیب السیر ۔ ۱۲ منہ

آواز دیتے تہے اور پکارتے تہے کہ کہان بہاگے جاتے ہو یہان آؤ کہ مین ہون رسول خدا مجھکو تنہا چہوڑکر کہان جاتے ہو اور لوگ سنتے تہے اور اور جواب نہ دیتے تہے۔

حضرت عمر کے فرار کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح مین اس غزوہ کے متعلق جو آخری حدیث ابو قتادہ سے روایت کی ہے اوسمین راوی بیان کرتا ہے کہ "مسلمان بہاگے اور مین بہی بہاگا۔

مخصوص روایت فرار حضرت عمر

انہین لوگون مین عمر بن خطاب کو مین نے دیکہا اور اون سے کہا کہ کیا حال ہوا لوگون کا۔ اونہون نے کہا کہ جو منظور خدا تہا وہ ہوا۔ پہر اسکے بعد لوگ واپس آئے ہین طرف آنحضرت صلعم کے۔"

"وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ماشان الناس قال امر اللہ ثم تراجع الناس الی رسول اللہ صلعم"

اس روایت سے قبل ایک اور روایت بہی ابو قتادہ سے صحیح بخاری مین ہے اور وہ بہی فرار حضرت عمر کی موئد ہے۔

نسیبہ دختر کعب بہاگنے والون پر خاک اوڑاتی تہی اور کہتی تہی کہ خدا رسول سے کہان بہاگ کر جاؤ گے جب حضرت عمر اوسکے سامنے گذرے تو اوس نے کہا کہ یہہ کیا کرتے ہو فرمایا کہ امر خدا ایسے ہی ہے۔

مورخین اور محدثین نے یہہ بہی لکہا ہے کہ پیغمبرؐ کے پکارنے سے جب کوئی نہ پہرا اور کفار نے پیغمبرؐ پر حملہ کیا تو حضرت بہی اونپر حملہ کرتے تھے اور رجز پڑہتے تہے کہ مین ہون پیغمبر خدا کا اور مین ہون بیٹا عبد المطلب کا۔ مگر عباس اور ابو سفیان نے کہ حضرت کے گہوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تہے حضرت کو دشمنون کے غول مین نہ جانے دیا تب پیغمبرؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم ایک

اونچے ٹیلے پر چڑہکر مہاجرین و انصار کو آواز دو حضرت عباس نے کہ بہت بلند آواز تہے ایک ٹیلے پر چڑہکر آواز دی کہ اے مہاجرین و انصار اور اے بیعت رضوان والو اور اے سورہ بقر والو کہان بہاگے جاتے ہو۔ جو عہد تمنے رسول خدا سے کیا تہا اوسکو نہ توڑو"

خلاف مورخین و محدثین کے ذی علم مصنف کا کسی گلکاری روایت سے حضرت عمر کے وصف کو تبدیل کرنے سے سبز باغ کی آبیاری نہین ہوسکتی بلکہ جس درخت کو کہ وہ سرسبز کرکے دکہانا چاہتے ہین وہ خود بخود خشک نظر آنے لگیگا۔

غزوہ تبوک

سنہ ۹ ھ مین ذی علم مصنف غزوہ تبوک کے ذکر کرنے کے وقت ظاہر کرتی ہین کہ حضرت عمر نے تمام مال و اسباب مین سے آدھا آنحضرت کی خدمت مین پیش کیا اور خود ہی حاشیہ پرنشان دیتے ہین " ۔ ترمذی و ابو داؤد مین یہ واقعہ فضائل ابوبکر کے تحت مین منقول ہے "

یہہ امر خالی لطف سے نہین ہے کہ اسی نفل کو جسکا جی چاہے حضرت عمر کے سر منڈہ دے اور جسکا جی چاہے حضرت ابوبکر کے قدمون مین ڈالدے۔

قصہ طلاق ازواج مین تقرب حضرت عمر کی حقیقت

اسی سال ذی علم مصنف آنحضرت کی ناراضگی کا ذکر ازواج سے بیان کرکے یہ لکہتے ہین کہ " لوگون کو خیال پیدا ہوا تہا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی اس لئے تمام صحابہ کو نہایت رنج و افسوس تہا (بے شک اون لوگون کو افسوس ہوگا کہ جنہون نے اپنی بیٹیان فخر حاصل کرنے کے لئے پیغمبر کی زوجیت مین دی ہین) کوئی شخص آنحضرت کی خدمت مین کچہہ کہنے سننے کی جرات نہین کر سکتا تہا (بے شک کسی ایسے شخص کو جرات نہین ہوسکتی ہوگی کہ جسکی بیٹی

ازواج رسول مین داخل ہوگی) حضرت عمر نے حاضر خدمت ہونا چاہا لیکن بار بار اذن مانگنے پر بھی اجازت نہ ملی آخر حضرت عمر نے پکار کر دربان سے کہا کہ شاید رسول اللہ کو یہ گمان ہو کہ مین حفصہ کی سفارش کو آیا ہون، خدا کی قسم اگر رسول اللہ حکم دین تو مین جا کر حفصہ کی گردن مار دون (بے شک حضرت عمر نے ایسا کہا ہوگا ان کی عادت تھی وہ ہر ایک ایسے شخص کی نسبت جو واجب القتل نہین ہوتا تھا یہ فقرہ کہ گردن اڑا دون پیغمبر کے سامنے کہا کرتے تھے) آنحضرت نے فوراً بلا لیا۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دی؟ آپ نے فرمایا کہ نہین۔ حضرت عمر نے کہا۔ تمام مسلمان مسجد مین سوگوار بیٹھے ہین آپ اجازت دین تو انکو یہ مژدہ سنا آؤن۔"

ذی علم مصنف اس سانحہ پر یہ قیاس کرتے ہین کہ وہ اس واقعہ سے حضرت عمر کے تقرب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے پورا واقعہ جس سے ناخوشی پیغمبر کی ازواج سے پیدا ہوئی بیان نہین کیا اور نہ وجہ ناراضگی پیغمبر ظاہر کی جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ سے حضرت عمر کے تقرب کا کیا درجہ درجہ ہے؟

پہلی وجہ ناخوشی ازواج مورخین و محدثین[۱] نے اس واقعہ کو یون لکھا ہے کہ "آنحضرت نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک اپنی ازواج سے اختلاط اور مصاحبت نہ فرمادین گے" اور سبب مین اوس کے دو وجہین بیان کی ہین ایک یہ کہ "حفصہ دختر حضرت عمر نے اپنے باپ کے گھر ...

---

[۱] روضۃ الاحباب بحوالہ صحیح مسلم۔

ہوئی تھی اون کے حجرہ مین ماریہ قبطیہ کو آنحضرت نے بلایا تہا جب حفصہ
لوٹ کر آئین تو رونے لگین اور پیغمبرؐ سے کہا کہ آپ نے میرے بستر پر
لونڈی سے مباشرت کی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مین ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا
ہون تو راضی نہین ہوسکتی ہے اور اس بات کو پوشیدہ رکہنا حفصہ نے قبول
کیا۔ لیکن حفصہ نے اوس خوشخبری کو عائشہ سے کہدیا کہ قبطیہ سے ہم نے خلاصی
پائی۔ عائشہ نے پیغمبرؐ سے تعریض کی اور

سورہ تحریم کی دو آیات کا ترجمہ

اِس بارہ مین سورہ تحریم" نازل ہوئی "کسواسطے حرام کرتا ہے تو جو کچہہ کہ خدا
نے حلال کیا ہے تجہپر۔ اور اپنے اوپر حرام کرلینے سے خوشنودی چاہتا ہے
تو ازواج کی۔ اور جب چہپا کر کہی نبیؐ نے اپنی کسی بی بی سے کوئی بات۔ جب
اوسنے خبر کردی۔ اللہ نے ظاہر کردیا نبیؐ پر۔ نبی نے کچہہ جتادی اور کچہہ ٹال
دیا۔ جب جتایا اوس بی بی کو تو اوس نے کہا کہ تمکو کس نے بتایا یہ۔ کہا کہ مجکو بتایا
علیم و خبیر نے۔ اگر تم دونون توبہ کرو خدا کی طرف۔ پس تحقیق کہ ٹیڑہے ہوگئے
دل تم دونون کے اور اگر تم چڑہائی کروگی اوسپر تو بے شک اللہ اوسکا مولے ہے۔
اور جبرئیل اور صالح المومنین اور فرشتے بعد اوسکے مددگار ہین۔ ابہی اگر نبیؐ
طلاق دے تمکو رب اوسکا بدل دے ازواج تم سے بہتر۔ مسلمان۔ مومن۔
فرمانبردار۔ توبہ کرنے والیان۔ عبادت کرنے والیان۔ روزہ رکہنے والیان
بیاہی اور کواریان۔ پہر اللہ ایک مثل مارتا ہے بی بی نوحؑ کی اور بی بی لوطؑ کی
کہ وہ دونو تہین تحت مین دو بندون نیک کے۔ پس خیانت کی اون دونو
بی بیون نے۔ اُن دونو مردون کی۔ پس نہ کام آیا اون دونو بی بیون کے
کچہہ۔ اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ مین۔"
پیغمبرؐ نے اسی نظر سے کہ دیگر ازواج کو گران ہوگا سب ازواج کو ایک مہینہ

تک اپنی صحبت سے محروم کردیا تہا۔ لیکن کتب اہل سنت مین قبول کیا گیا ہے

بی بی حفصہ کے طلاق کی روایت

کہ پیغمبر خدا نے بی بی حفصہ کو اسی غصہ پر طلاق دیدی تہی اور بعض نے یہانتک لکہاہے کہ طلاق کی خبر جب حضرت عمر کو پہونچی تو اونہون نے اپنے سر کو خاک سے مزین کیا[۵۱]۔

دوسری وجہہ ناخوشی ازواج

دوسری وجہہ ناخوشی پیغمبرؐ کی یہ بیان ہوئی ہے کہ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ پیغمبرؐ سے نفقہ اور لباس مین ایسی چیزین طلب کرتی تہین کہ جو پیغمبرؐ کو بہ سہولیت میسر نہین ہوسکتی تہین۔ ایک روز حضرت ابوبکر آئے اور باذن پیغمبرؐ خانہ پیغمبرؐ مین گئے اور پہر حضرت عمر آئے اور وہ بہی اندر گئے اور معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کو حزن وملال اون بی بیونکی خواہشات کے سبب سے ہے۔ حضرت ابوبکر نے ایک گہونسہ عائشہ کی گردن پہ اور عمر نے حفصہ کی گردن پر مارا اور دونون نے اپنی لڑکیون پر عتاب کیا۔ عائشہ اور حفصہ نے قسم کہائی کہ ہم پیغمبرؐ سے ایسی چیز پہر نہین مانگین گے کہ جو اونکو میسر نہو"

اس واقعہ سے سبب اور وجہہ حزن وملال پیغمبرؐ کی صرف بی بی حفصہ یا بی بی حفصہ اور بی بی عائشہ دونون سے بخوبی ظاہر ہے۔ حضرت عمر جو بارادہ رفع ملال اور ناخوشی پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کے پاس گئے اور جو کچہہ پیغمبرؐ سے کہا یا جو کچہہ کیا اور جو کچہہ دخل دیا اوس پر وہ مجبور تہے جس مین اونکی ذاتی غرض شامل تہی اور بے شک اس واقعہ سے تقرب حضرت عمر کا اندازہ ہوسکتا ہی جس شان سے کہ ہوسکتا ہے۔

لیکن اگر ذی علم مصنف کا اس واقعہ کے لکہنے سے یہ منشا ہے کہ حالت غصہ

---

[۵۱] دیکہو استیعاب امام عبد البر بروایت قیس بن امر۔

وغیرہ تہا نہ جو حضرت عمر پیغمبر سے بات چیت کر سکتے تہے تو یہ امر خلاف اس روایت کے ہے جسکو حاکم نے اپنی صحیح مین اور طبرانی نے اوسط مین ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ جب کبھی آنحضرت صلعم غضب مین ہوتے تہے تو بجز حضرت علیؑ کے کسی کو جرأت نہین ہوتی تہی کہ آنحضرت سے بات کر سکتا۔

حج آخری مین واقعات کے ترک کی حقیقت

سنہ دس ہجری مین ذی علم مصنف نے ظاہر کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے حج کا قصد کیا اور یہ حج آپکا آخری حج تہا۔ لیکن ذی علم مصنف نے اوس واقعہ کا جسکا وقوع آخر حصہ زندگی قریب زمانہ وفات پیغمبر مین ضرور ہوا تہا ذکر قطعی متروک کیا ہے جو اس اخیر حج مین واپسی کے وقت مقام خم غدیر پر ظہور مین آیا ہے اور پیغمبرؐ نے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ[1] فرمایا ہے اور علیؑ مرتضےٰ کا بازو پکڑ کر بلند کیا ہے اور کہا ہے کہ اے لوگو آگاہ ہو کہ جسکا مین مولے ہون اوسکا علی مولے ہے خدایا دوست رکہہ اوسکو جو اسے دوست رکہے اور دشمن رکہہ اوسکو جو اسے دشمن رکہے اور مدد کر اوسکی جو اسکی مدد کرے اور ذلیل کر اوسکو جو اسکو ذلیل کرے۔ اے لوگو جو کچہہ مجہے خدا نے حکم دیا وہ مین نے تمہین پہونچا دیا اور مین تم لوگون مین اونکو سپرد بخدا کرتا ہون اور اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہون۔

غدیر خم کی بیعت سے حضرت عمر کا تعلق

اس واقعہ سے حضرت عمر کا یہ تعلق ہے کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کے بموجب جب علی مرتضےٰ کو مبارکباد یان تمام صحابہ اور مسلمانون اور ازواج پیغمبرؐ نے دین تو حضرت عمر نے علی مرتضےٰ کو اسطرح مبارکباد دی۔ کہ مبارک ہو تمکو مبارک ہو تمکو کہ اے علی آج کے دن تم مولے کل مومنین اور مومنات کے ہوگئے[2]

---

[1] ... بن احمد نے کتاب اوضح الدلایل مین پورا خطبہ نقل کیا ہے اور مسٹر ڈیون پورٹ کی بہی ... یہ اسلام پر الزام ... اس خطبہ سے لئے ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] ... بروایت دارقطنی۔ ۱۲ منہ

جسوقت یہہ آیت تاکیدی نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے اوسی سفر مین مقام کرکے اور لوگون کو جمع کرکے اور اونٹون کے کجاؤن کا ممبر بناکر ایک خطبہ فرمایا اور بنظر اس آیۃ کے ذکر۔ النبی اولےٰ بالمومنین من انفسہم ٗ نبی اولےٰ ہے ساتہہ مومنین کے اون کے نفسون سے ٗ) یہ ارشاد کیا ٗ الست اولیٰ بالمومنین من انفسہم۔؟ کیا نہین ہون مین اولےٰ ساتہہ مومنین کے اون کے نفسون سے؟ سب نے کہا کہ ہان اے رسول اللہ۔ اوسپر پیغمبرؐ نے علی کا بازو پکڑکے اٹہایا اور فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ ٗ مین ہون جسکا موےٰ پس علی ہے اوسکا موےٰ ٗ

تعمیل آیات

ذی علم مصنف کو ان آیات پر بحث کرکے واقعہ خم غدیر کے نتیجہ پر کوئی رائے لکہنی چاہئے تہی کہ اوس واقعہ کی غرض کیا تہی اور ان آیات کی تعمیل کے لئے وہ واقعہ پیغمبرؐ ظہور مین لائے یا کیا؟ بلکہ ان آیات کے نزول اور واقعہ خم غدیر کے قبل کے واقعات پر شروع سلسلہ سے بحث کرنا ذی علم مصنف کو لازم تہا۔

شروع دعوت اسلام کا واقعہ علیؑ مرتضےٰ کی وزارت

دعوت اسلام کا سب سے پہلے جو پیغمبرؐ نے کام شروع کیا تو اپنے کنبے والون سے شروع کیا جس کے متعلق یہہ آیت نازل ہوئی ٗ وانذر عشیرتک الاقربین ٗ اور ڈرا تو (اے محمدؐ) اپنے کنبے کے لوگون کو جو نزدیک ترین ٗ

جسوقت یہ آیت نازل ہوئی ہے تو پیغمبرؐ نے اپنے کنبے والون کے لئے دعوت طعام کی جسکا اہتمام علیؑ مرتضےٰ کے ذمہ رکہا اور بعد طعام اپنے اون رشتہ دارون سے جو بلائے گئے تہے فرمایا کہ ٗ مجہکو حکم دیا ہے خدا نے کہ مین بلاؤن تمکو اوسکی طرف پس کون تم مین سے وزارت کرسکتا ہے میری میرے امر مین ٗ اور ہووے وہ بہائی میرا اور وصی میرا اور خلیفہ میرا درمیان تمہارے ٗ پس جب ہورہی قوم مگر علی کہڑے ہوئے اور کہا کہ مین قبول کرتا ہون تمہارے واسطے اے رسول خدا

اسی سلسلہ سے یہ امر قابل تحقیق تہا کہ واقعہ خم غدیر عام اعلان استخلاف علی مرتضےٰ کا تہا یا نہین ؟۔

ذی علم مصنف نے جو ان واقعات کو چہوا تک نہین اور بحث قرطاس ؎ اور واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کو ہاتہہ لگایا ہے اوس کے متعلق کوئی رائے اونکی محققانہ عموماً سمجھی نہین جا سکتی۔

ترک واقعات سلسلہ بحث قرطاس و سقیفہ

جبکہ اونہون نے اون واقعات اور امور پر نظر نہ کی کہ جو بحث قرطاس ؎ اور واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے سلسلہ میں ہیں اور اونہین واقعات اور امور کے سلسلہ مین واقعہ بنی ساعدہ کا (جس کی رو سے حضرت ابو بکر خلیفہ قرار پائے اور حضرت عمر ان کے استخلاف سے خلیفہ مقرر ہوئے) مدار صحت اور بطلان کا تہا۔ آیا حضرت ابو بکر خلیفہ جائز ہو سکتے تہے یا نہین ! اونکو امر خلافت حوالہ ہونیکا حق ناحق اوسی پر موقوف تہا اور اوسی پر جو استخلاف حضرت عمر کا حضرت ابو بکر نے کیا آیا وہ صحیح اور جائز ہو سکتا ہے یا نہین منحصر تہا۔ آیا حضرت ابو بکر کس قسم کے خلیفہ تہے اور اونکا استخلاف کرنا حضرت عمر کے لئے کیا اثر رکہہ سکتا ہے ؟

اوس سلسلہ واقعات اور امور سے گریز کرنا ذی علم مصنف کا نشان از حسد یا سداری حضرت عمرؓ کا ہے۔

ذی علم مصنف قبل بحث قرطاس اور واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے سنہ ۱۱ھ مین واقعہ تجہیز جیش اسامہ کا اس عنوان سے ذکر ہی لکہتے ہین کہ آنحضرتؐ نے رومیون کے مقابلہ کے لئے اسامہ بن زید کو مامور کیا اور تمام اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ اون کے ساتہہ جائین لوگ تیار ہو چکے تہے کہ اخیر صفر مین آنحضرت بیمار ہو گئے اور یہہ تجویز ملتوی رہ گئی ؎

واقعات تجہیز جیش اسامہ

لیکن ذی علم مصنف نے اس واقعہ کے اظہار مین بہی خلاف روایات معتمد کے

پہلو کو تبدیل کیا ہے کہ جس سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر جو کے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اعتراض وارد ہو سکے اور اصل منشاء پیغمبر پر جو مضمر تہا کہ بعد پیغمبر کے امر خلافت کے متعلق اختلاف واقع ہو سکے پردہ پڑا رہے:-

ذی علم مصنف نے بجائے اس کے کہ اکابر صحابہ جسمین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر شامل تہے اور علی مرتضیٰ شامل نہین تہے منشاء پیغمبر یہ تہا کہ زیر فرمان اور اطاعت اسامہ بن زید کے جسکو امیر لشکر مقرر کیا تہا رہین گے - جو یون بیان کیا ہے کہ "تمام اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ اون کے ساتہہ جائین" غرض یہ ہے کہ کسر شان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اسامہ بن زید کے زیر فرمان اور اطاعت ہونے سے لازم نہ آوے:-

لیکن جب پیغمبر نے اسامہ بن زید کو امیر لشکر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو شامل لشکر کیا تو اوس سے ناقابلیت امارت حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی پیش پیغمبر اخیر زندگی پیغمبر تک خود بخود لازم آتی ہے -

ذی علم مصنف نے یہ تو ظاہر کیا کہ "آنحضرت بیمار ہو گئے اور تجویز ملتوی رہ گئی" لیکن یہ نہ بتایا کہ بوجہ بیماری کے وہ تجویز خود آنحضرت نے ملتوی کر دی یا خلاف حکم اور تابعی آنحضرت کے خود اکابر صحابہ نے جنکو زیر فرمان اور اطاعت اسامہ بن زید کے ہونا ناگوار تہا اور بہت پیچ و تاب کہا کر یہ کہتے تہے کہ پیغمبر نے ایک غلام زادہ کو ہم پر سردار اور امیر لشکر مقرر کیا ہے جن مین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اول درجہ رکہتے تہے[۱] لشکر اسامہ سے کہ جس نے مدینہ منورہ کے باہر مقام جرف مین کیمپ مقرر کیا تہا واپس چلے آئے اور جا کر شریک ہوئے او.

---

[۱] ابن حجر فتح الباری و قسطلانی شرح بخاری و مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق شارح مشکوٰۃ و تہذیب تہذیب ذہبی و کتاب منتظم ابن جوزی - ۱۲ منہ

بہ حیلہ مرض پیغمبرؐ اوس تجویز پیغمبرؐ مین مزاحمت کرکے اوس تجویز کو رد کر دیا۔

پیغمبرؐ کی تاکید روانگی لشکر اسامہ کی اس درجہ پر تہی کہ جب پیغمبرؐ نے دیکہا کہ اکابر صحابہ کی سنتے نہین تو ایک خطبہ فرمایا جسکا ایک فقرہ "جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا" (آمادہ ہو جاؤ واسطے لشکر اسامہ کے لعنت کرے خدا اوس کسی پر جو مخالفت کرے اوس سے[1])

اس فقرہ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی کس درجہ مرضی تہی کہ تمام اکابر صحابہ سوائے علی مرتضےٰ کے کہ جنکو پیغمبرؐ نے اپنی تیمارداری اور خبرگیری کے لئے اپنے پاس رکہہ لیا تہا لشکر اسامہ کے ساتہہ بہ تحت فرمان و طاعت اسامہ کے مقام بعید پر مدینہ سے چلے جائین۔

کیا یہ امر پیغمبرؐ کو مضمر نہین تہا کہ وہ لوگ امر خلافت مین اختلاف کرینگے جنکے قلوب کی خبر قرآن اور اخبار پیغمبرؐ مین موجود ہے بعد میرے میری مرضی اور ہدایت کے بموجب امر خلافت کے لئے وہ کسی کو قائم نہین رکہینگے جسکو مین نے قائم کیا ہے۔ صرف محبت اہمری مذہب اسلام کے باعث جو پیغمبرؐ سے زیادہ کسیکو نہین تہی بغرض تحفظ مذہب اسلام کے اختلاف سے کہ جسکی وجہہ سے مذہب اسلام کے اصل مرکز پر قائم نہ رہکر تباہ و برباد ہو جانیکی بنیاد پڑتی تہی پیغمبرؐ نے وہ تاکیدی حکم اکابر صحابہ کو دیا تہا تاکہ نہ وہ اکابر صحابہ وقت وفات پیغمبرؐ مدینہ مین ہونگے نہ انکو موقع استخلاف اور نزاع کا خلاف مرضی پیغمبرؐ کے امر خلافت کے متعلق مل سکیگا۔ اور پیغمبرؐ نے جو علی مرتضےٰ کو امر خلافت کے لئے قرار دیکر قائم رکہا ہے وہی قائم اور برقرار رہیگا۔

بہر حال جو کچہہ ہوا اکابر صحابہ اور ہر مسلمان پستی اطاعت پیغمبرؐ کی کرنے

---

[1] ملل و نحل شہرستانی۔ شرح مواقف بیان عقاید لا یعقوب منیالی و کتاب مستغنہ ابوبکر جوہری۔ شرح نہج البلاغہ ۲ صفحہ ۴ منہ

والے کو لازم تہا کہ بنظر اس سخت ارشاد پیغمبرؐ کے بلا خیال اس کے کہ پیغمبرؐ مرتے ہین یا
جیتے ہین صرف اون کے ارشاد کو ہر حالت مین زندہ اور واجب التعمیل سمجھ کر
شامل لشکر اسامہ ہو کر چلا جاتا اور لشکر اسامہ سے تخلف کر کے اپنے آپ کو مورد
اس عتاب کا نہ بناتا جو ارشاد پیغمبرؐ مین موجود ہے۔[۱]

یہہ خطبہ متضمن روانگی لشکر اسامہ اور ہدایت شرکت صحابہ لشکر اسامہ کا پیغمبرؐ نے
اپنی حالت مرض مین بروز شنبہ دسوین ربیع الاول کو روز وفات سے دو روز

تاریخ روانگی لشکر اسامہ

پہلی فرمایا ہے کہ وفات روز دوشنبہ کو ہوئی ہے
(لما جاء انہ کان تجہیز اسامۃ یوم السبت قبل موت النبی بیومین[۲]) ایسی حالت
مین روانگی لشکر اسامہ کی اور شرکت اصحاب کی لشکر مین حالت مرض پیغمبرؐ
مین لازم آتی ہے۔ اور مرض پیغمبرؐ کسیطرح سے مانع روانگی لشکر اور شرکت
صحابہ کا لشکر مین نہین ہوسکتا۔ اور نہ مرض پیغمبرؐ وجہہ التوا روانگی لشکر
اور شرکت صحابہ کی لشکر مین قرار پا سکتی ہے۔

درحقیقت یہہ واقعہ بھی بہ سلسلہ واقعات اور امور دیگر کے واقعہ
سقیفہ بنی ساعدہ پر خراب اثر ڈالنے والا ہے کہ جس اثر سے ذی علم مصنف
متاثر ہو کر چشم پوشی کر گئے ہین!!۔

واقعہ قرطاس سے پہلی حالت پیغمبرؐ

ذی حساب مصنف قبل [illegible]
بیان واقعہ قرطاس کے آنحضرتؐ کے مرض کی حالت بیان کرتے ہین کہ [illegible]
بخار کی شدت ہو جاتی تہی اور کبہی اسقدر افاقہ ہو جاتا تہا کہ [illegible]
وا فرماتے تہے۔ عین وفات کے دن نماز فجر کے وقت طبیعت اسقدر [illegible]
روازہ تک آئے اور پردہ اٹہا کر لوگون کو نماز پڑہتے دیکہا [illegible]

---

۵ دیکہو حاشیہ [illegible]

اور تبسم فرمایا۔"

ذی علم مصنف کے اس مسلمہ حالت بیماری پیغمبرؐ سے ("جبکہ حالت مرض میں پیغمبرؐ نے قرطاس اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی کتاب لکھدوں کہ تم آئندہ گمراہ نہو۔ اوسکے جواب میں صحابہ نے یہ کہا ہے کہ پیغمبرؐ کو درد کی شدت ہے اور پیغمبرؐ کو ہذیان ہے بہکی باتیں کررہے ہیں اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔")

غور کرنے والے پیغمبرؐ کے ارشاد اور صحابہ کے جواب سے نتیجہ نکال لیں گے کہ پیغمبرؐ کی اس واقعہ کے وقت حالت مرض کیسی تہی؟

آیا اونکو درد کی شدت تہی؟ اور اونکو ہذیان تہا یا نہیں؟ اور حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ہذیان کی نسبت پیغمبرؐ کو اوسوقت کس غرض سے دی؟۔

بیان واقعہ قرطاس

ذی علم مصنف واقعہ قرطاس یوں بیان کرتے ہیں کہ "آپ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھونگا کہ تم آئندہ گمراہ نہوگے۔ اسپر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ بہکی باتیں کررہے ہیں (نعوذ باللہ) روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔"

پھر ذی علم مصنف اس واقعہ کو بہ ظاہر تعجب انگیز ظاہر کرکے یہ کہتے ہیں کہ "ایک معترض کہسکتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہوگی کہ جناب رسول اللہ صلعم بستر مرگ پر ہیں اور امت کی درد وغمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ

مصنف کا ظاہری تعجب صحابہ کی عدم تعمیل ارشاد آنحضرتؐ پر

میں ایک ہدایت نامہ لکھدوں جو تمکو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ یہ ظاہر ہے کہ گمراہی کے بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اوس

مین سہو خطا کا احتمال نہین ہو سکتا۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پروائی ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کچھہ ضرورت نہین ہمکو قرآن کافی ہے۔ طرہ یہہ کہ بعض روایتون مین ہے کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تہا (نعوذ باللہ)۔

پہر ذی علم مصنف اپنے ظاہری تعجب کے بعد مسلمانون کے دو مختلف گروہونکی طبع آزمائیون کا ذکر کرکے اپنی یہہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ اصول درایت سے کسی نے کام نہین لیا۔ اور جو واقعہ جس طریقہ سے روایتون مین منقول ہے اوس سے کسی امر پر استناد ہو سکنے یا نہو سکنے کے لئے ان امور کو پیش نظر رکہنا چاہتے ہین کہ۔

امور قرار دادہ مصنف بنا بر اشتباہ امور مندرجہ روایات قصہ قرطاس متضمن قدح ابن عباسؓ

(۱) آنحضرت تیرہ دن بیمار رہے (۲) کاغذ قلم طلب کرنے کا واقعہ جمعرات کے دن کا ہے دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے۔ (۳) اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہ موجود تہے لیکن یہہ حدیث بہت سے طریقون سے مروی ہے چنانچہ صرف صحیح بخاری مین ۷ طریقون سے مذکور ہے با اینہمہ بجز عبد اللہ بن عباسؓ کے اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک مرتبہ بہی منقول نہین۔ (۴) عبد اللہ ابن عباسؓ کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس کی تہی۔ (۵) اوس موقع پر وہ موجود نہ تہے اور یہہ معلوم نہین کہ یہہ واقعہ اونہون نے کس سے سُنا۔

اسپر یہہ حاشیہ بہی لکہا ہے کہ صحیح بخاری باب کتابۃ العلم مین جو حدیث مذکور ہے اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس واقعہ مین موجود تہے اس لئے محدثین نے اسپر بحث کی ہے اور یہہ دلائل قطعی

ثابت کرتا ہے کہ وہ موجود نہ تھے۔

روایتوں میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت نے کاغذ و قلم مانگا تو لوگوں نے کہا

کہ رسول اللہ بہکی ہوئی باتیں کر رہے ہیں۔

قزلباشی کی تاویل متعلق لفظ ہذیان

یہ علامہ قزلباش نے قول کو جسپر اونکو ناز ہے کہ انہوں نے یہہ لفظ (ہجر ہذیان) انکار و استعجاب کے طور پر کہا تھا یعنی یہ کہ آنحضرت نے جسکی وصیت کرنی چاہیے تو انکا استفہام آنحضرت کا قول ہذیان تو نہیں کہ سمجھا نہ کیا جائے۔ تحریر کرکے ذی علم مصنف یہہ لکھتے ہیں کہ

قزلباشی کی استدلالی رائی نسبت ہذیان

بخاری اور مسلم کی بعض روایتوں میں ایسے صاف الفاظ ہیں کہ جس میں اس تاویل کا احتمال نہیں۔ اور اپنی رائی نسبت ہذیان یہ لکھتے ہیں کہ جب اور کوئی واقعہ یا قرینہ آنحضرت کے اختلال حواس کا کہیں بھی روایت میں مذکور نہیں تو صرف اسقدر کہنے سے کہ قلم دوات لاؤ لوگوں کو ہذیان کا خیال کیونکر پیدا ہوسکتا تھا فرض کرو کہ انبیاء سے ہذیان سرزد ہوسکتا ہے لیکن اس سے یہہ تو معنی نہیں کہ وہ معمولی بات بھی کہیں تو ہذیان سمجھی جائے۔ ایک پیغمبر کا وفات کے قریب یہہ کہنا کہ قلم دوات لاؤ میں ایسی چیز لکھدیتا ہوں کہ تم آئندہ گمراہ نہو اس میں ہذیان کی کیا بات ہے۔

حاشیہ پر نکتہ سنجوں کے اس مضمون آفرینی کی کہ رسول اللہ لکھنا نہیں جانتے تھے اس لئے آپکا یہہ فرمانا کہ میں لکھدوں ہذیان کا قرینہ تھا۔ اس سخن سے تردید کرتے ہیں کہ لکھنے کے معنی لکھوانے کے بھی آتے ہیں۔

بالاخر ذی علم مصنف اس روایت سے قول استدلال ہونے کے لئے یہہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دئے ہیں جن سے لوگونکو یہہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں قلم و دوات

طلب فرا رہے ہین - اور اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ مین تمام صحابہ مین سے صرف حضرت عبد اللہ بن عباس راوی ہین، اور اونکی عمر ۱۳ - ۱۴ برس کی تہی اور وہ موجود نہ تھے"

ذی علم مصنف اس الزام سے بچنے کے لئے کہ وہ بخاری اور مسلم کی حدیث پر شبہ کرنے والے قرار پاتے ہین یہ بہی کہتے ہین کہ "وہ بخاری اور مسلم کی کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکہ سکا اس سے کہین زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمرؓ کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جاوے"

ذی علم مصنف یہ بہی قبول کرتے ہین کہ آنحضرتؐ اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے اور اسی اثنا مین وقتاً فوقتاً بہت سی ہدایتین اور وصیتین فرمائین۔ یعنی وفات کے دن آپکی حالت اسقدر سنبہل گئی تھی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا۔

مصنف کی استدلالی رائے کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف نے جمہور مورخین و محدثین اور مسلمانون کے خلاف تیرہ سو برس کے بعد واقعہ قرطاس کی بابت ایک ایسی انوکہی رائے ظاہر کی ہے جس مین ایک چہرہ کی تصویر دورخی کہینچی ہے۔

تصویر کے نصف چہرہ کو جب دیکہا جاتا ہے تو اور ہی رنگ نظر آتا ہے، اور جب دوسرے حصہ پر نظر کی جاتی ہے تو دوسرا روپ دکہائی دیتا ہے، اونکی تقریر ایسی مذبذب ہے جس سے یہ امر صاف نہین ہوتا کہ وہ اس کل واقعہ کو [illegible] [illegible] یا صرف اوس حصہ کو جو ارشاد پیغمبرؐ کے جواب مین حضرت عمرؓ اور صحابہ [illegible] کے ارشاد کو ہذیان بتایا۔

ذی علم مصنف کو جنہون نے محققانہ طور پر تاریخی حیثیت سے [illegible] کیا ہے لازم تہا کہ وہ بلا خوف صاف صاف ظاہر کرتے کہ اونکی تحقیق [illegible] واقعہ قرطاس غلط ہے یا اوسکا وہ حصہ جو ارشاد پیغمبرؐ کے جواب [illegible]

کی نسبت پیغمبرؐ کو دی ہے ٹھیک نہین ہے۔

اصل واقعہ قرطاس کی صحت اور غیر صحت اثبات پر موقوف ہے کہ وہ کل روایتین (جو بہت سے طریقون سے مروی ہین اور صرف صحیح بخاری ہین سات طریقے سے مذکور ہے جیسا کہ ذی علم مصنف قبول کرتے ہین) واقعی ہین یا فرضی؟ گو بحالت صحت واقعہ کے واقعہ کے بیان کی نوعیت پر یا بیان کے الفاظ کے معنی پر بحث ہو سکے۔ لیکن اس سے اصل واقعہ کے وقوع مین شبہ نہین ہو سکے گا بلکہ اوس بحث سے یہ لازم آویگا کہ وہ واقعہ وقوع مین ضرور آیا ہے۔

ابن عباس سے جو بہت سے طریقون سے یہ واقعہ منقول ہوا ہے اوس کے راوی جداگانہ ہین اور اوس سے یہ ظاہر ہے کہ ابن عباس نے متعدد موقعونپر اس واقعہ کو مختلف لوگون کے سامنے بیان کیا ہے جسکا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ ابن عباس نے اس واقعہ کو لوگون کے سامنے بیان نہین کیا بلکہ یہ امر قطعی ہو جاتا ہے کہ بلا شبہ ابن عباس نے اس واقعہ کا اظہار موقع بموقع کیا ہے اور اسی سبب سے کہ متعدد موقعونپر ابن عباس نے اس واقعہ کو ظاہر کیا ہے اور اس کے جداگانہ راوی ہین کوئی آجتک ان روایات کو جنمین اس واقعہ کا بیان ہے وضعی نہین کہہ سکا۔ اور نہ ذی علم مصنف کو گنجائش ملی ہے کہ وہ ایسی روایات کو جو بہت سے طریقون سے وارد ہوئی ہین وضعی کہہ سکین اور نہ عبداللہ بن عباس کی نسبت کسی نے کذب و بہتان کا الزام لگایا ہے بلکہ اونکو خیر عالم اور مفسر قرآن مجید مانا ہے۔ اور ذی علم مصنف

روایات بابتہ توثیق ابن عباس

نے اونکو شاگرد حضرت علیؑ کا قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری مین روایت ہے ابن عباس سے کہ "چپٹا لیا مجھکو رسول اللہ نے اپنے سینے سے اور فرمایا الٰہی سکھا دے اوسکو حکمت" اور ایک روایت مین ہے "بار الٰہا علم دے اوسکو کتاب کا اور حکمت کا"

ذی علم مصنف نے بھی عبداللہ بن عباس پر کسی کذب و بہتان کے الزام لگانے سے اپنے آپ کو بری رکھا ہے جن جن راویون نے ابن عباس سے اس واقعہ کو روایت کیا ہے نہ اونکی نسبت آجتک کسی نے یا خود ذی علم مصنف نے یہ کہا ہے کہ "اون راویون نے ابن عباس پر تہمت اور افترا باندھا ہے"

ایسی حالت مین یہ امر ماننا لازم آتا ہے کہ ابن عباس نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ اصلی اور سچا ہے۔ اور وہ روایتین جس مین اوسی واقعہ کا بیان ہے صحیح ہین۔ اور اس امر کی قدح محال ہے کہ واقعہ قرطاس وقوع مین نہین آیا۔

قصہ قرطاس مین ابن عباس کی جرح کی حقیقت

ذی علم مصنف نے عبداللہ ابن عباس کی نسبت اس روایت کے متعلق جو جرحین کی ہین اگر وہ اون واقعات اور حالات پر (جو دیگر روایات مین منقول ہین اور اون روایتون پر جو زمانہ مرض پیغمبرؐ سے متعلق ہین جن سے خود ذی علم مصنف نے یہہ نتیجہ نکالا ہے کہ "تمام مدت بیماری مین آنحضرت کی نسبت اور کوئی واقعہ اختلال حواس کا کسی روایت مین کہین مذکور نہین۔ آنحضرت اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے اور اس اثنا مین وقتاً فوقتاً بہت سی ہدایتین اور وصیتین فرمائین جن وفات کے دن آپکی حالت اسقدر سنبھل گئی تھی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہو گیا"

اور اون روایتون پر جو اس واقعہ کے متعلق عبداللہ ابن عباس سے خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "وہ بہت سے طریقون سے مروی ہے یہانتک کہ صرف صحیح بخاری مین سات طریقون سے ذکر ہے) یکجائی نظر کرتے تو اون کو اون جرحون اور اون شبہون کی جو عبداللہ بن عباس کی نسبت متعلق اس واقعہ کے کئے ہین جرات و گنجائش ہوتی۔ لیکن نہین۔ ذی علم مصنف نے ان تمام امور پر نظر کرلی ہے۔ اونہون نے شبہے اور جرحین عبداللہ بن عباس پر اس روایت

کے متعلق اور پاسداری سے کہتے ہیں کہ جس نے اس تصنیف پر بغرض پاک دکھائی
حضرت [illegible] کے برانگیختہ کیا ہے مگر ذی علم مصنف کا قصہ قرطاس نہ قبول کرنے سے
منشا یہی ہے کہ قصہ سقیفہ بنی ساعدہ پر اور حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر
اور [illegible] حضرت عمر کے استخلاف پر جو حضرت ابوبکر نے کیا سخت حملہ اور ابطال لازم
آتا ہے اور حضرت عمر پر کہ جو مانع وصیت پیغمبر کے ہوئے، ایک مذموم الزام قائم ہوتا
ہے کہ جس کا اثر صرف ان کے تقرر خلافت پر نہیں بلکہ ان کے ایمان پر بھی پڑتا ہے،
اور ان کے [illegible] منشا نے خود ان سے یہ کہلوایا ہے کہ "بخاری اور مسلم کے کسی
راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں
زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ صلعم کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی
کا الزام لگایا جاوے" جس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ حضرت عمر پر الزام
قبول کریں ابن عباس پر الزام قبول کرتے ہیں لیکن حضرت ابوبکر کی خلافت بزور قبول
کرانے کے بیان میں ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ "حضرت عمر
نے فاطمہؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم
آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اس طرح مجمع کرتے رہے
تو [illegible] ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا" گو یہ سند کے اعتبار سے اس
روایت پر ہم [illegible] اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال [illegible]
نہیں معلوم ہو سکا تاہم درایت [illegible] انکار کی کوئی وجہ نہیں
ہے، حضرت عمر کی تندی اور تیزی [illegible] سے بعید نہیں حقیقت یہی
کہ اس نازک وقت میں حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کارروائیاں
کیں [illegible] گو بعض اعتدال سے [illegible] پائی جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ انہی بے
اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا" ([illegible] حصہ اول الفاروق)

جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ بمقابلہ بنت رسول اللہ کے اپنے نزدیک مجہول راوی کی قدح نہ کر کے، حضرت عمرؓ کی تندی اور تیز مزاجی کی روایت سے، حضرت عمر کی حرکت قصد احراق خانہ فاطمہؑ اور حضرت عمر کی بے اعتدالیون کو تسلیم کرتے ہین۔ اسی طرح مصنف کو لازم تہا کہ بمقابلہ پیغمبرؐ کے عبد اللہ ابن عباس کی قدح قیاسی نہ کر کے ایسی روایت مین جو سات طریقون سے صرف ایک صحیح بخاری مین ہو حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی کی روایت سے، حضرت عمر کی حرکت منع قرطاس، پیغمبرؐ کو نسبت ہذیان کی دینے، اور انکی بے اعتدالیون کو، جو اس قصہ مین ہوئین

ابن عباس نے بیان واقعات قصہ قرطاس مین کچھہ ترک نہین کیا

قبول کر لیتے۔ عبد اللہ بن عباس نے وہ واقعات چھوڑ نہین دیے ہین جنسے لوگون کو یہ خیال پیدا ہوا آنحضرت ہوش مین نہین تھے، اور بیہوشی کی حالت مین قلم دوات طلب فرماتے تھے بلکہ اون کے نزدیک ایسے واقعات کا کہ جس سے پیغمبرؐ کی حالت بیہوشی کی سمجھی جاوے وجود ہی نہین تہا۔ اور ابن عباس پر کچھہ موقوف نہین کیسکے نزدیک بھی [illegible] حالت بیہوشی کی نہین تھی۔ یہان تک کہ اس [illegible] موقع [illegible] کیا [illegible] تمام مدت بیماری مین آنحضرتؐ کی نسبت [illegible] اختلال [illegible] کا کسی روایت [illegible] مذکور نہین [illegible] آن حضرت اس [illegible] اس [illegible]
بہت سی ہدایتین اور [illegible] بہکی حالت [illegible] لگئی تھی کہ لوگون کو [illegible] کا گمان ہوگیا تھا

[illegible] اللہ [illegible] عباس [illegible] اقعات بیان [illegible] آنحضرت کے ہوش مین نہ ہونے اور بیہوشی کی حالت مین [illegible] قلم طلب فرمانے کا لوگون کو خیال پیدا ہوا۔

ابن عباس مؤید ہذیان نہ تھے درحقیقت عبداللہ بن عباس اس امر کے
کہ دے آنحضرت ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں قلم و کاغذ طلب فرما رہے
ہیں مخالف تھے۔ وہ اس کے مؤید نہیں ہیں تھے کہ دے یہ خیال کہ آنحضرت ہوش میں نہیں
ہیں اور بیہوشی کی حالت میں کاغذ و قلم طلب فرما رہے ہیں، صحیح تھا یا ایسے خیال کی گنجائش
تھی ابن عباس کے نزدیک پیغمبرؐ ہوش میں تھے اور بیہوشی کی حالت میں قلم دوات
طلب نہیں فرما رہے تھے۔ حضرت عمر اور صحابہ نے جو پیغمبرؐ کی نسبت یہ کہا کہ دے شدت
مرض کی سبب سے ہذیان ہے" یہ بیان ابن عباس کے نزدیک غلط اور خلاف واقعہ
تھا۔ ابن عباس کا یہ مقصود ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ حیلہ غلط اور غیر صحیح کیے
ان کی تعبیر پیغمبرؐ کی نسبت کر کے ارشاد پیغمبرؐ کی تعمیل ہونے دی اور امر خلافت
کو جھگڑے میں ڈالدیا اور اوس وقت کو کہ جو پیغمبرؐ بنیاد اختلاف امر خلافت کو تحریراً ہی
قصہ قرطاس میں مقصود ابن عباسؓ تھا۔ چاہتے تھے ٹالدیا۔

کاروایات طرق مختلفہ سے یہ مقصود عبداللہ بن عباس
کا ان روایتوں سے صاف صاف پایا جاتا ہے جو بہت سے طریقوں سے منقول
ہوئی ہیں جنکا حاصل مضمون یہ ہے کہ دے جسوقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا
یا جبکہ شدت ہوئی نبی کو مرض موت میں پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس
کاغذ دوات یا شانہ یا دوات یا لوح و دوات تاکہ لکھدوں میں تمکو ایک کتاب کہ ہرگز
بعد اوس کے تم گمراہ ہو پس کہا حضرت عمر نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور درد
مندی نے اور ہذیان ہے پیغمبرؐ کو اور تمہارے پاس قرآن ہے بس کافی ہے
ہمارے لئے کتاب خدا۔ پس اختلاف کیا اور جھگڑا کیا اون لوگوں نے اور نہیں
سزاوار ہے نبی کے پاس جھگڑا۔ بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت۔
اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ حضرت عمر نے کہا تھا، اور کہا لوگوں نے ہجر (ہذیان) کیا پیغمبر

کیا رسُول اللہ نے، اور ہجر کرتا ہے رسُول اللہ، اور کہتے تہے کہ کیا شان ہے نبی کی
ایا ہجر کیا اوس نے سمجہ لو پیغمبر سے، جب جہگڑے کی باتین بڑہ گئین اور بیہودگی زیادہ
ہو گئی، پیغمبر نے فرمایا کہ چہوڑ دو مجہکو اسی حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون،
کہ وہ بہتر ہے اوس سے کہ جس مین تم مجہکو چاہتے ہو، یا پیغمبر نے فرمایا کہ اٹہہ جاؤ میرے
پاس سے، نہین سزاوار ہے میرے پاس جہگڑہ کرنا۔ پس چلے گئے لوگ رد
کرتے ہوئے پیغمبر پر۔ ابن عباس کہتے ہین سخت مصیبت تہی ہر مصیبت سے جو کچھ
کہ حائل ہوئی درمیان رسُول اللہ اور اونکی کتاب کے، یا یہ کہا کہ حائل ہوئی۔
درمیان ہمارے اور درمیان کتاب رسُول اللہ کے ؛ ابن عباس نے یہ بہی کہا
ہے کہ دن پنجشنبہ کا اور کیا دن پنجشنبہ کا مصیبت کا دن تہا دن پنجشنبہ کا اور پہر
روئے یہان تک کہ آنسو اون کے سنگریزون پر بہ گئے یا اون کے رخسارون پر گویا
موتیون کی لڑی تہی ؛

روایات بالا کا نتیجہ اِن مضامین روایات سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عباس
نے پیغمبر کی حالت وقت طلب کاغذ و دوات کے بیماری کی یا شدت مرض کی
ظاہر کر دی ہے لیکن وہ اونکو مختل الحواس یا اونکی حالت ہذیان کی نہین جانتے
تہے اور حضرت عمر نے اور جس کسی نے پیغمبر کے کلام کو ہذیان کی نسبت دی اور جسسے
باہم صحابہ کے جہگڑہ ہوا، اوسے جب سمجتے تہے جس کے سبب سے امتناع تحریر کتابت
پیغمبر کا ہو گیا۔ چنانچہ ابن عباس نے جو یہ کہا ہے کہ دن پنجشنبہ کا اور کیا دن
پنجشنبہ کا ؛ اوسکی شرح مین کرمانی نے یہی کہا ہے کہ وہ تعجب کرتے ہین
اوس دن کے امر عظیم پر اور مکروہ جانتے ہین امتناع کتابت کو ؛

پیغمبر نے جب اپنی نسبت صحابہ سے یہ سنا کہ [illegible] بیماری اور درد کی
شدت سے ہجر (ہذیان) کی حالت مین [illegible] صحابہ تنے باہم اختلاف اور جہگڑہ

کیا۔ اوس پر پیغمبرؐ نے جو یہ فرمایا کہ "چھوڑ دو مجھکو اوس حالت میں کہ جس حالت مین
مین ہون اور وہ بہتر ہے اوس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو" یا یہ فرمایا کہ "اٹھ
جاؤ میرے پاس سے نہین سزاوار ہے میرے پاس جھگڑنا" اور لوگ اٹھ کر چلے
گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے جو قرطاس و دوات طلب کیا تھا اوس وقت
نہ حالت ہذیان کی تھی نہ اختلال حواس کی اس لئے کہ جواب ارشاد پیغمبرؐ کے حضرت عمر
اور صحابہ نے جو کچھ کہا اور جھگڑا کیا اوس سب کو پیغمبرؐ نے بخوبی سمجھ لیا اور اوسکے
بعد جو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا وہ ویسا ہی عقل و دانش کا ہے جیسا کہ پہلے کے
صحابہ نے پیغمبرؐ کے آخری ارشاد اٹھ کر ہونا پاتے تھا۔

حضرت عمر و صحابہ نے جو اخیر ارشاد پیغمبرؐ کی تعمیل کی اور اٹھ کر چلے جانیکو کیون نہ ہذیان سمجھا؟

پیغمبرؐ کی تعمیل کی اور اٹھ کر چلے گئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ بھی پیغمبرؐ کی حالت
ہذیان نہین سمجھتے تھے اور ہذیان کا حیلہ محض دفع الوقتی تھی۔

اگر آخری ارشاد کو بھی پیغمبرؐ کے ہذیان سمجھتے اور یہ جانتے کہ پیغمبرؐ پریشان
اور بہکی ہوئی باتین کرتا ہے تو ہرگز آخر ارشاد پیغمبرؐ کی بھی تعمیل نہ کرتے اور اٹھکر
نہ چلے جاتے۔ ایسی حالت مین ابن عباس کیسے قائل ہو سکتے تھے کہ پیغمبرؐ کی حالت
ہذیان کی ہے جو اونہین کی تائید کے متعلق واقعات کہین سے بہم پہونچا سکتے
جسکے چھوڑ دینے کا الزام ذی علم مصنف عبد اللہ ابن عباس پر لگاتے ہین اور
یہ چاہتے ہین کہ خلاف واقعہ واقعات کا اونکو کہنا چاہئے تھا۔

ذی علم مصنف نے ابن عباس پر جو الزام چھوڑ دینے واقعات کا لگایا ہے

ہمارا تعجب حضرت عمر و صحابہ پر

مجھکو اوس پر اوسقدر تعجب افسوسناک نہین
ہے جسقدر حضرت عمر و صحابہ پر ہے کہ وقت طلب کاغذ و دوات کے تو پیغمبرؐ کو ہذیان
کی نسبت دی اور جھگڑا کیا جس سے امتناع کتابت رسول کا ہوا اور

بعد اوسکے جو پیغمبرؐ نے ارشاد کیا اوسکو زبان نہ کہا سکے گریہ وہی قتل ہے کہ یہ ایک خون کرے اور دوسرا اوسپر خاک ڈالکر چہپا دے"!!

ابن عباس پنجشنبہ کو یاد کرکے کیون رو یا کرتے تھے؟

عبداللہ بن عباس جو ان پنجشنبہ کو یاد کرکے زار و قطار روتے ہین اسدن کے روز مصیبت ہونیکا اونکو یقین تھا - اور وہ مصیبت کیا تھی؟ امتناع کتابت پیغمبرؐ - اور اون کے عندیہ مین وہ امتناع کتابت بیشک کیون تھی؟ وہ یقین رکھتے تھے کہ تحریر آئندہ خلافت کے لئے پیغمبرؐ علیؑ کے نام کی تصریح اور تعین فرمانیوالے ہین - اوسی امتناع کتابت سے یہ مصیبت حاوی ہوئی کہ خلافت خاندان بنی ہاشم سے نکل گئی جس خاندان مین کہ ابن عباس تھے -

شروح شارحین بابتہ کتابت پیغمبر صلعم

شارحین نے اوس کتاب کی جسکا لکہنا پیغمبرؐ چاہتے تھے یہ شرح کی ہے کہ وہ اوس کتاب مین نص ہوتی اون ائمہ کے لئے جو بعد پیغمبرؐ کے ہونگے - نبی نے ارادہ کیا تھا کہ لکھکر تعین کردین کسیکو صحابہ سے واسطے خلافت کے تاکہ نہ واقع ہو جہگڑا خلافت بعد پیغمبرؐ کے اور ہو نجاوے اونکو وہ طرف گمراہی کے "

بہرحال کسی کے لئے اوس کتاب سے نص ہوتی لیکن امت پیغمبرؐ پر امر خلافت کے اختلاف اور نزاع کی (جس سے مذہب اسلام کا تنزل ہوگیا اور وہ اپنے صحیح مرکز پر قائم نہین رہا) مصیبت نہ پڑتی - مگر

ایک موقع پر خود حضرت عمر فرماتے ہین کہ پیغمبر علیؑ کے نام کی تصریح اوس کتاب مین کرنیوالے تھے جسکا ابن عباس کو یقین تھا اور جس کے امتناع کو اونہون نے مصیبت کہا ہے -

ابن عباس سے روایت ہے کہ مین اوائل خلافت مین خلیفہ ثانی کے پاس گیا

حضرت عمر کا اقبال کتابت میں علیؑ مرتضےٰ کے نام کی تصریح درا وس میں اپنی مزاحمت کرنے کی بابت

اونہوں نے سخت قسم دیکر نسبت علیؑ مرتضےٰ کی پوچھا۔ آیا اونکے نفس میں اونکے خلافت سے کوئی چیز باقی ہے۔ تو مین نے کہا کہ ہان۔ پہر اونہوں نے پوچھا کہ وہ گمان کرتے ہین کہ اونکی خلافت بر نص رسول خدا کی ہے؟ مین نے کہا کہ ہان اور اس سے زیادہ مین یہ بھی کہتا ہون کہ مین نے اپنے باپ سے جسکا کہ حضرت علیؑ دعوے کرتے ہین پوچھا تہا اونہون نے بہی اونکی تصدیق کی۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ رسول خدا نے اون کے حق مین کبہی کبہی چند امور کہے ہین کہ وہ نہین ثابت کرتے ہین اور اون سے قطع عذر نہین ہوسکتا ہے وہ صریح نہ تہے اور کبہی اوس محبت کے سبب سے کہ جو اون کے ساتھ رسولخدا کو تہی پیغمبر نے چاہا کہ اون کے حق مین کچہہ کہین اور حق سے طرف باطل کے اونکو اب مین مایل کر جاوین اور مرض موت مین چاہا کہ اون کے نام کی تصریح بہی کردین مین نے اون کو روکا یہ سبب محبت اسلام اور شفقت امت کے۔ قسم خانہ کعبہ کی ہرگز قریش اونپر اتفاق نہ کرتے اور اگر وہ خلافت کو لیتے تو قریش چارون طرف سے اونپر یورش کرینگے۔ پس آنحضرت بہی سمجہے اور جو کچہہ کہ اون کے دل مین تہا یعنی تصریح اون کے نام کی نہ کی اور جو کچہہ کہ ہونے والا تہا ہوا ﷲ سلہ

اس روایت سے خود حضرت عمر کے بیان سے وجود واقعہ طلب قرطاس کا

حضرت عمر کے اقبال سے استدلال اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے اور یہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنی اس کتاب مین جسکو وہ لکہنا چاہتے تہے خلافت کے لئے علیؑ مرتضےٰ کے نام کی تصریح اور اونکا تعین چاہتے تہے اور یہی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کے فرمان کی تعمیل مین حضرت عمر نے مزاحمت کی جس کے سبب سے تعمیل

سلہ کتاب مستند از احمد بن ابی طاہر صاحب کتاب تاریخ بغداد ج۲، منہ

فرمان پیغمبرؐ کی نہین ہوسکتی۔ اور یہہ بہی علانیہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمداً پیغمبرؐ کے فرمان کی تعمیل کو روکا اور بذریعہ مزاحمت تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کا اپنے اوسی سخن کو گردانا کہ جو پیغمبرؐ کے مواجہہ مین اوسوقت کہا تہا کہ "شدت درد کی ہے اور پیغمبرؐ کو ہذیان ہے اور ہمکو کتاب اللہ کافی ہے" جسپر باہم صحابہ کی جھگڑہ ہوا اون کے اٹھا دیے جانے اور پیغمبرؐ کے پاس سے چلے جانے کی نوبت آئی۔ اور اون کلمات کا محض بغرض حیلہ امتناع تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کے کہنا اور اونکا اصلی مطابق واقعہ کے نہونا خود قول حضرت عمرؓ سے (جو اس روایت مین منقول ہے اور حضرت عمرؓ نے اپنا دلی منشا ظاہر کیا ہے کہ پیغمبرؐ سے علی کے امر مین چند امر صادر ہوئے کہ وہ امر قطع عذر نہین کرتے تہے اور کبہی کبہی بسبب اوس محبت کے جو پیغمبرؐ علی کے ساتھ رکہتے تہے چاہتے تہے کہ حق سے طرف باطل کے اون کے بیان مین میل کر جائین اور مرض موت مین چاہا کہ تصریح اون امر کی کرین۔ مین نے منع کیا اونکو اسبات سے کہ قریش ہرگز اسپر اتفاق نہ کرینگے) صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ دل مین اون کے جو بات تہی وہ اوسکو پیغمبرؐ کے سامنے ظاہر نہین کیا اور جو بات کہ دل مین تہی اوس کے خلاف امتناع تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کے لئے پیغمبرؐ کو نسبت شدت مرض اور ہذیان کی دی جسکا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل مین کچہہ رہا اور پیغمبرؐ کے سامنے کچہہ اور کہا۔

نتیجۂ استدلال بنظر اوس تحقیق کے جو مین نے ظاہر کیا یہ امر اچھی طرح قابل اطمینان کے ہے کہ واقعہ قرطاس صحیح تھا اور حضرت عمرؓ کی مزاحمت کے سبب سے تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کی نوبت نہ آئی اور پیغمبرؐ کی نسبت جو ہذیان کا کلمہ کہا گیا وہ خلاف واقعہ اور مصنوعی تہا اور ابن عباسؓ نے کسی اون واقعات کو نہین چھوڑا جنسے لوگونکو یہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ہوش مین نہین تہے اور بے ہوشی کی حالت مین قلم دوات طلب فرمارہے ہین بلکہ کسی ایسے واقعات کا وجود ہی نہین تہا اور

نہ اپنے خیالات کی ابن عباسؓ تائید کرنے والے تھے اور نہ امر مذہبان حضرت عمر یا کسی صحابی کے واضح طور پر ذہن میں تھا۔ ایسی حالت میں واقعہ قرطاس صرف قابل استدلال کے ہے۔

قصہ قرطاس کے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری بھی راوی ہیں

یہہ امر کہ صرف حضرت عبد اللہ بن عباس اس روایت کے راوی ہیں نہ صحیح ہے نہ قابل قدح کے۔

صحیح اس لئے نہیں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے بھی دو طریقہ سے روایت منقول ہوئی ہے۔ جابر سے حدیث ہے تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا موسی بن داود حدثنا ابن لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلعم دعا عند موتہ بصحیفۃ لیکتب فیہا کتابا لا یضلون بعدہ قال فخالف علیہا عمر بن الخطاب حتے رفضہا۔

نے مانگا وقت اپنی موت کے صحیفہ (جس پر) کچھ لکھا سکتے تاکہ لکھیں اوس میں ایک نوشتہ نہ گمراہ ہوں وہ (صحابہ) بعد اوس (نبی) کے کہا راوی نے پس مخالفت کی وسیلہ عمر بن الخطاب نے یہانتک کہ چھوڑ دیا اوس صحیفہ کو یا بازگشت کی اوس سے۔ لہ

(۲) دعی رسول اللہ صلعم بصحیفۃ عند موتہ فاراد ان یکتب لہم کتابا لا یضلون بعدہ وکثر اللغط وتکلم عمر فرفضہا۔ لہ

مانگا رسول اللہ صلعم نے صحیفہ وقت موت اپنی کے اور ارادہ کیا یہ کہ لکھیں واسطے اون (صحابہ) کے کتاب نہ گمراہ ہوں وہ بعد نبی کے پس بہت ہو گیا غل اور شور اور کی بات جھگڑے کی حضرت عمر نے اور چھوڑ دیا اوس صحیفہ کو یا بازگشت کی اوس صحیفہ سے۔ ۲

اگر یہ روایت صرف عبد اللہ بن عباس سے منقول ہوتی تو بھی قابل قدح کے

لہ مسند امام احمد بن حنبل جز ثالث مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ مصر
۲ جمع بین الصحیحین حمیدی مسند جابر بن عبد اللہ انصاری حدیث سادس متفق علیہ از امام مسلم ۱۲

صرف عبداللہ بن عباس کے راوی اس لئے نہین تھی کہ۔ ذی علم مصنف
قصہ قرطاس ہونے کی دیگر دلیل اول نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس واقعہ کیوقت
کثرت سے صحابہ موجود تھے لیکن اون کی تعداد اور نام ونشان نہین بیان
کیا تاکہ معلوم ہوجاتا کہ کثرت کسقدر صحابہ کی تھی اور کون کون صحابی اوس وقت
اوسوقت موجود تھے؟

لیکن اصلی بات یہ ہے کہ کتابون مین تعداد صحابہ اور نام کل صحابہ حاضرین
کے مذکور نہین ہین۔

دوسری دلیل کسی واقعہ کے بیان کرنے کی ضرورت اوسی شخص کو ہوتی
ہے جسکو اس کے بیان کرنے کی احتیاج ہو۔ عبداللہ بن عباس سے جو بہت
سے طریقون سے یہ واقعہ مروی ہے اوسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عباس
کو اس واقعہ کی بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ دیگر صحابہ کو جنھون نے حضرت ابوبکر کی خلافت
کو تائید اور حمایت اور مرضی حضرت عمر کے بیعت کرکے قبول کر لیا تھا وہ اس واقعہ
کو کسطرح سے ظاہر نہین کرسکتے تھے کہ واقعہ قرطاس واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کو
باطل کرنے والا تھا۔ اور اسیوجہ سے کیوقت تک اپنی زندگی مین وہ صحابہ اسواقعہ
کو روایت نہین کرسکتے تھے کہ اوسکا بیان اون کے متعلق ضرر پہونچانیوالا تھا۔

روایتون مین جسطور سے یہ واقعہ منقول ہوا ہے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ حجرہ
تیسری دلیل کے اندر کہ جو حجرہ بی بی عائشہ مین وقوع پذیر ہوا ہے۔ حجرہ کی
کی وسعت پر اور اس امر پر کہ وہ زنان خانہ پیغمبر کا تھا نظر کرکے بخوبی اندازہ
اسبات کا ہوسکتا ہے کہ کسقدر کثرت سے صحابہ موجود تھے اور کون کون صحابہ
وہاں تک پہنچ سکتے تھے۔ کیسے حجرہ مین داخل ہوسکین؟۔

عبداللہ بن عباس کی کمسنی کی حقیقت یہ امر کہ عبداللہ بن عباس کی عمر اس

وقت کل تیرہ چودہ برس کی تھی قابل اعتراض لائق مصنف کے نہین ہو سکتا۔ یہہ ظاہر ہے کہ بارہ برس کے سن کا لڑکا گرم ملک مین خاندان بنی ہاشم کا کہ جس گھر مین امارت چلی آتی تھی بالغ اور جوان قبول کیا جا سکتا ہے اور تیرہ چودہ برس کی عمر مین اونکی حالت کسیطرح قابل اسکے تصور نہین کیجا سکتی کہ اون کے بیان پر کوئی شبہہ ہو سکے اور اکثر کم سن لڑکون کی بخصوص حسنین علیہم السلام سے روایات اور احادیث پیغمبر اہل سنت کے یہان لیگئی ہین اور مستند مانی گئی ہین۔

یہ امر کہ عبداللہ بن عباس خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے مانا جانا بہت دشوار ہے۔

عبداللہ بن عباس کے واقعہ کے وقت موجود نہ ہونے کی حقیقت

خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ خود بخاری کے باب کتابۃ العلم مین جو حدیث مذکور ہے اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اس واقعہ مین موجود نہ تھے اور محدثین نے جو اسپر بحث کرکے یہ رائے دی ہے کہ وہ موجود نہ تھے یہہ رائے کسیطرح قطعی نہین سمجھی جا سکتی۔

عبداللہ ابن عباس کا کہ قریب قرابتدار رسول کے تھے اوس گھر مین اور اوس موقع پر موجود ہونا نہایت قرین قیاس ہے۔

کتب اہل سنت مین بہت احادیث پیغمبر ایسی موجود ہین کہ جسمین وقت پر حاضر ہونا راوی کا روایت مین درج نہین ہے اور ایسی تمام روایات قبول کی گئی ہین۔ ایسی حالت مین اگر ابن عباس کا موجود ہونا روایت مین مذکور نہو تو اوس سے کچھہ قدح روایت پر نہین ہو سکتی۔

اگر فرض کیا جائے کہ عبداللہ ابن عباس وقت واقعہ کے موجود نہ تھے

تو مجبوراً ان کا موجود ہونا مانع اسکا نہین ہو سکتا کہ جو واقعہ تحقیقی اونہون نے بیان کیا ہے وہ مستند نہ مانا جاوے

یہہ واقعہ ایک بڑا عظیم الشان واقعہ ہے جیسا کہ مصنف نے قبول کیا ہے اور جسکی نسبت یقین ہے کہ اوسوقت اوسکی عام شہرت اور شیوع بہت جلد ہی کے ساتھ ہو گیا تہا۔ اوس جلسہ مین جیسا کہ حضرت عمر کا موجود ہونا تحقیقی ہے ویسے ہی علیؑ مرتضےٰ کا۔ اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ بہت کچھہ علیؑ مرتضےٰ سے عبداللہ بن عباس نے ہر ایک چیز کا علم حاصل کیا ہے۔

خاندانی واقعات کا اہل خاندان کو گو وہ بوقت وقوع کسی واقعہ کے موجود نہون صحیح علم ہوتا ہے۔ یہہ واقعہ ابن عباس کا خاندانی واقعہ ہے اگر وقت وقوع واقعہ کے وہ موجود بہی نہون تو بلحاظ اون امور کے جو بیان کئے گئے علم اس واقعہ کا عبداللہ ابن عباس کو یقینی زیادہ اوس سے ہو گیا تھا کہ اگر ان کی موجودگی مین وہ واقعہ ظہور مین آتا اور اون کو اسکا علم ہوتا۔

خاندانی واقعات اہل خاندان سے گو وہ وقت وقوع واقعہ کے موجود نہون اسیطرح سے قبول کئے جاتے ہین جسطرح کہ وہ بیان کرین۔

ایک فرضی مثال مثلاً فرض کرو کہ پیغمبر ایک وقت گھر مین موجود نہون اور کوئی واقعہ اون کے گھر مین پیش آئے اور پیغمبر جب گہر مین آوین اور اون کو وہ واقعہ معلوم ہو اور اوس واقعہ کو صحیح قبول کرکے باہر آکر صحابہ سے یہ فرماتی کہ میرے گہر مین ایسا واقعہ ہوا تو کیا صحابہ یہہ کہہ سکتے کہ آپ وقت وقوع واقعہ کے موجود نہ تھے اس لئے آپکا بیان قابل سند کے نہین ہے۔

فرضی مثال کی حقیقی نظیر اس مثال کو فرضی نہین سمجھنا چاہئے بلکہ متعدد روایات مین ایسے واقعات ملین گے یہان تک کہ بی بی عائشہ سے صحیح بخاری مین

یہہ روایت منقول ہے کہ "وہ پس غضبناک ہوئین فاطمہ اور بات نہ کی یہان تک کہ وفات پائی" "فغضبت فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت"

اور یہہ روایت صحیح مانی گئی ہے۔ حالانکہ بی بی عائشہ نہ اوس وقت موجود تہین کہ جب فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناخوش ہوئین نہ اوس وقت موجود تہین جب حضرت ابوبکر سے حضرت فاطمہ نے کلام نہین کیا نہ اوس وقت موجود تہین کہ جب حضرت فاطمہ مرین مگر یہہ تمام واقعات اونکے لئے صحیح مانے جاتے ہین کہ بی بی عائشہ کے خاندان سے متعلق ہین اور اون سے عہد میں گذرے ہین گو وقت وقوع واقعات کے وہ موجود نہین

فن درایت کا ایک مسلمہ اصول

منظر اسی قسم کے واقعات کے فن درایت مین قبول کیا گیا ہے کہ "اگر کسی کو کسی واقعہ کا علم عینی نہو مگر وقوع واقعہ اوس شخص کے عہد مین ہوا ہو تو اوس واقعہ کو اوس شخص کا بیان کرنا بمنزلہ اسی کے تسلیم کیا جائیگا کہ اوس شخص کو اوس واقعہ کا علم عینی ہے"

ایسی حالتمین جو قدح ابن عباس کے بیان پر ذی علم مصنف نے کی ہے اہل تحقیق کی نگاہ مین مطلق اوسکی وقعت نہین ہوسکتی اور یہہ امر قابل دیکھنے کے تہا واقعہ قرطاس کا واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ذی علم مصنف نے واقعہ قرطاس کے آخیر مین جہان یہہ ظاہر کیا ہے کہ "

حضرت ابوبکر بگمان صحت پیغمبرؐ اپنے گہر واپس گئے

عین وفات کے دن آپ کی حالت اسقدر سنبہل گئی تہی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا اوسی کے ساتہہ یہہ بہی کہتے ہین کہ "وہ اور حضرت ابوبکر اسی خیال سے اپنے مکان کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تہا واپس چلے گئے" مگر مجہکو افسوس ہے کہ ذی علم مصنف کو زمانہ نے اس امر کے لکہنے کا موقع دیا کہ وہ حضرت ابوبکر اسی خیال (گمان صحت پیغمبرؐ) سے اپنے مکان کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تہا واپس چلے

گئے"۔ لیکن اس تحریر کا موقع ذی علم مصنف کو زمانہ نے نہ دیا کہ "حضرت ابو بکر بگمان صحت پیغمبرؐ کے مدینہ منورہ کے باہر جا کر شامل لشکر اسامہ کے ہو گئے" حضرت ابو بکر کے دلی خیال کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہ باوصف سخت تاکید پیغمبر کے شامل لشکر اسامہ کے نہوے اور اپنے گھر جا کر مورد تخلف جیش اسامہ ہو گئے۔

وفات پیغمبرؐ کے وقت حضرت عمر کی از خود رفتگی پر مصنف کا قیاس

ذی علم مصنف وفات پیغمبرؐ سے جماعت اسلام کو بے انداز صدمہ ہونے کے ذکر کے وقت بنظر عام روایت حضرت عمر کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ "حضرت عمر اسقدر از خود رفتہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہہ کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اوسکو قتل کر ڈالونگا" لیکن ذی علم مصنف اس روایت کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ "اور قراین اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تہا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا اسی واقعہ نے روایتون کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کرلی ہے لیکن مشکل یہہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ مین اس قسم کی تصریحات موجود ہین جو ہمارے قیاس سے مطابق نہین ہوسکتین"

حضرت عمر کی از خود رفتگی مخالف تعلیم پیغمبری تھی

حضرت عمر کی جو حالت اس روایت مین بیان کی گئی ہے اوس سے یہہ الزام حضرت عمر پر ضرور عائد ہوتا ہے کہ اونپر پیغمبرؐ کی صحبت اور تعلیم کا مطلق اثر نہین ہوا تہا اور باوصف اس کے کہ وقت طلب قرطاس کے تو اونہوں نے فرمایا کہ "ہمارے لئے کتاب خدا بس ہے" اوسکے معنی بہی خوب حل ہوتے ہین کہ قرآنین تو خدا فرماتا ہے "اور نہین "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کم ہے محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے

افائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم ؕ } اوس سے بہت رسول، پہر کیا اگر مر جاوے یا قتل ہو جائے پہر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن ؕ اور خلاف اس کے حضرت عمر موت پیغمبر کے قائل نہ ہو کر یہ اعلان کرین کہ جو شخص یہہ کہیگا کہ آنحضرت نے وفات پائی اوسکو قتل کر ڈالونگا ؕ

حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ پیغمبر کی وفات سے قائل کو قتل کر ڈالونگا۔ ایک معمولی بات ہے وہ ہمیشہ اوا جب قتل پر آستینین چڑہا کر ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن پیغمبر کی موت کا قائل نہ ہونا اونکا اور پیغمبر کو قابل موت نہ جاننا خلاف آیتہ قرآنی کے، اوس امر کا مورد بناتا ہے کہ جو آخر آیتہ مین ارشاد خداوندی ہی۔

حضرت عمر کی ازخود رفتگی پر قیاس مصنف کی حقیقت

اسی قسم کے الزامات سے بچانے کے لئے مصنف قیاس اور قرائن سے اوس اعلان حضرت عمر کو اپنی طبع زاد ایک نئی پالیسی حضرت عمر کی قرار دیتے ہین کہ وہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر تہا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا ؕ

ہم بڑی خوشی سے ذی علم مصنف کی اس نکتہ سنجی سے اتفاق کر سکتے ہین اور اس قرینہ سے قطعی متفق ہین کہ وہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر تہا ؕ مگر ذی علم مصنف نے اس موقع پر یہ خیال نہین فرمایا کہ وہ منافق کسکو کہتے ہین؟ اور تعریف نفاق کی کیا ہے؟

ہمکو تو اسوقت تک شناخت منافق کی اور پہچان نفاق کی یہی معلوم ہے کہ دل مین کچھہ ہو اور زبان پر کچھہ۔ جو کچھہ دل مین ہو اوس کے خلاف زبان پر ہو۔ مگر ہم اس قیاس اور قرینہ ذی علم مصنف کی کہ وہ مصلحتاً حضرت عمر نے اس

خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا۔ عادت حضرت عمر سے تائید کرسکتے ہین کہ اونہون نے وقت طلب قرطاس کے بہی ایسی پالیسی اختیار کی تہی کہ دلی منشا رسول اور نکا یہ تہا وہ رخلافت کے لئے پیغمبر علی کے نام کی تصریح نکرنے پائین۔

چنانچہ اونہون نے اپنے اوائل خلافت مین حضرت ابن عباسؓ سے اقبال کیا ہے [سلہ] کہ مینے خلاف بظاہر یہ کلمہ کہکر کہ "شدت درد سے پیغمبر کو ہذیان ہے" تعمیل ارشاد پیغمبر کو روکا۔ ایسے ہی بعد وفات پیغمبر بہی ضرور حضرت عمر نے یہ خیال کیا کہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود ہے جو فتنہ پرداز ہے اور آنحضرت کی وفات کا منتظر ہے لہذا عملی اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا۔

مگر خود ذی علم مصنف کو اسی قسم کی مشکل پیش آتی ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ مین اس قسم کی تصریحات موجود ہین جو اون کے قیاس کے مطابق نہین ہوسکتین تو خود ہی رائے قائم کرکے چاہتے ہین کہ پبلک اوسکو منظور کرے اور ایسی حالت مین نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حالت حضرت عمر کی جو روایت مین درج ہے افسوس ہے کہ قبول ہوکر اون الزامات سے جو اونپر عائد ہوتے ہین وہ بری نہین ہوسکتے اور ذی علم مصنف کی بات کاہی رائگان جاتی ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ، حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کا انحراف

حضرات شیخین کے پیغمبر کو بلا دفن وکفن چہوڑ کر سقیفہ چلے جانے پر مصنف کے استعجاب کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف قصہ سقیفہ بنی ساعدہ یون شروع کرتے ہین کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہین کہ جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہوگئی اور اسبات کا بہی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کی تجہیز وتکفین سے فراغت حاصل کرلی جائے۔ کس کے قیاس مین آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائین

سلہ صفحہ ۱۷۸ کتاب ہذا - ۱۲ منہ

اور جن لوگون کو اون کے عشق و محبت کا دعوے ہو وہ اون کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جاوین اور اس بند و بست مین مصروف ہون کہ مسند حکومت اورون کے قبضہ مین نہ آجائے؟

لیکن اس واقعہ پر تعجب اپنی حد پر ختم نہین ہوتا بلکہ وہ یہہ خبر دیتا ہی کہ انصار ہون یا مہاجران سبکو دعوائے عشق و محبت کا رسول سے تہا جب قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کے وہ اپنے اپنے لئے حصول مسند حکومت کے واسطے مصروف ہوگئے تو درحقیقت ایسے لوگون کا دعوائے عشق و محبت کا محض دعوے ہی دعوے تہا اور پیغمبرؐ سے اظہار عشق و محبت کا صرف بغرض حصول مسند حکومت کے اور کچھہ نہین سمجھا جا سکتا۔

حضرات شیخین کے مہر و ماہ آسمان اسلام ہونیکی ماہیت

پھر ذی علم مصنف کو تعجب پر تعجب یہ ہے کہ "یہ فعل ان لوگون سے (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) سے سرزد ہوا جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہین" لیکن آسمان اسلام کے مہر و ماہ اسوقت تسلیم کئے جا سکتے ہین جب اسلام کے قیام اور اوسکے شیوع مین بعد پیغمبر کارنامایان کرکے اپنے چہرون کو تابندہ کیا ہو البتہ سراوج جو آسمان تک پہنچے جاتے ہین وہ تخت خلافت پر قدم پہونچ جانے کے سبب سے ہین مگر ذی علم مصنف یہ سچ کہتے ہین کہ "اس فعل کی ناگواری اوسوقت اور زیادہ نمایان ہوجاتی ہے جب یہہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگون کو آنحضرتؐ سے فطری تعلق تہا یعنی حضرت علیؑ و خاندان بنی ہاشم، اونپر فطرتی تعلق کا پورا اثر ہوا اور اسوجہہ سے اونکو آنحضرتؐ کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتون کی طرف متوجہہ ہونے کی فرصت نہ ملی"

ساتھہ ہی اسکے ذی علم مصنف یہ امر تسلیم کرکے کہ "کتب حدیث

و سیر سے بظاہر اس قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے'' یہ کہتے ہیں کہ ''لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے'' مگر حقیقت دکھانے سے پہلے وہ قبول کرتے ہیں کہ ''یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر (و ابوبکر وغیرہ) آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اونہوں نے سقیفہ میں پہونچکر خلافت کے باب میں انصار سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح ان کوششوں میں مصروف رہے کہ گویا اون پر کوئی حادثہ پیش ہی نہیں آیا تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اونہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی سے بھی بزور منوانا چاہا گو بنو ہاشم نے آسانی سے اوکی خلافت تسلیم نہیں کی'' اس کہنے کے بعد اس بحث میں غور طلب باتیں قرار دیتے ہیں۔

بحث سقیفہ میں مصنف کی چار غور طلب باتیں۔

(۱) ''کیا خلافت کا سوال حضرت عمر وغیرہ نے چھیڑا تھا؟''

(۲) ''کیا یہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے تھے؟''

(۳) ''کیا حضرت علی اور بنو ہاشم خلافت کی فکر سے بالکل فارغ تھے؟''

(۴) ''ایسی حالت میں جو کچھ حضرت عمر وغیرہ نے کیا وہ کرنا چاہیئے تھا یا نہیں؟''

پہلی دو بحثوں کے متعلق روایت ذی علم مصنف پہلی دو بحثوں کی نسبت یہ روایت لکھتے ہیں ''حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ کے خانہ مبارک میں بیٹھے تھے کہ دفعتًا دیوار کے نیچے سے ایک آدمی نے آواز دی کہ ابن الخطاب (حضرت عمر) ذرا باہر آؤ۔ میں نے کہا کہ چلو ہٹو ہم آنحضرت کے بندوبست میں مشغول ہیں، اوس نے کہا ایک حادثہ پیش آیا ہے یعنی انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے ہیں، اس لئے جلد پہونچکر اوکی خبر لو ایسا ہو کہ انصار کچھ ایسی بات کر بیٹھیں جس سے لڑائی چھڑ جائے اوس وقت میں نے ابوبکر سے کہا کہ چلو''

حضرت عمر وغیرہ سے تو ... ... یہ ثابت کرنا
بحث کو نہ چھیڑنے کی ... ... حضرت عمر وغیرہ نے
خلافت کی بحث کو چھیڑا تھا ... ... سے سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے جاتے تھے
لیکن ... اس امر کے ظاہر ہونے سے کہ اس وقت حضرت عمر نے خلافت کی بحث
کو نہیں چھیڑا تھا اپنی خواہش اور خوشی سے سقیفہ بنی ساعدہ کو نہیں چلے گئے
بلکہ وہ اس حالت میں حضرت ... کے ساتھ لیکر گئے ہیں ... اونکو خاص طور
پر خبر دی کہ سقیفہ بنی ساعدہ ... ... ہو رہی ہیں ... مرتد اسا
چاہتے ہیں جس سے ... ... الزام ... نہیں ہو سکتا کہ ... پیغمبر
کو بغیر ... کفن و دفن کے چھوڑ کر ... خلافت میں ... کے لئے اور
اپنے واسطے امر خلافت حاصل کرنے کے لئے چلے گئے ۔

جو روایت ذکی ... صاحب مصنف نے نقل کی ہے اوس سے ظاہر ہے کہ
جس وقت کسی شخص نے دیوار کے پیچھے آکر اطلاع کی ہے اوس وقت حضرت
عمر خانہ پیغمبر میں تھے اور پیغمبر وفات پا چکے تھے اسوقت کوئی اس سے
انکار نہیں کر سکتا کہ علی مرتضےٰ اور حضرت عباس اور اون کے بیٹے بھی اوسی
جگہ موجود تھے اور اونہوں نے بھی وہی اطلاع پائی جو حضرت عمر نے پائی ۔

کیا وجہ ہوئی کہ علی مرتضےٰ اور حضرت عباس اور اون کے بیٹے وہی
خبر سنکر نہ گئے جس کو حضرت عمر و ابو بکر سنکر چلے گئے ؟

کیا پیغمبر یہ فرما گئے تھے کہ بعد وفات میرے قبل تجہیز و تکفین کے امر
خلافت کی نسبت کوئی جھگڑا پیش ہو تو اوس کے طے کرانے کے لئے حضرات ابو بکر و
عمر چلے جائیں ۔ نہیں ان حضرات کا اس خبر کو سنکر چلا جانا اور علی مرتضےٰ و حضرت
عباس اور اونکے بیٹے کا نہ جانا اسبات کی خبر دیتا ہے کہ حضرت عمر و ابو بکر منتظر

اس موقع کے تھے کہ امر خلافت کے متعلق کوئی بحث شروع ہو اور اس کو ہم اپنی مرضی کے موافق طے کر لیں۔

حضرت عمر کے دل میں قطعی یہ بات تھی کہ حضرت مرتضیٰ خلیفہ نہ ہونے پائیں اور خلافت خاندان رسولؐ میں نہ رہنے پائے جیسا کہ ان کے متعدد اقوال سے جو کتب تواریخ و سیر میں منقول ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ہذا)

• جب اونہوں نے خبر سقیفہ بنی ساعدہ کی سنی کہ انصار جمع ہو کر ایسی بات کو اوٹھانا چاہتے ہیں جس سے لڑائی چھڑ جائے۔ اسی وقت وہ سمجھ گئے کہ انصار اپنے حق میں امر خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور اونہوں نے خلافت کے تخت کی طرف کو قدم بڑھایا ہے جس کا یہ نتیجہ ہونے والا ہے کہ خلافت خاندان رسالت سے نکل جائے اور حضرت مرتضیٰ خلیفہ ہونے پائیں تو حضرت عمر کو ایسے مقام پر جانے سے کوئی عمدہ موقع نہیں ہو سکتا تھا اور اون کی صرف اسی قدر ضرورت باقی رہی تھی کہ انصار سے ایک قدم آگے بڑھ جائیں یعنی اپنی تمنا انصار پر ظاہر کر کے خلافت لے لیں۔

اس روایت میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ انصار کے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونے کی جو خبر دیگئی وہ خبر دینے والے نے بالتخصیص حضرت عمر کو دی ہی اور اونہیں کا نام لیکر پکار کے کہا ہے کہ یا ابن خطاب جس سے اشعار اسبات کا ہوتا ہے کہ امر خلافت میں نزاع کے چھڑ جانے کے متعلق پہلے سے کوئی منصوبہ اونہوں نے کر رکھا تھا یا اونکو امر خلافت میں نزاع کے چھڑ جانے کا فوراً بعد وفات پیغمبرؐ کے یقین تھا۔ اور اونہوں نے اپنا مخبر لگا رکھا تھا کہ جس وقت اوس منصوبہ اور نزاع امر خلافت کے متعلق کوئی مجمع ہو تو فوراً اونکو خبر پہونچائی جائے گو وہ کسی جگہ اور کسی حال میں ہوں۔

اس اشعار کا یہ نتیجہ ہے کہ خود حضرت عمر کی فکر سے امر خلافت کا جھگڑہ شروع ہوا اور خلافت کے سوال کے چھیڑنے کے اصل بانی وہی تھے۔

حضرات شیخین کی پیغمبرؐ سے سچی محبت و عشق کی حقیقت

حضرت عمر و حضرت ابوبکر کو اگر اون کو سچا عشق اور محبت پیغمبرؐ سے تھی تو باوصف سننے اس خبر کے کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں بغیر گور و کفن پیغمبرؐ کے جانا نہیں چاہئے تھا اور کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہئے تھی کہ انصار کیا کرنا چاہتے ہیں اور سمجھ لینا چاہئے تھا کہ بغیر شرکت بنی ہاشم اور مہاجرین جو کچھ وہ کرینگے وہ نہ جائز ہوگا نہ چل سکیگا۔ اور

اگر اون کے دل میں یہی تھا کہ انصار امر خلافت کے متعلق جو کچھ کرین گے وہی قائم ہوجاوے گا تو اسکا بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا۔ جن لوگون کے نزدیک کہ پیغمبرؐ علی کے لئے استخلاف نہیں کر گئے تھے یا اون کو اپنا قائم مقام نہیں بنا گئے تھے یا استخلاف و قائم مقامی کے لئے کوئی امر صریح نہیں فرما گئے تھے جس سے قطع عذر ہو سکے اون لوگون کے نزدیک بعد پیغمبرؐ کے ساوی تھا کہ کوئی شخص خلیفہ قرار دیدیا جائے۔

اگر مہاجرین کو سوائے اون کے جو نسلی قرابت پیغمبرؐ سے رکھتے تھے شرف حمایت پیغمبرؐ کا بوجہ ہجرت کے تھا تو انصار کو بھی شرف حمایت پیغمبرؐ کا بوجہ نصرت کے تھا۔

قرآن مین مہاجر و انصار کی منزلت یا ذلت بدرجہ مساوی بیان کی گئی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو بمقابلہ مہاجرین کے جنمین سے علی مرتضیٰ اور دیگر بنی ہاشم کو مثل حضرت اسیر حمزہ و جعفر طیار کے الگ رکھنا چاہئے انصار نے وہ نصرت پیغمبرؐ کی کی ہے کہ جس کے سبب سے مذہب اسلام قائم

وشائع ہوا اور مسلمانون کی سلطنت قائم ہوگئی۔

ایسی حالت مین اگر انصار اپنے مین سے کسی کو جیسا کہ وہ سعد بن عبادہ کو امیر وخلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے تو اوسمین مضائقہ کرنے کی کون بات تھی۔؟

چنانچہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ قرب وفات مین خلیفہ مقرر کرنے کے لئے انصار مین سے ہی سالم مولے ابوحذیفہ اور معاذ بن جبل کو یاد کیا ہے اونکے فضائل بیان کئے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ اوسوقت سعد بن عبادہ کے امیر قبول کرنے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والون کی تعداد اوس تعداد سے بہت زیادہ ہوتی جو اوسوقت حضرت ابوبکر کے خلیفہ قبول کرنے اور اون کے ہاتھ پر بیعت کرنے والونکی تعداد تھی کہ جو دو یا تین سے زیادہ نہین ہے اور جیسے کہ بعد کو تدبیرون سے آہستہ آہستہ حضرت ابوبکر کی امارت قبول کرنے والون اور اون کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالون کی تعداد بڑھائی گئی ویسے ہی مہاجرین سعد بن عبادہ کی امارت کو قبول کرلیتے مگر حضرت عمر وابوبکر جو اجتماع انصار کی خبر سنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس نیت اور کس ارادہ سے گئے تھے اور وہان جاکر جو اونہون نے سعد بن عبادہ کے امیر اور خلیفہ ہونے مین مزاحمت کی اور اپنے آپکو خلیفہ قرار دیا اسی سے اونکی خواہش وغرض ظاہر ہوتی ہے وہ خواہش وغرض جس نے کہ پیغمبر کو بے گور وکفن چھوڑنے پر امادہ کیا تھا اور حصول خلافت کو پیغمبر کی گور وکفن چھوڑنے پر مقدم رکھا تھا۔

اگر حضرت عمر وابوبکر کی نیت سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے جانے کی بغیر غرض ذاتی کی خالصۃً للہ محض واسطے نفع مذہب اسلام اور مسلمانون کے تھی تو حضرت علی کو چاہئے تھا کہ جیسا اونہون نے حضرت ابوبکر سے کہا تھا کہ "چلو" ویسا ہی حضرت علی سے کہتے کہ "چلو" اور ایسے ہی حضرت ابوبکر کو نہین چاہئے تھا

جسکو پیغمبر نے مثا کر دیا اہل عرب کی اصلاح کی تہی اوسی عصبیت کی طرف پہر جاؤ یعنی جب پیغمبر قتل ہو جاییگا یا مر جاویگا تو خصلت جلب جاہ و دولت پر عود کر جاؤگے۔ اور یہ بہی مراد ہو سکتی ہے کہ دین اسلام مین جو اصول امر خلافت اور غیر امر خلافت تمام اخلاق سے متعلق ہین اون سے پلٹ جاوے

بموجب مسئلہ شریعت اشخاص موجود کو دفن میت تک موجود رہنا چاہئے

بموجب ان قواعد کے جو شریعت مین قرار پائے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ پر حاضر ہو لازم گردانا گیا ہے کہ وہ دفن تک شریک رہے اور اگر کوئی ضرورت شدید تر اوسکو پیش آوے تو باجازت اوسکے وارث کے کہین اور جا سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر نے پیغمبر کے جنازے کو ایک مسلمان کے جنازے کے برابر بہی نہ جانا اور بغیر رخصت علے مرتضی کے جو وارث اور متولی جنازۂ رسول کے تہے یہہ دونون حضرات سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ اونکو جس حیثیت سے کہ یہلے گئے چلا جانا ہرگز لازم نہین تہا جسمین وہ ترک واجب کے عامل ہوئے۔

انریبل حاجی محمد اسمعیل خانصاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈہ اپنی کتاب "فلاح دارین" کے صفحہ ۹۵ مین "میت کے ساتہہ ہمدردی" کے عنوان سے یہ تحریر فرماتے ہین "انسان جبتک زندہ رہتا ہے ہر ایک اسکی خاطر اسکا لحاظ کرتا ہے اس سے نفع ملنے کا موقع رہتا ہے پس جب کوئی آدمی مر جائے تو شرافت اور انسانیت یہہ ہے کہ اوسکو بیکار تودۂ خاک نہ سمجہہ لیا جائے بلکہ اوسکے ساتہہ اب بہی کچہہ ہمدردی کرے یعنی اوسکی تجہیز و تکفین اور آخری خدمت یعنی نماز جنازہ اور تدفین مین بہی ضرور شریک ہو۔ شرعاً نماز جنازہ کی شرکت فرض کفایہ ہے یعنی اگر کوئی بہی نماز مین شریک نہو تو سب گنہگار ہوتے ہین اور اگر کچہہ لوگ شریک ہو جائین تو سب کے ذمہ کا بار

اتر جاتا ہے ۔ لیکن النسانیت کی بات یہ ہے کہ اوسکے کل دوست احباب یا عزیز قریب میت کے ساتھ دفن تک ضرور حاضر اور موجود رہیں اور عام مسلمانون میں سے بھی ہر ایک مجلس اور مقام سے آن کر دو آدمی جاکر شریک ہون ۔ النسان اپنے آپ کو مرا تصور کرکے اگر ایسا خیال کرے کہ اوس کی نعش کے ساتھ بے پروائی کی گئی یا بے التفاتی ہوتی گئی ہے تو ضرور اوسکی روح کو صدمہ ہوگا ۔ جن لوگون کے ساتھ اس نے زندگی مین سلوک کیا ہوگا اون سے ناراض ہوگا ۔ جو لوگ اوس کی زندگی مین اوس کے سامنے آکر اظہار محبت یا دوستی کرتے تھے اون کی حقارت اور خود غرضی اوسکی آنکھون کے سامنے پھر جائے گی ۔ بس اسی طرح سے دوسرون کا بھی خیال کرکے النسانی اقتضا یہی کہتا ہے کہ مردہ کے ساتھ مین بھی ضرور ہمدردی کیجائے اور جہان تک ممکن ہو میت کے فاتحہ کے جلسون مین بھی شریک ہونا چاہئے ،، گو حاجی صاحب موصوف نے یہ مضمون بغرض اخلاق مسلمانون کے تحریر فرمایا ہے لیکن جب اوس کا تطابق میت رسول اللہ سے کیا جائے تو مسلمانون کے غور کے قابل ہے کہ فعل ترک جنازہ رسول اللہ با اخلاق ہے یا بد اخلاقی ؟ ۔

معاملہ سقیفہ مین مصنف کی تیسری غور طلب بحث کی حقیقت

ذی علم مصنف تیسری بحث کی یہ کیفیت ظاہر کرتے ہین کہ ودے اوس وقت جماعت اسلام مین گروہ مین تقسیم کیجا سکتی تھی اول بنو ہاشم جس مین حضرت علے شامل تھے ،، دوسرے مہاجرین جن کے رئیس و افسر حضرت ابوبکر و عمر تھے مگر افسوس ہے کہ اوس وقت مہاجرین کا رئیس و افسر حضرت ابوبکر و عمر کو قبول کیا جانا غیر ممکن ہے ۔ مہاجرین مین سے علے مرتضے شامل تھے

لیکن یہ نہین ظاہر کیا کہ یہ روایت متواتر ہے یا احاد سے ہے اور مسند و طریقون سے مروی ہوئی ہے یا ایک طریقہ سے۔

اکثر علمار روایات صحیح بخاری کے کچہہ احادیث کو موضوع اور ضعیف قرار دے چکے ہین اور ابہی ذی علم مصنف ہی روایت قرطاس کے غیر مستند اور ناقابل استدلال ہونے کے قایل ہو چکے ہین۔

روایت مستدلہ کی سند صحت نہین دی گئی

مین جہان تک دیکہتا ہون یہ روایت احاد سے ہے جسپر وثوق ہو نہین سکتا۔ ذی علم مصنف کو زیبا تہا کہ اس روایت کے مستند اور قابل استدلال ہونے کی اول حجت بیان کرتے مگر اس تصنیف مین جابجا اون کا یہ رویہ معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت اونکی غرض کو پورا کرنے والی ہوتی ہے بغیر جانچ کے لیلیتے ہین۔ اور جو روایت کہ اون کے خلاف ہوتی ہے گو وہ صحیح ہو اوسپر خواہ مخواہ بے موقع نکتہ چینی کرتے ہین۔ تاہم جو نتیجہ اس روایت سے ذی علم مصنف نکالتے ہین وہ صحیح نہین ہے۔

بنی ہاشم کی مجمع کی خانہ سیدہ مین تین روایتون سے سند

پہر ذی علم مصنف اوس مشہور واقعہ کے ظاہر کرنے پر متوجہہ ہوئے ہین کہ دو آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کے گہر مین ایک مجمع ہوا جسمین تمام بنو ہاشم اور اون کے اتباع شریک تہے" اور اوس کی سند کے لئے تین روایتین نقل کرتے ہین ایک صحیح بخاری سے جسمین حضرت حضرت عمر کا بیان ہے۔

پہلی روایت بخاری

"ہماری سرگذشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اوٹہا لیا تو انصار نے فاطبتہ ہماری مخالفت کی اور سقیفہ بنی ساعدہ

مین جمع ہوئے اور علیؑ و زبیر اور اون کے ساتہیون نے مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع ہوئے "

لیکن مہاجرین کا حضرت ابوبکر کے پاس جمع ہونے کا بیان اس روایت مین اجمالی ہے۔ مہاجرین حضرت ابوبکر کے پاس نہ قبل واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے جمع ہوئے تھے اور نہ سقیفہ بنی ساعدہ مین۔ بلکہ آیندہ اونہون نے دوسرے اوقات پر متفرق بیعت کی ہے۔

دوسری روایت امام مالک

ذی علم مصنف دوسری روایت امام مالک سے اس واقعہ کو اور صاف تحریر کرتے ہین " اور علی و زبیر اور جو لوگ اون کے ساتہ تھے وہ حضرت فاطمہ زہرا کے گہر مین ہمسے الگ ہوکر جمع ہوئے "

تیسری روایت تاریخ طبری

تیسری روایت تاریخ طبری سے ہے " اور حضرت علی و زبیر نے علیحدگی اختیار کی اور زبیر نے تلوار میان سے کہینچ لی اور کہا کہ جب تک علی کے ہاتہ پر بیعت نہ کی جاوے مین تلوار کو میان مین نہ ڈالونگا "

ذی علم مصنف ان روایتون سے یہ نتائج نکالتے ہین۔

روایات بالا سے مہاجر انصار اور بنوہاشم کے علیحدہ علیحدہ تین گروہ ہوجانے کا نتیجہ۔

" (۱) آنحضرت کی وفات کے ساتہ ہی خلافت کے باب مین تین گروہ ہوگئے انصار، مہاجرین، بنوہاشم "

" (۲) مہاجرین حضرت ابوبکر کے اور بنوہاشم حضرت علی کے ساتہ تہے " لیکن

اس نتیجہ کی حقیقت کہ کل مہاجر حضرت ابوبکر کے ساتہ تھے۔

یہہ صحیح نہین ہے۔ کل مہاجرین سے حضرت ابوبکر کے ساتہ نہین تھے اور نہ صرف بنوہاشم، حضرت علی کے ساتہ تھے بلکہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر

جس وقت سقیفہ بنی ساعدہ مین پہونچے ہین اوس وقت یہ سب تین مہاجر تھے۔ اور اوسوقت یہ نہین معلوم ہوتا تہا کہ وہ کون ہے کہ جس کے ساتہہ وہ دیگر مہاجرین؟ اور وہ کون ہین کہ جو کسی کے ساتہہ ہین۔

تاریخ طبری اور دیگر کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ایک دوسرے کی تواضع خلافت کے لیئے کرتے تہے اور ہر ایک قبول خلافت سے انکار کرتا تہا اور ہر ایک دوسرے کے ہاتہہ پر بیعت کرنا چاہتا تہا اور ہر ایک اپنا ہاتہہ دوسرون کی بیعت لینے سے کہینچ لیتا تہا بالاخر حضرت عمر نے کہ قوی تہے بزور حضرت ابوبکر کا ہاتہہ پکڑ کر بیعت کی لے اور اوسی کی تقلید ابوعبیدہ نے کی۔ بعد اوس کے دوسرے اوقات اور ایام آیندہ پر حضرت ابوبکر کی تدبیر سے دیگر مہاجر اور مسلمانون نے حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر آہستہ آہستہ بیعت کی۔

اونکو یہہ نہین سمجہنا چاہیئے کہ وہ پہلے سے حضرت ابوبکر کے ساتہہ تہے۔ چنانچہ کتب تواریخ مین یہہ تصریح ہے کہ ''جب سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت ہوچکی اور بنی ہاشم علی مرتضے کے پاس جمع ہوئے اور اون کے ساتہہ زبیر بن العوام بہی تہے اور بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس ، اور بنی زہرہ سعد ، اور عبد الرحمن بن عوف کے پاس جمع ہوئے۔

یہہ لوگ مسجد مین تہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ آئے اور حضرت عمر نے سب سے کہا کہ تم لوگ کیون بیٹھے ہو اٹہو اور بیعت کرو ، اوس وقت حضرت عثمان اور بنی امیہ کہڑے ہوئے اور بیعت کی لیکن عباس اور زبیر اور جو لوگ اون کے ساتہہ بنی ہاشم سے تہے اوٹہکر اپنے گہرون کو چلے گئے'' اس واقعہ سے صرف یہی ثابت نہین ہوتا کہ دیگر

لوگ مہاجر اور غیر مہاجر دوسرے وقت پر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر کے ساتھ ہوئے ہیں بلکہ یہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان نے بیعت حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سقیفہ میں نہیں کی بلکہ مسجد نبوی میں بروز آئندہ کی ہے۔

اس نتیجہ کی حقیقت کہ صرف بنی ہاشم حضرت علی کے ساتھ تھے

ایسے ہی علی مرتضے کے ساتھ صرف بنی ہاشم نہیں تہے بلکہ بعض مہاجر اور دیگر مسلمان بہی اون کے ساتھ تھے جیساکہ روایات مستدلۂ ذی علم مصنف مین بہی حضرت زبیر کہ جو بنی ہاشم سے نہین تھے اور دیگر ساتہیون مہاجر علی مرتضے کا مذکور ہے۔ (تاریخ طبری)

چنانچہ خود ذی علم مصنف اس واقعہ کے شروع کرنے کے وقت قبول کرتے ہین کہ "حضرت فاطمہ کے گھر مین ایک مجمع ہوا جسمین تمام بنو ہاشم اور اون کے اتباع شریک تہے اور حضرت علی اون کے پیش رو تہے۔

پس یہ امر کہ "صرف بنو ہاشم حضرت علی کے ساتھ تہے" صحیح نہین ہوسکتا۔ اگر علی مرتضے حضرت ابوبکر کے مقابلہ مین قتال کے لئے اوٹھ کہڑے ہوتے تو اوس وقت معلوم ہو جاتا کہ حضرت ابوبکر کا ساتھ کون کون دیتا ہی اور علی مرتضے کے ساتھ کون کون ہوتا ہے؟

اس امر کا اندازہ اون روایتون سے ہوسکتا ہے جو کتب تواریخ مین مندرج ہین کہ کون کون لوگ علی مرتضے کا ساتھ دینے کو اور حضرت ابوبکر سے مقابلہ کرنے کو تیار تہے اور علی مرتضے تو قتال کے واسطے امادہ کرتے تہے یہان تک کہ ابوسفیان نے علی مرتضے سے یہ کہا تہا کہ "مین تمہاری حمایت کے لئے میدان سوارون سے بہر دونگا" مگر علی مرتضے امادۂ جنگ نہیں ہوئے

ے تاریخ طبری

کہ مذہب اسلام ہنوز تازہ تہا اور باہم مسلمانون کے امر خلافت پر جنگ ہونے سے دین اسلام تباہ ہوجاتا اور محض خلافت کے لئے جنگ کرنے سے طمع خلافت سمجھی جاتی تہی۔ خود علی مرتضی نے حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل نہین ڈالا اور انکو اون کی حالت پر چہوڑا کہ یہ امور خود علی مرتضی کے اقوال سے ظاہر ہوتے ہین مگر وقت قیال بیشک سقیفہ بنی ساعدہ مین جن لوگون نے، اور اون لوگون نے جنہون نے اوس کے بعد اہستہ اہستہ حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر جو بیعت کی تہی وہ حضرت ابوبکر کا ساتہہ دیتے۔

جس وقت کہ علی مرتضی نے انصار سے اپنا استحقاق خلافت ظاہر کیا تہا اوس وقت انصار نے صاف کہدیا تہا کہ اب تو ہم ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کر چکے ہین ایسی حالت مین کچہہ شبہ نہین ہے کہ ایک بڑا گھمسان باہم مسلمانون کے ہوتا اور جس کا نتیجہ بجز تباہی دین اسلام کے اور کچہہ نہین تہا۔

مصنف کا تیسرا نتیجہ کہ علی ہی ہیمبر کو چہوڑکر مجمع خانہ فاطمہ مین شریک ہوئے جیسے شیخین سقیفہ مین۔

تیسرا نتیجہ ذی علم مصنف یہ ظاہر کرتے ہین وہ جسطرح حضرت عمر وغیرہ آنحضرت کو چہوڑکر سقیفہ کو چلے گئے تہے حضرت علی بہی آنحضرت کے پاس سے چلے آئے تھے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین بنو ہاشم کا مجمع ہوا تہا۔

سقیفہ مین علی مرتضی کا نہ جانا عدم تائید دعوے کے خیال سے تہا اوسکی حقیقت۔

اس نتیجہ پر ذی علم مصنف یہ رائے ظاہر کرتے ہین وہ سقیفہ مین حضرت علی کا نہ جانا اسوجہہ سے نہ تہا کہ وہ آنحضرت کے غم و الم مین مصروف تہے اور اون کو ایسے پُر درد موقع پر خلافت کا خیال نہین آسکا تہا بلکہ اوسکی وجہہ یہ تہی کہ سقیفہ مین مہاجرین و انصار

جمع تھے اور ان دونوں گروہ میں سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا کیونکہ مہاجرین حضرت ابوبکر کو، پیشوا تسلیم کرتے تھے اور انصار کے رئیس سعد بن عبادہ تھے ؎

لیکن جو نتیجہ ذی علم مصنف نے نکالا ہے نہ وہ صحیح ہے نہ اوسپر جو رائے قائم کی گئی ہے وہ صحیح ہو سکتی ہے۔

جو روایتیں کہ ذی علم مصنف نے لکھی ہیں اون سے ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ جس روز پیغمبرؐ نے وفات پائی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں قبل دفن پیغمبر انصار جمع ہوئے اور حضرت عمر و ابوبکر اجتماع انصار کی خبر سنکر بے گور و کفن پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اوسی روز قبل دفن و کفن پیغمبرؐ کے خانہ فاطمہ میں مجمع ہوا اور حضرت علی بھی قبل کفن و دفن کے پیغمبرؐ کے پاس سے چلے آئے تھے۔ بلکہ تمام روایتوں کتب تواریخ و سیر سے اچھی طرح سے واضح ہے کہ مجمع خانہ فاطمہ میں واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ اور دفن پیغمبرؐ کے بعد بروز ہائے آئندہ ہوا ہے چنانچہ اسی سقیفہ کی اخیر بحث میں خود ذی علم مصنف نے لکھا ہے کہ ؎

انصار کی سقیفہ میں بحث و نزاع انصار کی بحث و نزاع نے طول پکڑ کر قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آئیں۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھکر دفعتاً حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں ساتھ ہی حضرت عثمان و ابوعبیدہ جراح و عبدالرحمن بن عوف نے ہاتھ بڑھائے اور پھر تمام خلقت ٹوٹ پڑی اس کارروائی سے ایک اٹھتا ہوا طوفان رک گیا اور لوگ مطمئن ہوکر کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ صرف بنو ہاشم اپنے ادبار پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہوکر مشورہ کرتے رہتے تھے

اور حضرت عمر نے بزور ان سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت

روایت احراق خانہ فاطمہ

نقل کی ہے "حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر کو آگ لگا دونگا"

اس تقریر ذی علم مصنف سے صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اس درجہ بیعت ہو چکی ہے کہ لوگ مطمئن ہو کر کاروبار میں مشغول ہو گئے تب حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً لوگ جمع ہو کر مشورہ کرتے رہتے تھے اور حضرت عمر نے اوس مجمع سے بزور بیعت لینی چاہی ہے اور فاطمہ کے دروازہ پر جا کر گھر جلا دینے کو کہا ہے۔ ایسی حالت میں یہ امر صریح ہے کہ خانہ فاطمہ میں مجمع ہونے کا دن اور وقت وہ نہیں تھا کہ جس روز پیغمبر نے وفات پائی اور پیغمبر بے غسل و کفن پڑے ہوئے تھے بلکہ یہ دن اور وقت مجمع کا خانہ فاطمہ میں بعد دفن پیغمبر کے تھا۔ اور اگر واقعہ مجمع خانہ فاطمہ کا اور حضرت عمر کے گھر جلا دینے فاطمہ کا اظہار و ارادہ قبل دفن پیغمبر ذی علم مصنف کی رائے کے موافق سمجھا جائے تو یہ حضرت عمر کی نسبت کیا یہ نہ سمجھا جائے گا کہ ایک ہی روز میں پیغمبر کے مرتے ہی قبل دفن و کفن پیغمبر کے خلافت بھی خاندان رسالت میں نہ رہنے دی اور دختر فاطمہ کا گھر ہی جلا دینا چاہتے تھے جس سے بے خانمانی پیغمبر کی کلیۃً ایک ہی دن اور وقت میں ہو جانا لازم آجاوے۔ لیکن نہیں۔ کتب تواریخ میں تفصیل سے ہے کہ "جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سقیفہ میں بیعت ہو چکی ہے تب مسجد نبوی

مین بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس، بنی زہرہ سعد اور عبدالرحمن بن عوف کے پاس، اور بنی ہاشم معہ زبیر بن عوام علی کے پاس جمع ہوئے تھے۔

حضرت عمر کی تہدید کی اشتعالک سے اورون نے تو حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور علی اور عباس اور زبیر معہ اپنے ساتھیون کے اوٹھکر اپنے گھرون کو چلے گئے۔

جب حضرت ابوبکر کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ علی مرتضےٰ کے پاس جمع ہین اونہون نے حضرت عمر کو اون کے پاس بھیجا۔ حضرت عمر نے آنکو پکارا۔ اون لوگون نے باہر آنے سے انکار کیا، اوسپر حضرت عمر نے کہا کہ مین اس گھر کو جلا دونگا۔ اون کے ساتھیون نے کہا کہ اس گھر مین تو فاطمہ اور حسنین بھی ہین۔ حضرت عمر نے کہا کہ ہون، اسپر وہ سب لوگ گھر سے باہر آگئے۔ جس سے کچھ شبہہ نہین رہتا کہ اس واقعہ مجمع خانہ فاطمہ اور حضرت عمر کا دروازہ سیدہ پر جانے کا اور گھر جلا دینے کے ارادہ ظاہر کرنے کا دن، دفن پیغمبر سے کئی روز کے بعد کا تھا اور علی مرتضےٰ کی نسبت یہ قرار دینا کہ وہ قبل دفن پیغمبر کے پیغمبر کے پاس سے مجمع خانہ فاطمہ مین چلے آئے تھے کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اور حضرت عمر و ابوبکر کی طرح علی کو پیغمبر کے جنازہ کو چھوڑکر خلافت کے خیال مین مبتلا بتانا وہ مسلمان تو قبول کرسکتے ہین کہ جو بتائید رائے ذی علم مصنف کے حضرات ابوبکر و عمر کے پیغمبر کو بے دفن و کفن چھوڑکر خلافت کے خیال مین سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے جانے کو امر مذموم نہین جانتے ہین لیکن وہ مسلمان ہرگز قبول نہین کرسکتے کہ جو ایسے فعل کو مذموم جانتے ہین۔

سقیفہ مین علی مرتضےٰ کا نہ جانا اس وجہ سے نہین تھا کہ سقیفہ مین مہاجرین و انصار کے دونون گروہون مین سے کوئی اون کے دعوے کی تائید نہ کرتا

بلکہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین مین مصروف رہنا اون کا کار منصبی تہا۔ یعنی قائم مقام پیغمبرؐ یا اوس کا خلیفہ برحق جس کی نسبت پیغمبر اپنا منشار ظاہر کر گیا ہو، یا امام کہ جس کے ہاتہ مین بعد پیغمبرؐ کل عملی کارروائی شریعت کی رہتی ہے مجبور ہے اور اوس کا فرض ہے کہ سب کامون سے مقدم پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین سمجہے۔ چنانچہ جس وقت انصار سے علیہ السلام نے اپنا استحقاق خلافت کا ظاہر کیا اور انصار نے یہ جواب دیا کہ "سقیفہ بنی ساعدہ مین آپ نہین آئے" اوسپر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا مین پیغمبرؐ کو بغیر غسل و کفن کے چہوڑ آتا؟" اسپر انصار خاموش ہوگئے۔

یہ امر غیر ممکن تہا کہ علیہ السلام قبل کفن و دفن پیغمبرؐ کے کہین جا سکتے تہ لیکن بعد فراغ کفن و دفن پیغمبرؐ کے اونہون نے اپنے اظہار حق سے مہاجر اور انصار کے سامنے کوتاہی نہین کی۔ البتہ بذریعہ جنگ کے اپنے حق کو طلب نہین کیا کہ جسمین دین اسلام تباہ ہوتا تہا اور جنگ محض بہ طمع خلافت سمجہی جاتی علیہ السلام کی سقیفہ نہ جانے کی وجہہ یہ نہین ہو سکتی ہے کہ سقیفہ مین مہاجر و انصار جمع تہے اور اون دونون گروہون مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا بلکہ بنظر اون واقعات کے کہ جو پیغمبرؐ علیہ السلام کے ساتہ فوراً اور نقلاً عمل مین لائے تہے اور وہ تازہ پیش نظر مہاجر اور انصار کے تہے اگر علیہ السلام سقیفہ بنی ساعدہ مین ہوتے تو کسی مہاجر و انصار کو ہرگز یہ جرات نہین ہو سکتی تہی جبکہ اون کے مواجہہ مین وہ وجوہ اپنے استحقاق کے بیان کرتے (جیسا کہ اونہون نے وقت طلب بیعت جو اون سے حضرات ابوبکر و عمر نے چاہی تہی۔ یا دوسرے اوقات پر مہاجر و انصار کے سامنے اظہار اپنے حق کا کیا ہے یا مجلس شوریٰ مین جبکہ حضرت عثمان خلیفہ قبول کئے گئے بیان کئے ہین) تو کوئی

شخص سقیفہ بنی ساعدہ مین سوائے اون کے اور کسیکو خلیفہ قرار نہین دے سکتا تہا اور تنہا حضرت عمر یا بعض اونکے طرفدار مخالفت یا اختلاف کرتے تو کچھہ پیش نہ جاتی۔

عدم موجودگی علی مین انصار علیہ السلام کی بیعت کے خواہش مند ہتے

علیہ السلام کو بحالت اپنی غیر حاضری کے بہی یہ خطرہ نہین تہا کہ کوئی مہاجر و انصار کسی اور کو خلیفہ قرار دین گے۔ تاریخ طبری مین جسکی روایتین جابجا مصنف لیتے ہین۔ نیز تاریخ کامل مین (جسکی قبولیت عام کو ذی علم مصنف تسلیم کرتے ہین اور بتائید علامہ ابن خلکان اوسکو خیار التواریخ قبول کرتے ہین۔) موجود ہے کہ سقیفہ مین بحالت غیر حاضری علیہ السلام کے بہی بعض انصار نے یہ کہا کہ ہم بجز علی کے اور کسی سے بیعت نہ کرین گے[۱]

ایسی حالت مین یہ رائے ذی علم مصنف کی کہ حضرت علی کا نہ جانا اس وجہ سے تہا کہ سقیفہ مین مہاجرین (مہاجر صرف دو تین تہے) و انصار جمع تھے اور ان دونون گروہون مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا محض قیاس ہے اور جسکا عمل کسی واقعہ تحقیقی پر نہین۔

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین کسیکا آجانا صرف اسی امید پر تہا کہ کوئی اوسکے دعوے کی تائید کرے تو حضرت عمر و ابوبکر بہی ہرگز نہ جاتے کیونکہ سوا ان دو تین مہاجرون کے مجمع کثیر انصار کا تہا حضرت عمر و ابوبکر کو ہرگز یہ امید نہ تہی کہ انصار حضرت ابوبکر کے ہاتھہ پر بیعت کرین گے چنانچہ سعد بن عبادہ رئیس انصار نے مرتے دم تک حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی خلافت کو قبول نہین کیا نہ اون کے ہاتھہ پر بیعت کی۔ لیکن حضرت عمر نے انصار کے دعوے کو اپنی لفظی سے قطع

---

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۸ حرمین صفحہ ۲۰۷ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر

کہا تہا کہ "الائمۃ من قریش" جسکو سنکر علیمرتضے نے فرمایا کہ "درخت کی جڑ کو پکڑا اور میوے کو ضائع کیا" جس سے مراد یہہ ہے کہ درخت کی جڑ قریش ہیں اور میوے اوس درخت کے ہم اہلبیت پیغمبرؐ ہیں۔ اگر علیمرتضے اوس موقع سقیفہ پر موجود ہوتے جہان معاملہ خلافت کا طے ہوتا تہا تو یقین کرنا چاہئے کہ مہاجر و انصار علی مرتضے کے قبول کرنے مین کچہہ ہی عذر نہ کرسکتے۔

اگرچہ انصار کے رئیس سعد بن عبادہ تہے مگر خود وہ علیمرتضے کو رئیس و امیر قبول کرتے اور اوس وقت مہاجرین حضرت ابو بکر کو پیشوا تسلیم نہین کرتے تھے جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین کہ "حضرت ابو بکر کو پیشوا اوس وقت تسلیم کیاہے جبکہ حضرت ابو بکر کے ہاتہہ پر بیعت کی گئی ہے" بلکہ خود حضرت ابو بکر حضرت علی کو اپنا پیشوا قبول کرلیتے جیسا کہ بعد قبول خلافت کے اظہار ارادہ اقالہ بیعت کے وقت خطبہ دیتے ہین خود حضرت ابو بکر ہی علی کو خلیفہ قبول کرتے۔ مین فرمایا "جبکہ درمیان تمہارے بہتر تمہارا علی موجود ہے" اور حضرت عمر نے اون نے ارادہ سے اون کو باز رکہا جیسا کہ تحریری آخری وصیت پیغمبرؐ کے مانع ہوئے۔

جو کچہہ ہوا بجا تہا یا بیجا؟ اوسکے نتیجہ کی حقیقت آخر بحث کی نسبت کہ "جو کچہہ ہوا وہ بیجا تہا یا بجا؟" ذی علم مصنف یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "ہر شخص جو ذرا ہی اصول تمدن سے واقفیت رکہتا ہو آسانی سمجہہ سکتا ہے کہ آنحضرت نے جس وقت وفات پائی مدینہ سوزہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا تہا جو مدت سے اسباب کے منتظر تہے کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹہہ جائے تو اسلام کو پامال کردین اس نازک وقت مین آیا یہہ ضروری تہا کہ لوگ جزع و فزع اور گریہ و زاری مین مصروف رہین یا یہہ کہ فوراً

خلافت کا انتظام کر لیا جائے اور ایک منتظم حالت قائم ہو جاوے ؟

مصنف کے نتیجہ سے پیغمبرؐ پر چند الزام کا عائد ہونا۔

ذی علم مصنف کی اس تقریر پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ ذرا بہی اصول تمدن سے واقفیت رکہتے تہے یا نہین ؟ اور پیغمبرؐ کو یہ علم تہا یا نہین کہ مدینہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا ہے اور وہ مدت سے اسبات کے منتظر ہین کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹہہ جاوے تو اسلام کو پامال کر دین ؟ ۔ اور بہ نظر اوس حالت کے آیا اون کو ضرور تہا کہ وہ اپنی زندگی مین خصوص اخیر حصہ زندگی مین خلافت کا کوئی انتظام کر جاوین اور اوسی کے بموجب منتظم حالت قائم ہو جاوے ؟ اور جس کسی کو وہ خلیفہ تجویز کرین اوس سے بہتر کوئی شخص منتخب کر سکتا تہا ؟ ۔ یا یہ کہ اوس نازک وقت مین انتظام خلافت اور تقرر خلیفہ ایسے لوگون کے ہاتہہ مین چہوڑ جاوین جسمین منافق کثرت سے ہون کہ مدینہ منافقون سے بہرا پڑا ہوا تہا ؟ اور آیا پیغمبرؐ یہ سمجہتے تہے کہ بعد اون کے لوگ جس کسیکو خلیفہ مقرر کرین گے وہ پیغمبرؐ کے مجوزہ سے عمدہ ہوگا ۔ ؟

اور آیا پیغمبرؐ یہ جانتے تہے یا نہین کہ امر خلافت مین بعد اون کے نزاع ہوگا اور اسکا کیا اثر دین اسلام اور مسلمانون کی سلطنت پر پڑے گا ۔ ؟

پیغمبرؐ اسلام کے اعلےٰ اصول تمدن کے جاننے والے ہونیکے تائید پیٹر اعظم شاہنشاہ روس و نپولین بوناپارٹ کے اقوال ۔

ہر مسلمان خصوص جنہون نے پیغمبرؐ کو دیکہا تہا اور علماء اسلام قابل چلے آتے ہین کہ پیغمبرؐ اسلام اعلےٰ درجہ پر اصول تمدن سے واقفیت رکہتے تہے ۔ اور غیر دین اسلام والے بہی مثل پیٹر اعظم شہنشاہ روس

کے یہان تک قائل ہوئے ہین کہ ''محمد رسول اللہ اول درجہ کے حکیم اور فلاسفر تھے - آج تک زمانہ مین اون جیسا عقلمند پیدا نہین ہوا - اسلامی سلطنت کی ترقی اور قیام کے لئے جو اصول اونہون نے مقرر کئے ہین وہ وہ ایسے برجستہ ہین کہ اون سے بڑھکر ہونا ناممکن ہے''

نپولین بونا پارٹ کا یہ مقولہ تھا کہ ''کل مقبوضہ ممالک مین ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان رائج کرنے کے لئے سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نظر نہین آتا - خلیفہ وقت کے فرائض منصبی مین داخل ہی کہ جہان جہان کلمہ گو ہون خواہ دنیا کے کسی حصہ مین رہتے ہون اون کے معاملات مین بے تکلف مداخلت کرسکے اور وہ اوسکے خدمات کی بجا آوری مذہبا اپنے اوپر فرض عین سمجھین گے اور یہہ بات اور یہہ اتحاد کسی اور مذہب اور ملت کو دنیا مین حاصل نہین جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب اسلام ایک اعلے اصول پر قائم کیا گیا ہے -

سبب تنزل و انحطاط اسلام از نپولین بونا پارٹ ..

جب نپولین بونا پارٹ سے یہہ پوچھا گیا کہ ''موجودہ زمانہ مین اسقدر تنزل اور انحطاط کا کیا باعث ہے'' تو اوس نے جواب دیا کہ ''اوسکی وجہہ سوائے اس کے اور کوئی نہین کہ بعض نفس پرست اور خودغرض آدمیون رخنہ اندازی کی ہے اور اپنی نفسانیت کے لئے مسلمانون کی متفق جماعت مین تفرقہ ڈالا ہے یہی تفرقہ اس تنزل کا سبب ہے''

تنزل اسلام کا بنیادی پتھر سقیفہ مین رکھا گیا

مسلمانون کو یاد کرنا چاہئے کہ بنیاد تفرقہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ڈالی گئی ہے کہ جو تنزل کا باعث ہوئی ہے اور اوس بنیاد کا پہلا پتھر واقعہ قرطاس کے وقت

چلانے والا ہو نہین سکتا تہا۔

مصنف کے قصۂ سقیفہ مین نمبر ۱ جو کوئی اسکا قایل ہو اوسکو اسبات

الزامی نتائج کی حقیقت

پر کا قایل ہونا پڑیگا کہ پیغمبر نہ اصول تمدن سے آگاہ تہے نہ اصول سلطنت داری سے، اور نہ اون کو اپنے صحابہ اور اپنے عہد کے مسلمانون کے کچہہ خیالات معلوم تہے کہ اون کا رخ امر خلافت کے متعلق کس طرف ہے۔ ایسے قایل ہونے سے پیغمبر پر نا قابلیت اور جہل کا اطلاق ہوگا جو قطعی خلاف واقعہ ہے۔

اگر کوئی اسبات کا قایل ہو کہ پیغمبر نالایق اور جاہل نہین تہے تو اون کو ضرور نہین تہا کہ وہ اپنی زندگی اور خصوص اخیر حصۂ زندگی مین کسی کے لئے استخلاف کرتے تو اوسکو اسبات کا قایل ہونا پڑے گا کہ خود پیغمبر منافقون کے خطرے کو اور امر خلافت کے نزاع کو عمداً اور دیدہ و دانستہ چہوڑ گئے اور جس کی وجہہ سے دین اسلام نہ تمام دنیا مین پہیل سکا اور نہ اپنے صحیح مرکز پر چل سکا، اور امر خلافت کی باہمی نزاع سے درمیان مسلمانون کے خونریزی ہوکر خاندان رسالت تباہ اور دین اسلام برباد ہوگیا گویا اوس کے خود پیغمبر بادی ہوئے کہ جو بانی اسلام کی شان کے خلاف تہا۔

اس فروگذاشت عظیم کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پیغمبر نے اپنے کار منصبی کو ناتمام چہوڑا اور تبلیغ رسالت مین قصور کیا۔ وہ رسالت کہ جسکی شریعت قائم کرکے دنیا کو دین سے الگ نہین رکہا ہے اور اوس نے توحید، اور تمدن، سیاست مدن، معاش، معاد کے کامل مسائل بتادئے ہین اور اوس کے متعلق احکام نافذ کردے ہین جن کی تعمیل

بغیر ایسے شخص کے جسکو پیغمبر منتظم قرار دے ہو نہین سکتی تہی۔

یہہ امر کسیطرح سمجہہ مین نہین آسکتا کہ جو کام خود پیغمبر کو کرنا ضروری تہا اوسکو یعنی نزاع امر خلافت کے طے کرنے اور خلیفہ کی قرار دینے کو بعد اپنے ایسے لوگون کے ہاتہہ مین چہوڑ جاوین کہ جنمین کثرت سے منافق ہون کہ جن سے مدینہ بہرا پڑا ہوا تہا اور جو مدت سے منتظر تہے کہ پیغمبر کا سایہ اوٹہہ جاوے تو اسلام کو پامال کر دین۔

اگر پیغمبر کو اپنی زندگی مین ضرورت تعین خلیفہ کی نہین تہی یا کسی کے لئے استخلاف نہین کیا تہا کہ جو پیغمبر کے دم نکلتے ہی فوراً دین اسلام کے بموجب خلافت کا چلانے والا ہو، تو وقت وفات پیغمبر سے تا تقرر خلیفہ کے جو بعد وفات پیغمبر قرار دیا جاوے جو امور کہ خلاف شرع کے لوگون سے سرزد ہون اون کی سزا دہی کا اختیار کسکو ہو سکتا ہی؟ کیا یہہ قبول کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ "فترۃ" مین ایسے پیغمبر نے کہ جسکا دین قیامت تک تبدیل ہونے والا نہو لوگون کی مہار چہوڑ دی تہی کہ وہ جس طرف چاہین چلے جائین۔ اور اون کے بے راہ ہو جانے کا تدارک کوئی نہ کر سکے، یا یہہ کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اپنے تقرر سے ماقبل زمانہ کی بابت بہی دار و گیر کا اختیار رکہنے والا ہوگا لیکن یہہ دونون امر خلاف عقل اور اصول تمدن اور سیاست مدن کے ہین۔

جب تک یہ امر قبول نہ کیا جائے کہ پیغمبر اپنی زندگی مین خصوصاً آخر حصہ زندگی مین دین اسلام کے قائم اور برقرار رکہنے والے اور اوسکی بموجب سلطنت مسلمانون کو چلانے والے کو بتا اور جتا گئے تہے تب تک وہ خدشات اور شبہات جن سے قصور پیغمبر کی ذات پر عائد

نافذ ہوتے ہیں رفع نہیں ہو سکتے۔

سقیفہ میں انصار کے دبا دینے سے اور حضرت ابوبکر کے انتخاب کے جواز کی حقیقت۔

ذی علم مصنف بعد ظاہر کرنے اوس
نازک حالت کے جسکی وجہ سے وہ
انتظام خلافت جنازہ اور فزع اور
گریہ وزاری وفات پیغمبر پر مقدم قرار دیتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ وہ انصار
نے اپنی طرف سے خلافت کی بحث چھیڑ کر حالت کو اور نازک کر دیا
کیونکہ قریش جو انصار کو اسقدر حقیر سمجھے تھے کہ جنگ بدر میں جب انصار
اون کے مقابلہ کو نکلے تو عتبہ نے آنحضرت کو مخاطب کرکے کہا کہ محمدؐ ہم نا
جنسوں سے نہیں لڑ سکتے کس طرح انصار کے آگے سر تسلیم خم نہیں
کر سکتے تھے۔ قریش پر کیا موقوف ہے تمام عرب کو انصار کی متابعت
سے انکار ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ میں جو خطبہ دیا اوس میں
صاف اپنے خیال کو ظاہر کیا اور کہا۔ ان العرب لاتعرف ہذا الامر الا
لہذا الحی من قریش۔ اس کے علاوہ انصار میں خود دو گروہ تھے اوس
و خزرج اور ان میں باہم اتفاق نہ تھا۔

اس حالت میں ضرور تھا کہ انصار کے دعوے خلافت کو دبا دیا جاوے
اور کوئی لائق شخص فوراً انتخاب کر لیا جاوے۔ مجمع میں جو لوگ موجود تھے اون
میں سب سے با اثر اور بزرگ اور مسن حضرت ابوبکر تھے اور فوراً
اون کا انتخاب ہو بھی جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث و نزاع میں
پھنس گئے تھے اور بحث طول پکڑ کر قریب تھا کہ تلواریں میان سے
نکل آئیں۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتاً حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں
ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں ساتھ ہی حضرت عثمان

ابو بیدہ جراح، اور عبد الرحمن بن عوف نے بہی ہاتہہ بڑہائے اور پہر تمام خلقت ٹوٹ پڑی"

مین ذی علم مصنف کی اِس رائے سے اتفاق کرتا ہون کہ ضرور انصار کے دعوے خلافت کو دبا دینا چاہئیے تہا، گو اون وجوہ سے نہین، جو ذی علم مصنف نے ظاہر کئے ہین بلکہ اون وجوہ سے کہ جن سے حضرت ابوبکر کا ہی خلیفہ ہونا چاہئیے تہا۔

قرآن اور مذہب اسلام نے مسلمانون کے لئے خواہ وہ مہاجر ہون یا انصار، جب مسلمان ہوکر خدمت اسلام بجالائے عزت اور شرف کی منزلتین اور اون کے حقوق برابر کردئے تہے اور بعد اسلام و خدمت اسلام کے کوئی مہاجر کسی انصار کو اور کوئی انصار کسی مہاجر کو حقیر نہین سمجہہ سکتا تہا۔

درمیان مہاجرین و انصار کے جو بہائی چارہ قرار دے دیا ہتا اوسکا کیا مطلب تہا۔ البتہ مہاجر ہون یا انصار اون مین جو کوئی اعلےٰ درجہ شرف کا رکہہ سکتا تہا وہ اوسکی ہر پہلو کی فضیلت ہتی جس پر سقیفہ بنی ساعدہ مین مطلق لحاظ نہین کیا گیا۔ اور جب کسی حقیقی افضل کو مہاجر و انصار خلیفہ قبول کرلیتے تو سب وجہ رب کسیکو دفع اختلاف کا باقی نرہتا۔ اور نہ کسیکی نا اتفاقی پیش رفت ہوسکتی تہی اور امتیاز افضل مین اختلاف بہی ممکن نہتا کہ اسباب فضیلت اوس وقت سب کی نگاہ مین تازہ تہے البتہ دل کی سچائی ہر شخص کی درکار تہی۔ اسی بنا پر مین بیشک ضرور سمجہتا ہون کہ انصار کے دعوے خلافت کو دبا دینا چاہیے تہا نہ

ایسہ • بادسے بانئے ہوئے الفا. سکے یہہ رائے ذی علم مصنف

سقیفہ مین کسی لایق شخص کے فوراً انتخاب کئے جانے کی حقیقت

کی کہ "وہ اور کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کرلیا جاوے" ناقص اور ناتمام تحقیق پر مبنی ہی۔

پہلے بسلسلۂ واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے، واقعات عہد پیغمبرؐ کی بابت جیسا کہ مین اوپر لکھہ چکا ہون ذی علم مصنف کو یہ طے کرنا تہا کہ "وہ پیغمبرؐ اپنی زندگی اور اخیر حصۂ زندگی مین علی مرتضےٰ کے لئے استخلاف کر چکے تہے یا نہین؟" اگر استخلاف کر چکے تہے تو کچہہ ضرورت کسی اور کے انتخاب کے نہین تہی لیکن ذی علم مصنف نے کسی وجہہ سے اپنے آپ کو اس بحث سے بچالیاہے۔ حالانکہ یہ بحث حضرت ابو بکر کے خلیفہ قرار پانے کی صحت وغیر صحت پر تقدم اور بہت کچہہ اہمیت رکہتی تہی۔ اور ایک ایسے محقق مورخ کو جیسے کہ ذی علم مصنف نے اپنی شان ظاہر کی ہے "اوس سے گریز زیبا نہین تہا۔ مگر

ذی علم مصنف نے مذہباً جو اعتقاد آبائی اون کا چلا آتا تہا اوسیکو اپنے عندیہ مین رکہہ کے بغیر تحقیق امر اہم اور مقدم کے یہ رائے ظاہر کردی ہے کہ "وہ کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کرلیا جاتا" اور لیاقت کو اوس مجمع مین حضرت ابو بکر پر صرف ان الفاظ پر منحصر کیا ہے کہ "وہ وہ سب سے بااثر اور بزرگ اور معمر تہے" لیکن جہان ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے نسب اور سن رشد اور تربیت سے بحث کی ہے یا جہان اور واقعات اون کے دبدبہ اور جلالت کے دکہائے ہین وہان یہ پایا جاتاہے کہ اگر خدا جہوٹ نہ بلائے تو اون کو پیغمبرؐ سے بہی زیادہ بااثر قرار دیاہے۔ لیکن حیرت ہے کہ کہین تو حضرت عمر کو ذی علم مصنف سب سے زیادہ بااثر قرار دیتے ہین اور کہین یہ فرماتے ہین کہ "وہ حضرت ابو بکر سب سے زیادہ بااثر تہے" جس سے طریقہ ذی علم مصنف کا یہ ظاہر ہوتا

ہے کہ جس موقع پر جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی اونکی زبان سے نکل جاتا ہے۔

یہ امر بھی تعجب مین ڈالتا ہے کہ ذی علم مصنف نے حضرت ابوبکر کے اعتبار لیاقت کے لئے مجمع کی قید جہان انتخاب ہوا لگائی ہے۔ کیا اوس مجمع کے لئے خلیفہ منتخب کرنے کی ضرورت تھی؟ اگر نہین۔ حضرت ابوبکر تو کل امت رسول اور کل مسلمانون کی سلطنت اسلام کی خلیفہ قبول کئے گئے ہین۔ ایسی حالت مین کل امت رسول اور کل مسلمانون حاضر وغیر حاضر سے کسی ایسے شخص کا منتخب کرنا لازم تھا کہ جسمین فضیلت سے وہ اوصاف ہون جو عموماً سلطان ہونے کے لئے ضروری ہین۔ لیکن با اثر، اور بزرگ، اور معمر، ہونے کے اوصاف

حضرت ابوبکر کے با اثر ہونے کی حقیقت

کہین اصول انتخاب مین نہین ملتے۔ یہ بھی سمجھ مین نہین آتا کہ با اثر ہونے کی کیا مراد ہے؟ آیا یہ مراد ہے کہ وہ جسقدر اوصاف انبیاء اور حکماء نے جسکا اشارہ قرآن مین موجود ہے اخلاق حمیدہ کے قرار دئے ہین وہ کسی شخص مین ایسی نوعیت سے موجود ہون کہ اون کا اثر وہ ہر دوسرے شخص پر ڈال سکے۔

مجھکو یقین نہین آتا کہ کوئی شخص قایل اس صفت کا حضرت ابوبکر مین ہوسکے۔ اگر حضرت ابوبکر مین یہ صفت تھی تو افسوس ہے کہ زمانہ نے اون کو خلیفہ کی جگہہ پیغمبر کیون نہ بنایا۔ ذی علم مصنف کو چاہئے تھا کہ بجائے صفت با اثر کے یہ کہتے کہ وہ سب سے زیادہ لیاقت خلافت حضرت ابوبکر مین تھی،

حضرت ابوبکر کے بزرگ اور معمر ہونے کی حقیقت

بزرگ اور معمر، کی صفت نہین معلوم ہوتا کہ آیا وہ ایک ہی صفت کا بیان ہے کہ ہم معنی الفاظ فارسی اور عربی مین اوسکو لائے ہین یا بزرگ کا لفظ بمعنی مقدس کے بولا ہے۔

اگر بزرگ اور عمر ہم معنی ہین جس سے مراد کبیر السن ہی ہوتی ہے تو اون سے زیادہ عمر کے لوگ بہی اوسوقت موجود تہے یہان تک کہ خود حضرت ابوبکر کے باپ حضرت ابوقحافہ اوس وقت زندہ تہے زیبا یہ تہا کہ اون کے والد بزرگوار کو خلیفہ مقرر کردیا جاتا بیٹے کو باپ پرسن کی فضیلت دیکر خلیفہ مقرر کرنا اگر قابل مضحکہ امر نہین تو حیرت ناک ضرور ہے کہ ان دونون حالتون مین سننے والون کا منہ کہلتا ہے۔

اگر بزرگ سے مراد مقدس ہے تو اون کا ایسا تقدس جو سب سے زیادہ ہو ذی علم مصنف کو بیان کرنا ضرور تہا۔

حضرت ابوبکر کے فوراً منتخب ہوجانے کی کہانی حضرت عمر کی زبانی

یہہ رائے ذی علم مصنف کی کہ وہ حضرت ابوبکر کا فوراً انتخاب ہو جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث و نزاع مین پہنس گئے تہے[۱] ایک ایسی رائے ہے کہ جسکی کوئی سند نہین، نہ روایت نہ درایت، اور خلاف قول حضرت عمر کے ہے جو اونہون نے خطبہ اپنے عہد مین جبکہ سرگذشت سقیفہ بنی ساعدہ ظاہر کی ہے فرمایا ہے کہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ مین انتخاب حضرت ابوبکر کا فلتۃ" بے سوچے سمجہے ناگہان ہوا اور خدا نے اوسکی شر سے ہمین بچا لیا"[۱] جسکی مراد یہہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے نزاع کی باعث عجلت اور گہبراہٹ مین بے سوچے سمجہے جو انتخاب اون کا ہو گیا اوسمین اندیشہ شر کے پیدا ہو جانے کا تہا جس سے خدا نے بچا لیا اگر کسی دوسرے محل اور وقت پر موقع انتخاب خلیفہ کا ہوتا اور سوچ سمجہکر انتخاب کیا جاتا تو حضرت ابوبکر کا انتخاب نہوتا برخلاف اِس کے ذی علم مصنف!

[۱] تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ لاہور و صحیحین صفحہ ۵۴ و الفاروق جلد ۲ - ۱۲ منہ

یہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ "اگر انصار کا جھگڑہ نہ ہوتا تو فوراً اون کا انتخاب ہوجاتا" مسلمان غور کرین کہ حضرت عمر کی رائے نسبت انتخاب حضرت ابوبکر کے قابل تسلیم ہے یا حضرت شبلی ذی علم مصنف اس عہد کی،

ذی علم مصنف نے یہہ نہین بتایا کہ "حضرت ابوبکر کا وہ فوراً انتخاب اگر انصار کے جھگڑے مین لوگ نہ پہنس تے تو کس موقع پر اور کس وقت ہوجاتا؟ اور اوسکی کیا صورت ہوتی؟" آیا بعد وفات پیغمبر جبکہ تدبیر تجہیز و تکفین ہو رہی تہی اور خانۂ پیغمبرؐ مین حضرت ابوبکر و عمر اور علی و عباس اور اون کے بیٹے اور حسنین اور فاطمہ موجود تہین اور انصار سقیفۂ بنی ساعدہ مین جمع نہوتے تو قبل دفن پیغمبرؐ کے خانۂ پیغمبرؐ مین حضرت ابوبکر فوراً منتخب ہوجاتے؟ یا اگر انصار خانۂ پیغمبرؐ مین آتے اوس وقت قبل دفن پیغمبرؐ کے حضرت ابوبکر کا انتخاب فوراً ہوجاتا؟ یا بعد دفن پیغمبرؐ کے لوگ مسجد نبوی مین جمع ہوتے جسمین علیہ السلام اور بنوہاشم اور دیگر مہاجر و انصار شامل ہوتے اوسوقت حضرت ابوبکر بلا نزاع اور اختلاف کے فوراً خلیفہ قبول کرلئے جاتے؟ یا جو شخص جہان موجود ہوتا خبر وفات رسولؐ پاکر فوراً حضرت ابوبکر کو خلیفہ مان لیتا؟

سوائے ان موقعون اور وقت و صورت کے اور کوئی موقع اور وقت اور صورت حضرت ابوبکر کے انتخاب اور قبول خلافت کے لئے پیدا نہین ہوسکتی ہے مگر بلحاظ اون واقعات اور حالات زمانہ کے جس نے لوگون کے ارادون اور خواہشون اور دل کی کیفیتون کو دکہا دیا حضرت ابوبکر کا فوراً انتخاب اور قبول خلافت کسیوقت اور موقع اور حالت مین نہین ہو سکتا تہا بجز اوسی صورت کے جو پیش آئی اور جسکا ذکر حضرت عمرؓ نے کیا ہے۔

ذی علم مصنف نے پورے یہ واقعات اور وہ گفتگو نہین کہ

کہ جو باہم حضرات ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ مہاجرون کے اور انصار کے ہوئین تحریر نہین کی ہین جس سے معلوم ہو جاتا کہ کیا کیا حجتین اور استحقاق کے وجوہ مہاجرین موجودہ اور انصار نے پیش کئے تھے؟

اور وہ حجتین اور دلیلین کیا وقعت رکھتی نہین؟ اور اون سے کسکا استحقاق پیدا تہا؟ تاہم ذی علم مصنف کی تحریر سے یہ ظاہر ہے کہ وہ وقت ایسا گہبراہٹ اور عجلت اور خوف کا تہا کہ انتخاب کے متعلق اوس مجمع مین کسیکی رائے کو یہ نہین کہا جا سکتا کہ صحیح تہی خصوص اس حالت مین کہ ہر کسی نے پیغمبر کی مرضی اور منشار کو یا اون کے کسی قول یا فعل کو جو تجویز خلیفہ کے متعلق ہو سکتا تہا اپنے دل سے فراموش کر دیا تہا اور اپنی نظر کو وہان تک نہین پہونچنے دیا تہا۔ جس ایسی حالت انتخاب کو حضرت عمر نے فلتہ یعنی بے سوچے سمجہے ناگہان قبول کیا ہے اور خدا نے جس کے شر سے بچا لیا تہا۔ ایسے انتخاب کو کوئی صحیح قبول کر سکتا ہے؟۔

مہاجرین سقیفہ کی حالت تین چار مہاجر جو اس وقت موجود تھے اون مین سے ہر ایک اپنے اوپر دوسرے کی فضیلت قبول اور اوس کو انتخاب کر کے اوس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا تہا اور وہ قبول خلافت سے انکار کرتا تہا۔ حضرت عمر نے بزور ہاتھ حضرت ابو بکر کا دبا کے کہ اون مین دو آدمیون کی قوت تہی بیعت کی۔[1]

کیا یہہ امر قابل تعجب اور افسوس کے نہین ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو قابل کسی منصب کے قرار نہ دیتا ہوا اور قبول خلافت سے انکار کرتا ہو خلاف شریعت کے بالجبر اوسکو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔؟

یہہ انتخاب اوس حیثیت سے نہین تہا کہ تمام مہاجر اور انصار

---

[1] صفحہ ۲۲۰ ریویو نمبر ۱۲ تاریخ طبری و دیگر کتب تواریخ۔

حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کے بیعت کرنیکی حقیقت

اور اصحاب رسول اور عام خلقت نے کسی مجمع مین اتفاق کرکے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا ہو بلکہ بقول خود ذی علم مصنف کے ”سقیفہ بنی ساعدہ مین اتفاق کی بحث و نزاع کے طول سے قریب تہا کہ تلوارین کہچ جائین اول حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ہاتہ مین ہاتہ دیدیا اور حضرت عثمان اور حضرت ابوعبیدہ جراح اور عبدالرحمن بن عوف نے ہاتہ بڑہائے“ لیکن اس وقت حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کا بیعت کرنا تسلیم نہین ہوسکتا کیونکہ دوسری روایت سے عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان کا بیعت کرنا مسجد نبوی مین اوس وقت واضح ہوتا ہے کہ جب بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس ـ بنی زہرہ ـ سعد اور عبدالرحمن بن عوف کے پاس جمع ہوئے اور بنی ہاشم علی کے پاس، اور ان کے ساتہ زبیر بن العوام بہی تہے ـ

حضرت عمر کے تہدیدی اشتعالک سے حضرت عثمان و بنی امیہ اور عبدالرحمن بن عوف نے معہ قبیلہ بنی زہرہ کے حضرت ابوبکر کے ہاتہ پر بیعت کرلی اور علی اور عباس و زبیر معہ اپنے ساتہیون کے اٹہکر اپنے گہرون کو چلے گئے جسکا صاف

حضرت ابوبکر کا انتخاب مشورہ اور اتفاق سے نہین ہوا ـ

نتیجہ یہہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کا انتخاب کسی مشورہ اور اتفاق سے قطعی نہین ہوا ـ بلکہ مہاجرین مین سوائے حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ جراح کے اور کوئی وہان موجود ہی نہ تہا ـ

حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کے ہاتہ مین ہاتہ دیدینا اور کسی دوسرے کا ہاتہ بڑہانا جس حیثیت سے ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین اوس سے صورت انعقاد خلافت کی حضرت ابوبکر پر اور ان کے ہاتہ پر بیعت کی پیدا نہیز

ہوتی ہے۔ ۔ بصورت ظاہر ایسا فعل محض لغزش باز رکہنے انصار کے اون کے دعوے سے ہتا نہ کہ حقیقی انتخاب حضرت ابوبکر کا اور اون کے ہاتہ پر بیعت صرف ایک چال ہتی کہ چلگئی۔

حضرت ابوبکر سے بیعت کے لئے تمام خلقت کے ٹوٹ پڑنیکی حقیقت

یہہ امر کہ "پہر تمام خلقت لوٹ پڑی" صحیح نہین ہے۔ سقیفہ مین نہ تمام مخلوق ہتی نہ تمام مخلوق اون پر ٹوٹ پڑی ہے۔ البتہ کتب تواریخ سے یہ ضرور پایا جاتا ہے کہ بعض انصار نے سقیفہ مین بیعت کی لیکن سعد بن عبادہ انصار کے سردار نے تادم مرگ حضرت ابوبکر وعمر کے ہاتہ پر بیعت نہین کی اور جب اون سے حضرت ابوبکر نے کہلا بہیجا کہ "اب تو تمہاری قوم نے بہی بیعت کر لی ہے تم بہی آؤ اور بیعت کر لو" اونہون نے جواب دیا کہ "قسم خدا کی جب تک میرے ترکش مین جتنے تیر ہین ان سب سے تمکو مجروح نکر لون اور تم سے اپنی تلوار اور نیزے کو خضاب نہ کر لون اور جب تک تلوار میرے ہاتہ مین رہیگی خدا کی قسم ہرگز بیعت نکرونگا"

جب اون پر بیعت کے لئے تہدید کی گئی ہے "تو قیس پسر سعد نے ایک دن حضرت عمر سے کہا کہ میری نصیحت قبول کرو، سعد نے قسم کہائی ہے کہ تمہاری بیعت نکریگا اور اوس سے بالجبر بیعت نہ لینی چاہیے اور نہین تو اوسکے قتل کے ساتہ قبیلۂ خزرج قتل ہو جائیگا اور قبیلۂ خزرج کے ساتہ قبیلۂ اوس اور قبیلۂ اوس کے ساتہ اہل یمن، اور یہہ مقدور تمہارا نہین ہو سکیگا اور تمہاری وسعت سے زیادہ ہے"

سعد بن عبادہ کا قتل

"عہد خلافت حضرت عمر مین سعد بن عبادہ ایک روز بازار مدینہ مین ملے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اے سعد بیعت کر دیا اس شہر

ست باہر چلے جاؤ۔ سعد نے کہا کہ جس شہر مین تم امیر ہو اوس مین رہنا میرا حرام ہے
اور شام کو چلے گئے۔ آخرکار سعد بن عبادہ کو بلحاظ حضرت عمر کے شام کے باغ مین
خالد بن ولید نے کچھہ تیر انداز ساتھہ لیجا کر درختون کی آڑ مین تیر سے قتل کیا اور پیش حضرت
عمر جو سعد سے ناخوش تھے خون سعد سے اپنی سرخروئی حاصل کی۔
سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کی بیعت کے بعد دوسرے لوگون نے تدبیرون
اور کوشش کے بعد جس کسی نے بیعت کی ہے آہستہ آہستہ اوقات مختلف پر بیعت کی ہے

مالک بن نویرہ کا قتل

قصہ مالک بن نویرہ تمام کتب تواریخ مین درج ہے
کہ وہ سردار قوم بنی حنیف عرب بادیہ سے تھا۔ وہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ ہونا قبول نہ
کرتا تھا اور اوس نے حضرت ابوبکر کے روبرو جو گفتگو کی وہ قایل تھا کہ علی مرتضے کو رسول
نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے مالک بن نویرہ کو مانعین زکوۃ سے قرار دیا
حالانکہ اوس نے صدقات کو اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کردیا اور یہ کہتا تھا کہ پیغمبر نے ہمکو
یہ حکم نہین دیا ہے کہ ہم تم کو زکوۃ دین اور نہ تمکو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہم سے زکوۃ طلب
کرو۔ پھر کسواسطے تم ہم سے زکوۃ مانگتے ہو کہ جس کے طلب کے لئے خدا اور رسول نے
تمکو مقرر نہین کیا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر نے خالد کو معہ ستو سوار کے اوس کے قتل
کرنے کے لئے بھیجا اور خالد نے دہوکے سے اوس کو اور اوس کی قوم کو قتل کرکے قوم
کے زن و فرزند کو اسیر کیا جو غلام اور لونڈیان بنائے گئے اور خالد نے زوجۂ مالک
پر شب قتل اوس کے تصرف کیا۔ حضرت عمر خالد کو واجب القتل قابل سزا جانتے تھے
اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر پر خلقت ٹوٹ نہین پڑی تھی
بلکہ اون کے انتخاب کو کچھہ خلقت ناجائز جانتی تھی مگر ایسے لوگون کا قتل و قمع
کیا گیا۔
اگر تمام خلقت حضرت ابوبکر پر ٹوٹ پڑتی تو اوس سے صحت انتخاب

لازم نہین آسکتا تہا۔

تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ عام خلقت کم عقل ہوتی ہے مگر خاص اونکے عقلا رسے ہوتے ہین۔ ہمارے ہندوستان مین عام خلقت کے لئے "بہیڑیا چال" مشہور ہے کہ جس طرف کو بے سوچے سمجھے اور گڑھا کہائی بغیر دیکھے ایک بہیڑ منہ اوٹہا دیتی ہے اوسی کے پیچھے بہیڑین چلی جاتی ہین۔

صحت انعقاد خلافت کے لئے ارباب دانش کا جسکو علما رنے اہل حل و عقد کہا ہے اتفاق اور شریک مشورہ ہونا ضرور ہے۔ ذی علم مصنف کی تحریر سے یہ تو ظاہر ہے کہ "ارباب حل وعقد نے حضرت ابوبکر کو مشورہ کرکے بالاتفاق خلیفہ قرار نہین دیا" مگر یہ ظاہر نہین ہوتا ہے کہ کس کس صحابی نے مہاجرین سے اون کا بہ دل خلیفہ ہونا قبول کرکے بیعت کی جس سے حضرت ابوبکر پر بیعت کی کیفیت منکشف ہوکر عام خلقت کا ٹوٹ پڑنا ظاہر ہوجاتا۔ لیکن

ذی علم مصنف کے خیال مین حضرت ابوبکر پر عام خلقت کے ٹوٹ پڑنے کے بعد صرف بنو ہاشم باقی رہگئے تھے اون کا بیان یون کرتے ہین کہ "اس

بنی ہاشم کے ساتھہ سلوک عدم بیعت ابوبکر پر۔

کارروائی (حضرت ابوبکر کے ہاتہ مین ہاتہ دئے جانے اور عام خلقت کی ٹوٹ پڑنی) سے ایک اوٹہتا ہوا طوفان رک گیا اور لوگ مطمئن ہوکر کاروبار مین مشغول ہوگئے۔ صرف بنی ہاشم اپنے ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً جمع ہوکر مشورے کرتے رہتے تھے حضرت عمر نے بزور اون سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہین جہکا سکتے تھے

ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر مین نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہ کے گھر کے دروازہ پر کہڑے ہوکر کہا کہ یا بنت رسول اللہ

خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہین تاہم اگر آپکے ہان لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو مین ان لوگون کی وجہہ سے گھر مین آگ لگا دونگا - اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہین کرسکتے کیونکہ اس روایت کے رُواۃ کا حال ہمکو نہین معلوم ہوسکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہہ نہیں ہے۔ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہین - حقیقت یہ ہے

حضرت عمر کی تیز مزاجی اور بے اعتدالیان بمقابلہ جناب سیدہ

کہ اس نازک وقت مین حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو جو کارروائیان کین اون مین گو بعض بے اعتدالیان پائی جاتی ہون - لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ انہین بے اعتدالیون نے اوٹھتے ہوئے فتنون کو دبا دیا ، بنو ہاشم کی سازشین اگر قائم رہتین تو اسیوقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیان برپا ہوجاتین جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ مین واقع ہوئین ؛

اگرچہ یہ امر صحیح نہین ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ کے گھر مین لوگ جمع ہوکر مشورہ کرتے تھے اوس وقت سوا بنو ہاشم کے کل مہاجر و انصار نے حضرت ابو بکر کا خلیفہ ہونا قبول کرلیا تھا یا ان کے ہاتھ پر کل مہاجر و انصار کی بیعت ختم ہو گئی تھی اور صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر قائم رہ گئے تھے تاہم اس تحریر سے یہ امر ظاہر ہے کہ بنو ہاشم نے جنکا خاندان سردار قریش اور سردار ملک عرب کا رہا ہے اور جو سید العرب علیہ تفضلے نے جن کے سوا اور کسی کے آگے بنو ہاشم سر نہین جھکا سکتے تھے اور یہ ہی خاندان عرب مین خاص الخاص تھا ، حضرت ابو بکر کو خلیفہ قبول نہین کیا تھا - اور وہ حضرت ابو بکر کے خلیفہ قرار پانے کے خلاف مشورہ کرتے تھے - اور در حقیقت سوا بنو ہاشم کے دیگر صحابہ رسول

جنکا ذکر کتب تواریخ مین درج ہے مثل طلحہ، و زبیر، اور سعد بن ابی وقاص، و مقداد بن اسود، و سعد بن عبادہ، اور اسید بن الحصین اور سلمہ بن اسلم و سلمان فارسی نے تخلف بیعت حضرت ابوبکر سے کیا تھا اور خانہ فاطمہ مین مشورہ کے لئے جمع ہوتے تھے اور علیمرتضےٰ کی طرف میل اور رجحان رکھتے تھے۔

جب علیمرتضےٰ اور بنو ہاشم اور دیگر صحابہ رسول صلعم جو اہل حل و عقد کا رتبہ رکھتے تھے اور عام خلقت سے نہین تھے سقیفہ مین موجود نہ تھے تو چاہئے تہا کہ ان صحابہ اور بنو ہاشم کی رائے کا انتظار کیا جاتا کہ ان کی تعداد دس تعداد سے بہت زیادہ تہی کہ جنہون نے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کو خلیفہ قرار دیا تہا اور اول بیعت کی تہی یعنی حضرت عمر و ابوعبیدہ جراح، مگر نہین اون کو اون کی حالت پر نہین چہوڑا بخصوص بنی ہاشم، اور اون مین سے خاص الخواص علیمرتضےٰ کے ساتہہ حضرت ابوبکر کے قبول خلافت کیلئے اون شدائد کا برتاؤ کیا گیا جس کا ایک شمہ ذی علم مصنف نے ظاہر کرکے قبول کیا ہے اور حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی کے حرکات کو اون کی بے اعتدالیون سے تعبیر کیا ہے کہ جنکو ہمیشہ علماء ہم پہلو ذی علم مصنف کے چہپاتے رہے ہین حالانکہ وہ واقعات شدائد کافی تفصیل سے کتب تواریخ اسلام مین درج ہین لیکن وہ شدائد فاطمہ اور علی اور حسین علیہ السلام پر اور تندی اور تیز مزاجی کا وصف اور اون کی وہ حرکت بے اعتدالیون کی نہ کہین قانون اخلاق کے کسی باب مین ملتی ہین اور نہ کہین سیاست مدن کی کسی فصل مین۔

جس پہلو اور حیثیت سے ذی علم نے واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ لکھا ہے اہل نظر تقلید کی عینک اوتار کر دیکہیے کہ انتخاب حضرت ابوبکر کا بیجا ہوا یا بجا؟ اور وہ صحیح خلیفہ رسول یا بادشاہ مسلمانون کے قرار پا سکتے ہین یا نہین؟

ذی علم مصنف نے بحث سقیفہ کے متعلق جو باتین غور طلب قرار دی
تہین اون کو وہ دکھا چکے اور مجھکو بھی جو کچھہ ذی علم مصنف کی تحقیق اور رائے

سقیفہ مین حضرات شیخین کو کیا کرنا چاہیئے تہا؟ -

کی بابت کہنا تہا کہہ چکا - لیکن مجھکو اپنی طرف سے
یہ دکھانا باقی ہے کہ حضرت عمر و حضرت ابوبکر اگر
سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تھے تو اون کو وہان کرنا کیا چاہیے تہا؟ جسکا تعلق اوسی امر
سے ہے جسکو سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث مین ذی علم مصنف نے امر اخیر قرار دیا
ہے یعنی وہان جو کچھہ کیا وہ بیجا تہا یا بجا؟ -

جب حضرت عمر و ابوبکر جنازہ پیغمبر کو بے گور و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ
مین پہونچتے تھے راہ مین اون کو ابوعبیدہ جراح ملگئے جیسا کہ کتب تواریخ اسلام
مین موجود ہے اور غالباً وہی مخبر حضرت عمر کے ہونگے جنہون نے دیوار خانہ پیغمبر
کے پیچھے سے حضرت عمر کو بلایا تہا اور اوس روایت مین جو ذی علم مصنف نے لکھی
حضرت عمر نے اپنے بیان مین نام اون کا کسی مصلحت سے نہین لیا -

اوس وقت چاہیے تہا کہ انصار سے یہ کہا جاتا کہ بالفعل تجہیز و دفن پیغمبر کے امر
امر کو کہ کس کو بعد رسول خلیفہ تسلیم کیا جاوے ملتوی رکھو - اور چلو اول پیغمبر کے جنازہ
سے فراغت کرلین پھر مسجد نبوی مین یہ امر طے کر لیا جاویگا - اوس وقت تمام
مہاجر و انصار موجود ہونگے - اگر انصار اس امر کو نہ مانتے تو انصار کے سامنے جیسا
کہ ثقہ الائمہ من قریش سے ہدایت کیا تہا پیغمبر کا کلمہ تقضے کی نسبت استخلاف یا
مرضی اور منشا پیغمبر جو بمنزلہ استخلاف کے تہا جس کو حضرت عمر خوب جانتے تھے
اپنی سچائی دل سے ظاہر کرتے کہ بابت کچھہ اوس کے متعلق پیغمبر فرما چکے تھے اور
عمل کر چکے تھے ۔ ۔ پیغمبر کا ارشاد و عمل ایسا دبر منہ نہین ہوگیا تہا کہ یہ حضرات

سہ صفحہ ۰۰ ۰ ۰ ۱ جلد ۱

اوسے بہول گئے ہون بہت کچہہ ان حضرات کی نگاہ مین تازہ تہا۔

درحقیقت بعد وفات رسول اللہ تین امر غور اور تحقیق طلب تھے (۱) آیا قرآن مین کوئی ہدایت یا حکم تہا یا نہین کہ بعد وفات رسول اللہ کوئی جانشین ہو؟ (۲) اگر قرآن مین ایسی کوئی ہدایت یا حکم نہین تہا تو قول رسول اللہ مین ایسا کوئی حکم اور ہدایت تہی یا نہین؟ - (۳) اگر قول رسول مین بہی ایسا کوئی حکم اور ہدایت نہین تہی تو رسول اللہ کے طرز عمل سے ایسا کوئی قیاس پایا جاتا تہا یا نہین کہ بعد وفات رسول کون شخص خلیفہ قبول کیا جا سکتا ہے؟ سقیفہ بنی ساعدہ مین جہان ابتدائی بحث تقرر خلیفہ کی ہوئی وہان امور مذکرہ کی بابت کوئی بحث پیش نہین ہوئی اور نہ اوسپر کوئی مباحثہ ہو کر تقرر خلیفہ کا ہوا پس جب تک کہ ان امور پر بحث ہو جاتی تب تک کسیکا خلیفہ رسول مقرر ہونا صحیح قرار نہین پا سکتا اور بغیر بحث امور مذکرہ کے جو کسیکو خلیفہ قبول کیا گیا وہ مطابق دین اسلام کے خلیفہ رسول نہین سمجہا جا سکتا ہے اور کل مسلمانون پر اوس کی اطاعت لازم نہین آ سکتی ہے کیونکہ ایسا تقرر اون لوگون کی رائے سے عمل مین آیا ہے جو نہ خود اپنے لئے دعوے دار عصمت اور محفوظ من الخطا ہونے کے تھے، نہ اوس کے لئے جسکو مقرر کیا گیا اور نہ وہ خود اپنے لئے جو مقرر کیا گیا۔ بلکہ ایسا تقرر مثل روئیدگی خس و خاشاک کے ہے جو اعلے ترین عمارتون پر پیدا ہو جاتی ہے اگر اس روئیدگی کو اور خس و خاشاک کو سزا نہ مرمت مین صاف نہ کیا جائے تو عمارت کی خوبصورتی اور استحکام کو گزند پہونچتا ہے۔

علی مرتضٰی کے بعد پیغمبر خلیفہ ہونے کے دلائل

یہ امر بہت قابل تعجب کے ہے کہ حضرت ابو بکر نے قریب اپنی رحلت کے حضرت عمر کے لئے استخلاف کیا اور حضرت عمر نے (۶) شخصون کو اپنے زخم شکم سے امید

زلیست کی نہین رہی تہی) مجلس مشورے کی ممبر مقرر کرکے تعین خلیفہ اون پر منحصر رکھا کہ جو بذریعہ وصیت کے استخلاف ہے۔ حضرت عثمان کو بہی ایسے قتل کے سبب سے کہ جسمین ذرا بہی مہلت زلیست نہین ملی موقع کسی کے استخلاف یا امر خلافت کے انتظام کا بعد اپنے بذریعہ وصیت کے مطلق نہین ملا۔ ورنہ وہ بہی مثل حضرت ابوبکر وعمر کے جنکی سیرت پر عمل کرنا وقت قبول خلافت قبول کیا تہا کسی کا استخلاف یا کسی کے لیئے وصیت کر جاتے۔

طریقہ استخلاف شیخین نے کہان سے سیکہا تہا؟

جب یہ سوال ہے کہ اگر پیغمبر استخلاف نہین کر گئے تہے یا پیغمبر سے وہ امور جو بمنزلہ استخلاف کے ہون سرزد نہین ہوئے تہے یا پیغمبر کا منشا امر مرضی اس امر کے لیئے ظاہر نہین ہوا تہا تو مسئلہ یا طریقہ استخلاف یا بذریعہ وصیت کے تعین خلیفہ جو بمنزلہ استخلاف کے ہے حضرت ابوبکر وعمر نے کہان سے سیکہا تہا؟۔

کیا حضرت ابوبکر اور کیا حضرت عمر نے پیغمبر کی صحبت مین دین اسلام کی اسقدر بہی تعلیم نہین پائی تہی کہ وہ یہ جان سکتے کہ مذہب اسلام پیرو ملت ابراہیم کا ہے؟۔ جو امور ملت ابراہیم کے بعد حضرت اسمعیل کے لوگون نے خراب کردیے تہے اون کی اصلاح پیغمبر صلعم نے امر و نہی کے ذریعہ سے کی اور جن امور مین کہ تفصیل کی ضرورت تہی اون کو صراحت سے بیان فرما دیا

ملت ابراہیم کے طریقہ جانشینی مین آنحضرت نے کچہہ تغیر نہین کیا

اور جو امور کہ صحیح طور پر برقرار چلے آتے تہے اون کو قبول کرکے صرف تازہ کرکے دکہا دیا۔ اون مین نہ کسی امر کی حاجت تہی نہ نہی کی اور نہ کسی تفصیل کی۔ اور امر جانشینی اسی صورت آخر کو شامل تہی جسکو پیغمبر نے تازہ کرکے دکہا دیا تہا۔

کیا اونہون نے بہی یہ نہین سمجہا تہا کہ مذہب اسلام مین دین و دنیا دو

چیزین علیحدہ علیحدہ نہین ہین، بلکہ ضرور مجموعہ ہر ایک نسل کا نہین ہے بلکہ اوس مین اور شریعت مین جو قوانین ہین جب بنائے گئے تو اوسی امور تمدن اور سیاست مدن کے ساتھ بنائے گئے ہین۔ اور اصول سیاست مدن مذہب اسلام مین اکثر وہی امور تسلیم کئے گئے ہین جو قدیم حکمار اور فلاسفرون نے اور انبیا سابقین کے مسلم تھے۔؟ اور

علیم تھے کے بعد پیغمبرؐ کے خلیفہ ہونے کی تائید دستور قدیم ملک عرب سے

کیا دستور ملک عرب بہی معلوم نہین کہ تمام جزیرہ عرب مین شیوخ یعنی سردار قبایل کے ہاتھ مین ہر ایک قبیلہ کی حکومت ہوتی تہی جو شخص بہ سبب دولت یا بوجہہ کسی صفت کے تمام قبیلہ مین سے علے منا جاتا تہا وہی اوس قبیلہ پر حکومت کرتا تہا اور مجموع شیوخ تمام قبایل کے جزیرہ عرب پر اسی طرح حکومت کرتے تھے۔ صلح وجنگ انفصال خصومات بالکلیہ انہین شیوخ کے ہاتھ مین تہا۔ اور ہر قبیلہ وقوم مین ایک امیر جو اپنے خاندان مین کسی وجہہ سے افضل ہوتا تہا چلا آتا تہا اور بعد ایک دوسرے کے قوم وقبیلہ ملکر اوسی خاندان والے اوسی کے قریب تر رشتہ دار افضل کو امیر قبول کر لیتے تھے؟۔

کیا یہ بہی نہین جانتے تھے کہ قبیلہ قریش مین نسل حضرت اسمعیل سے حضرت ہاشم وارث قوم در حفاظت خانہ کعبہ ہوئی اور اون سے یکے بعد دیگرے حضرت عبد المطلب جد پیغمبرؐ اور حضرت ابو طالب پدر علیم تھے پہنچی ہو۔ اگر حضرت محمدؐ پیغمبر نہ مانے جاتے تو اپنے دیگر اوصاف کی وجہہ سے بعد حضرت ابو طالب کے حضرت محمدؐ امیر قبیلہ قریش کے بموجب دستور قدیم ضرور قبول کئے جاتے اور بعد اون کے علیم تھے۔ لیکن حضرت ابو طالب کی زمانہ زندگی مین حضرت محمدؐ کی صفت نبوت اور رسالت ظاہر ہونے لگی

اور بعد وفات حضرت ابو طالب کے مذہب اسلام نے جو تمدد امارت قبائل عرب کا تھا اوس کو مٹا کر کل قبائل عرب کو شامل امارت قبیلۂ قریش کے کر لیا۔ مگر دستور قدیم امارت اور خلافت کے متعلق جو چلا آتا تھا اوس وحدت قومی اور ملکی نے اوس مین کچھہ خلل نہین ڈالا بلکہ حضرت صلعم کو کل قبائل نے اپنا امیر اور سلطان قبول کر لیا اور اوسی دستور قدیم کو اس وقت پیغمبر نے قبول کر کے اور اپنے آپکو امیر کل قبائل عرب کا سمجھہ کر آہستہ آہستہ اور وقتاً فوقتاً اصلاح امور کل قبائل عرب کی کر کے اوس کام کو اپنے عہد مین پورا کر دیا۔

مثل اپنی ذات کے پیغمبرؐ کا علی سے کار تبلیغ رسالت لینا

یہ پیغمبر صلعم سے جب کوئی کام ہو جاتا تھا خواہ وہ محض امر تبلیغ رسالت سے تعلق ہو جیسے سورہ برات کا کفار اور مشرکین مکہ پر پہونچانا جس مین علیہ السلام نے ظاہر کیا ہے کہ مین رسول خدا کا رسول ہون[۱] یا یمن کو ہدایت کے لئے علیہ السلام کا بھیجا جانا جس مین اون کے ہاتھہ پر لوگ مسلمان ہوئے[۵] خواہ وہ کام سیاست کی[illegible] سے متعلق ہو۔ خواہ حمایت وقت جنگ سے ہو۔ خواہ کسی کام مین[illegible] حضرت پیغمبر کو علی سے منسوب ہوتی تھی۔ اوس مین خصوصیت نیابت اور قائم مقامی پیغمبر کی نہین جرتی تھی۔ یعنی جو کام بہ نفس نفیس خود پیغمبر[illegible] جانتے تھے وہ کام پیغمبر مثل[illegible] پیغمبر کی ذات سے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیتے تھے[illegible] اون کو سمجھتے تھے۔ اور علیہ السلام بھی حیثیت[illegible]

---

[۱] خصائص امام نسائی تفسیر[illegible] زرقانی شرح[illegible]
ومعالم التنزیل بغوی[illegible] سعید بن مسعود کازرونی[illegible]
جواہر الائمہ تفسیر ثعلبی و تفسیر[illegible]
[illegible] صحیح بخاری و جمیع جوامع و[illegible]
[۵] کتب صحاح[illegible]

اوس کو انجام دیتے تھے۔

علی کو پیغمبرؐ کا کبھی کسی کا ماتحت کر کے نہ بھیجنا

پیغمبرؐ نے علیہ السلام کو کسی وقت اور کسی موقع پر کسی کا ماتحت کر کے نہیں بھیجا البتہ حضرات شیخین کو علیہ السلام یا کسی دوسرے کا اکثر ماتحت کیا ہے۔

پیغمبرؐ کا عملی کار تبلیغ رسالت کو اپنی زندگی میں بقبضہ علیہ السلام رکھنا اور سلب نہ کرنا

پیغمبرؐ نے علیہ السلام سے جو کام لئے۔ اور علیہ السلام نے جو کارروائی کی اور ہر امر میں فتحمندی حاصل کی جس کا نتیجہ دین اسلام کا قائم ہو جانا اور قومی سلطنت مسلمانوں کی پیدا ہو جانا ہوا پیغمبرؐ نے اوس کارروائی کو اپنی زندگی میں علیہ السلام کے قبضہ میں رکھا اور اپنے آخیر زمانہ تک علیہ السلام کے اوس اختیار عملی کو سلب نہیں کیا۔ جس سے مرضی اور منشاء پیغمبرؐ صریح ظاہر ہوتا تھا کہ وہ علی سے کار خلافت اور سلطنت ہمیشہ کو برابر لینا چاہتے ہیں۔

طرق تقرری بادشاہ آئندہ

کیا حضرات شیخین یہ بھی اصول نہ جانتے تھے کہ کسی سلطان کے مرنے کے بعد تین ذریعے اوس کے خلیفہ یعنی جانشین اور بادشاہ آئندہ ہونے کے لئے ہیں۔ اول استخلاف۔ دوسرے قرابت تیسرے انتخاب؟ یعنی کسی سلطنت اور خلافت فی الارض کا موجودہ سلطان اور بادشاہ اپنی زندگی میں جس کسی کے لئے استخلاف کر جاوے اور اوس کو اپنا ولیعہد مقرر کر دے تو وہ استخلاف اور ولیعہدی ذریعۂ حق خلافت اور سلطنت کا اوس کے لئے ہوگا۔ اور اگر یہ نہو تو سلطان اور بادشاہ کا قرابتدار جو لائق تر ہو مستحق خلافت ہوگا۔ اور قرابت حق خلافت کے لئے ذریعہ ہوگی۔ اور اگر یہ بھی نہو تو وہ لوگ جو قابلیت انتخاب کرنے کی رکھتے ہیں جس کسی کو منتخب کریں

منتخب خلیفہ یا بادشاہ مین چند ضروری اوصاف کا ہونا۔ لیکن ضرور ہے کہ انتخاب کے وقت شرافت خاندانی، اور علم، اور شجاعت، اور سخاوت کو پیش نظر رکہین۔

اگر کسی مین یہ سب اوصاف اعلےٰ درجہ کے موجود ہون، اور سوائے اوس کی دوسرے کا انتخاب کیا جاوے تو وہ انتخاب غلط ہوگا۔

اگر حضرات شیخین ان امور کو نہین جانتے تھے تو چاہیئے تہا کہ کسی عالم کو بلاتے اور اوسکے آنے تک معاملہ طے کرنے خلافت مین توقف کرتے جیسا کہ اپنے عہد مین بارہا علیمرتضےٰ سے دریافت کرکے امور اہم کے طے کرنے پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اون امور کو جانتے تھے اور استخلاف بیغمبرؐ بانشار اور مرضی پیغمبرؐ جو بمنزلہ استخلاف کے تہی اوس کو نہین جانتے تھے یا نہین مانتے تھے تو قرب و قرابت رسول جو علیمرتضےٰ کو پیغمبرؐ کے ساتھہ تہا جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا تہا اور وہی اصولاً ذریعہ استحقاق خلافت کا تہا اوس کو انصار کے سامنے پیش کرتے اگر شیخین نے اس سے بہی گریز کیا اور جس کی وجہہ اون کا دل جانتا ہوگا تو اون کو چاہیئے تہا کہ امر انتخاب کو انصار کے سامنے پیش کرتے اور صحیح طریقہ انتخاب کا عمل مین لاتے اول کل صحابہ اور مسلمانون کو جمع کرکے یہ دریافت کرنا تہا کہ کون کون دعوے دار خلافت ہین اور کیا کیا وجوہ اپنے استحقاق کے رکہتے ہین۔ پہر انتخاب کرنے والے فضیلت شرافت نسبی و خاندانی اور علم اور شجاعت اور سخاوت ہر دعوے دار کو پیش نظر رکہکر انتخاب کرتے۔

یقین کرنا چاہیئے کہ جب اس صحیح طریقہ سے انتخاب کیا جاتا تو بہی سوائے علیمرتضےٰ کے کوئی منتخب نہین ہوسکتا تہا۔

علی مرتضےٰ کی شرافت نسبی شرافت نسبی اور خاندانی علیمرتضےٰ کی وہی

تھی، جو جد پیغمبرؐ کی۔ پدر پیغمبرؐ اور پدر علی مرتضیٰ فرزندان حضرت عبد المطلب اور بھائی
بھائی تھے۔ پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰ کی دادی ایک تھیں۔ بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ
اور علی ایک نور ہے اور ایک درخت کے دو شاخہ درخت ہیں۔ علی کا گوشت اور خون
پیغمبرؐ کا گوشت اور خون ہے۔

خدا نے قرآن میں علی کو نفس پیغمبرؐ فرمایا ہے۔ علی سے بہتر شرافت نسبی
اور خاندانی میں بعد پیغمبرؐ کے کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

علی مرتضیٰ کا علم علم علی مرتضیٰ کا وہی تھا کہ جو پیغمبرؐ نے جو علم تعلیم کیا تھا
علی مرتضیٰ نے مثل فرزند کے اور پیدائش سے لے کر جوانی تک جب تک پیغمبرؐ زندہ
رہے زیر سایہ عاطفت پیغمبرؐ کے تعلیم و تربیت پائی اور شروع سے پیغمبرؐ نے اونکی
تربیت پر ان کو چلایا کہ جیسے خود پیغمبرؐ تھے۔ علی مرتضیٰ نے برابر اوسی گھر میں تعلیم
و تربیت پائی جس گھر میں کہ پیغمبرؐ تھے اور جس گھر میں کہ قرآن نازل ہوا تھا۔
شروع سے جب سے قرآن نازل ہوتا گیا ویسے ہی پیغمبرؐ اون کو سکھلاتے تھے
و تحقیقی معنے اور مراد ہر آیت کی علی مرتضیٰ پر ظاہر ہو جاتی تھی[1]۔

جو چیز پیغمبرؐ پر آتی تھی وہی پیغمبرؐ علی پر القا کرتے گئے اور یہی تعلیم خاص
میں پیغمبرؐ نے تمام علم یعنی علم اولین و آخرین کی علی مرتضیٰ کو تعلیم دی اور
تمام راز مذہب اسلام و حقیقت دین کے بتائے[2]۔

علی مرتضیٰ کو ہمیشہ پیغمبرؐ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک خاص وقت ایسا
ہوتا تھا کہ جیسا ایک خاص وقت پیغمبرؐ کو خدا کے ساتھ ہوتا تھا[3]۔ اسی وجہ سے

---

[1] اخطب خوارزم و تذکرۂ خواص و ... الفتے زمخشری و تفسیر در منثور سیوطی و خزانہ علم الکتاب ... تعلیقا
[2] کتاب ... دار قطنی و اخطب خوارزم و مسند ابن عباس و محب طبری در کتاب ذخائر العقبیٰ و ریاض
و مسند امام احمد حنبل و خصائص نسائی۔ و درین الفتے علامہ ... ۱۲ منہ [3] خصائص نسائی و ارشاد
مرشد صفحہ ۱۱۷-۱۲۰ منہ

تمام خلوق کے اسرار کی سہولتین کرسکتے ہین اور رافضہ کے نزدیک ہوگئے ہین۔

اور یہ فرمانا پیغمبرؐ کا کہ قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ اور حق اوسی طرف کو پھرتا ہے جس طرف کو علی پھرتا ہے ظاہر کرتا ہے کہ علی کو ہر قسم کے علوم وغیرہ اور حکیمہ مین سب سے اعلی درجہ کا کمال ہوگیا تھا اور بعد پیغمبر علی سے بہتر کوئی شخص عالم نہین تھا۔

علی مرتضیٰ کی شجاعت

شجاعت علیہ تضلے کی زمانہ پر ظاہر ہے کہ جب پیغمبرؐ کار رسالت پر مبعوث ہوئے اور مذہب اسلام کا ظاہر اور جاری کرنا چاہا علیہ تضلے نے زیر اطاعت پیغمبرؐ کے بلاخوف بہ کمال جرأت اوس کی تعمیل کی اور کسی وقت اوس کی تعمیل مین علیہ تضلے سے سستی ظہور مین نہ آئی۔

امر رسالت مین پہلے مسئلہ توحید بذریعہ عمل کے جاری کرنا شرک کا مٹانا تھا اور شرک مٹ نہین سکتا تھا جب تک کہ وہ لوگ جو مزاحم اوس مسئلہ کے تھے اور سوائے ذات کبریائی وحدہ لاشریک کے دوسرون کو خدا قرار دیتے تھے وہ اور اون کے بت معبود نابود نہ کئے جائین۔

تمام نامور کفار اور مشرکین جو مسئلہ توحید کے مخالف تھے علیہ تضلے کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ لڑائیون مین جن جن مقامات پر کہ اونہون نے جنگ کی اور شجاعان عرب کو قتل کیا اون کے مقامات حرب مشہور ہین۔ اور اون کی جنگ قیامت تک معروف رہیگی کبھی میدان جنگ سے فرار نہین کیا۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمے رہے اور کبھی کسی لشکر سے خوف نہین کھایا کوئی دشمن مقابلہ مین نہ آیا کہ زندہ بچا ہو اور ایک ضرب نہین لگائی کہ حاجت دوسری کی رہی ہو۔ جو بہادر کہ آپکے ہاتھ سے مقتول ہوا اوسکی قوم مباہات کرتی تھی۔

لہ صواعق محرقہ۔

عمرو ابن عبدود مقتول کی بہن نے اپنے اشعار مین کہا ہے کہ اوس کا قاتل شجاع یگانہ و دلیر بے مثل پسر بادشاہ مکہ ہے اوس کے کشتہ کے لئے عیب و عار نہین اگر کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا تو عمر بھر اوس کو روتی۔ [1]

علیمرتضےٰ نے جیسے کفار اور مشرکین کو تہ تیغ اور مطیع کیا ویسے ہی تمام بت مکہ اور طائف کے بلا جہجک علیمرتضےٰ کے ہاتہ سے توڑے گئے یہان تک کہ نبیؐ کے دوش مبارک پر قدم رکہکر بالا دست بتون خانہ کعبہ کو علی نے زمین پر گرا دیا۔

علیمرتضےٰ کی قوت بازو سے جو پیغمبرؐ کے قوت بازو تہے ہر قسم کی فتحمندیان حاصل ہوئین اور تمام واقعات کا نتیجہ مذہب اسلام کے قائم اور سلطنت کا قرار پا جاتا ہے۔

مولوی احسان اللہ صاحب عباسی وکیل گورکہپور اپنی مصنفہ تاریخ اسلام مین لکہتے ہین کہ "ہوش سنبہالنے کے بعد علی سے ایسے ایسے نمایان کام ہوئے اور اشاعت اسلام مین ایسی کچہہ مدد ملی کہ آنحضرتؐ کے نزدیک یہ بہت ہی زیادہ ممتاز اور پیارے تہے جو خونی تعلق آنحضرتؐ کو ان کے ساتہ تہا اوس سے قطع نظر کر کے دیکہئے جب بہی مسلمانون کی جماعت مین علی سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تہا۔ شجاعت، تہور، راستی، اتقا، دانشمندی، سخاوت، توکل اسلام کے جان نثار محمدؐ صلعم پر جان قربان کرنے والے۔ جس پہلو سے دیکہو یہ شخص اپنا ثانی نہین رکہتا تہا۔ ان کو پیغمبری کا درجہ نہین ملا ورنہ ہارون نے موسےٰ کے ساتہ اتنا نہین کیا جتنا علی نے محمدؐ صلعم کے ساتہ کیا"۔

علیمرتضےٰ کی سخاوت

علیمرتضےٰ کی شجاعت جیسے مشہور زمانہ تہی ویسے ہی اون کی سخاوت۔ حقیقت مین وصف سخاوت وصف شجاعت

---

[1] تاریخ خمیس و دیار بکری۔

کو لازمی ہے جس کسی مین وصف شجاعت ہوگا ضرور ہے کہ اوس مین وصف سخاوت ہو۔ قانون قدرت شجاع کو سخی بہی پیدا کرتا ہے۔

علیہ التحیۃ کی جود وسخا کے اون کی سیرت مین نہایت عمدہ واقعات مروی ہین۔ وہ نخلستان یہود مین اپنے ہاتہہ سے پانی دیتے تھے یہان تک کہ ہاتہہ زخمی ہو جاتے تہے اوس کی اجرت کو تصدق کرتے تھے اور خود پتہر شکم پر باندھ لیتے تہے۔ کبہی سائل سے "نہین" نہین کیا۔

اون کے واقعات سخا کا ذکر جابجا قرآن مین ہے۔ ایک وہ واقعہ ہے کہ۔ ایک سائل نے مسجد نبوی مین سوال کیا اوس کو کسی نے کچہہ نہ دیا پس بلند کئے اوس سائل نے ہاتہہ اپنے طرف آسمان کے اور کہا کہ خداوندا تو گواہ رہنا کہ اس وقت مین نے مسجد رسول مین سوال کیا پس کسی نے مجہکو کچہہ نہ دیا اور حضرت علی اوس وقت رکوع مین تہے اونہون اشارہ کیا دست راست کی اونگلی سے طرف سائل کے اور اونگلی مین اون کی ایک انگشتری تہی پس سائل نے آگے بڑھ کے وہ انگشتری اون کی اونگلی مین سے اوتار لی اس پر انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون[1] آیت نازل ہوئی۔ کہ "سوائے اس کے نہین ہے کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور رسول اوس کا اور وہ لوگ کہ ایمان لائے ہین۔ ایسے لوگ کہ قائم کرتے ہین نماز کو اور دیتے ہین زکوۃ درحالیکہ رکوع کرنے والے ہین[1]"

ایک وہ واقعہ ہے کہ۔ علیہ التحیۃ نے تین روزے رکہے اور شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لئے اور حضرت فاطمہ نے اوس کو پیسا اور روٹیان پکائیں۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ وکنز العمال وتذکرۃ خواص الامہ وکفایۃ الطالب ومناقب ابن مغازلی۔ تفسیر درمنثور تفسیر بیضاوی۔ تفسیر جیب بو تفسیر معالم تنزیل بغوی وتفسیر کشاف محی الدین عربی تفسیر کبیر رازی۔ تفسیر ثعلبی ۱۲۔ منہ والسلطنۃ الالٰہیہ یعنی مناظرہ کلبہ۔

ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے لئے استخلاف کرے۔ استخلاف کا حق وہ شخص رکھہ سکتا ہے جو جائز اور صحیح طور پر بادشاہ قرار پایا ہو۔

حضرت ابوبکر کی خلافت پر رائے

جن واقعات اور امور کو مین نے ظاہر کیا ہے اون کو ذی علم مصنف نے عمداً ترک کرکے اون پر کوئی محققانہ رائے نہین لکھی ہے اس لئے سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچہہ ہوا اوس کے متعلق کوئی عندیہ ذی علم مصنف کا کہ وہ بجا ہوا پایا نہین جاتا اور جب تقرر حضرت ابوبکر خلافت پر صحیح نہین ہو سکتا کہ وہ کسی اصول پر مبنی تہا تو پہر حضرت عمر کو ہرگز حق نہین تہا کہ وہ حضرت ابوبکر کے لئے اون لوگون سے بزور بیعت لینا چاہین جو خانہ فاطمہ مین جمع ہوئے تہے۔ جنمین فاطمہ علی اور حسنین علیہم السلام بہی داخل تہے اور نہ حضرت عمر کو یہ جائز ہو سکتا تہا کہ وہ آمادہ حضرت فاطمہ کے گہر جلانے کے ہو جاوین۔

ایسی تہدید زیر اطاعت لانے کے لئے اوس وقت روا ہو سکتی ہے جب کوئی صاف یہ کہے کہ حضرت ابوبکر ایسے برحق خلیفہ تہے کہ علی و فاطمہ اور جو لوگ کہ فاطمہ کے گہر مین جمع ہوتے تہے وہ سب باغی اور واجب القتل تہے۔

ذی علم مصنف یا کوئی اور اوس فرقہ مسلمانون مین جس مین وہ اپنے آپکو ظاہر کرتے ہین صریح اس بات کا قایل نہین ہے کہ علی و فاطمہ اور جو لوگ کہ خانہ فاطمہ مین جمع ہوتے تہے وہ باغی اور واجب القتل تہے۔ اس لئے اوس وقت جو کچہہ تندی اور تیز مزاجی کے حرکات حضرت عمر سے سرزد ہوئے یا نہایت تیزی اور سرگرمی سے جو کارروائیان کین جنمین بے اعتدالیان پائی گئین وہ سب ناواجب اور بے محل قرار پائینگی۔

ایک مشکل مسئلہ اہل سنت

یہ ایک عجیب مسئلہ مشکل جس کا حل محال ہے قبول کرایا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر کئے جانے سے جو لوگ

مخالفت کرنے والے تھے وہ قابل اطاعت حضرت ابوبکر ہی قرار دے جائین اور جو کوشش اون کے زیر اطاعت لانے کے لئے کی جاوے اوس کو مکروہ اور ناپسند ہی کیا جاوے۔

امر صریح یہی ہے کہ یا تو مخالفت کرنے والون کو واجب الاطاعت قرار دیا جاوے اور اون کے زیر اطاعت لانے کے لئے جو تہدیدی تدبیر عمل مین لائی گئی وہ روا اور پسندیدہ مانی جائے۔ یا مخالفت کرنے والون کو واجب الاطاعت نہ مانا جائے۔ اور اون کے زیر اطاعت لانے کی کوشش کو ناواجب کہا جائے۔

اگر علیمرتضےٰ معاملہ خلافت حق پر تھے اور خلافت حق اہلبیت پیغمبرؐ کا تھا تو حضرت ابوبکر کا غصب خلافت پر ناحق تھا اور علیمرتضےٰ اور اہلبیت پیغمبر پر جو سختی برتا اور اون کے مطیع کرنے کے لئے کئے گئے وہ ناواجب تھے۔ اور اگر حضرت ابوبکر کا غصب خلافت پر حق تھا اور علیمرتضےٰ اور اہلبیت پیغمبرؐ واجبی نصب ابوبکر سے سرکشی کرنے والے تھے تو اون کے ساتھ اون کے مطیع کرنے کے لئے اوس سے زیادہ سختی عمل کرنا روا ہو سکتا تھا جو کچھ کر کیا گیا۔

حل مسئلہ مشکلہ سے مصنف کا گریز اور اوس کا نتیجہ لازمی حضرت عمر سے بیزاری۔

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے اپنی محققانہ رائے سے اس مشکل مسئلہ کو صاف طے نہ کر کے اور حضرت عمر کی حرکات تند مزاجی اور بے اعتدالیون کو خلاف مسلک اپنے قدما کے قبول کر کے اپنے فرقہ کے مسلمانون کو اور زیادہ مشکل مین ڈالا ہے۔ لیکن اون کے فرقہ کے مسلمانون کو اگر سچی محبت اور مودۃ ذوی القربیٰ پیغمبرؐ کی ہے کہ جو امت پیغمبر پر بموجب نص قرانی (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) کو واجب کی گئی ہے تو حضرت عمر کے حرکات تند مزاجی اور بے اعتدالیان جسقدر کہ

کو تحقیق کر لیا جاوے تو ... اوس پر کوئی رائے دی جا سکتی ہے کہ آیا حضرت عمر کی
بے اعتدالیون نے اوس فتنہ کو دبا دیا۔ یا اوس فتنہ کو ضبط اور مستحکم کیا۔

مقصود فتنہ اجسکو حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے دبا دیا۔

ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذی علم مصنف حضرت ابو بکر کے منصب خلافت کی مخالفت کو فتنہ جانتے ہین اور علیہ التحیۃ و بنی ہاشم اور ان کے ساتھیون کو جو خانہ فاطمہ مین حضرت ابو بکر کی خلافت پر مخالفت کا مشورہ کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ علیہ التحیۃ کو خلیفہ قبول کرین اون کو فتنہ پرداز سمجھتے ہین۔ اور یہ اون کے ذہن مین ہے کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اس مخالفت کو جو فتنہ تھا دبا دیا۔ لیکن باعتبار واقعات تاریخیہ جسپر مصنف نے توجہ نہین کی ایسا نہین ہے۔

فتنہ کیا تھا؟ بعد وفات پیغمبر اور قبل دفن پیغمبر معاملہ خلافت کے متعلق جو امر پیش آیا حقیقت مین وہ فتنہ تھا۔ چاہیے یہ تھا کہ بعد دفن پیغمبر معاملہ خلافت کے متعلق جس کسی کو جو کچھ خیال تھا وہ مجمع عام صحابہ اور اکابر مسلمانون کے روبرو پیش ہو کر طے کیا جاتا۔ لیکن ایسا نہین کیا گیا بلکہ ابتداء فتنہ کے برپا ہونے کی یہ ہوئی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہو کر امر خلافت کو اپنے حق مین قائم کرنا چاہا۔ حضرت عمر اور حضرت ابو بکر نے وہان پہنچکر اوس فتنہ کو ... بنا ... بجائے اسکے کہ بعد دفن پیغمبر کے جس وقت کہ تمام صحابہ اور اکابر مسلمان ... معاملہ خلافت کو طے کر لیا جاتا بلکہ نزاع امر خلافت کو ... حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنا کر فتنہ برپا ...

اصل معاملہ خلافت مین نزاع برپا کرنا فتنہ ہے۔ حضرت ابو بکر کے خلیفہ ... ہو نے کو ... اور منصب خلافت پر مخالفت کرنا فتنہ نہین ہو سکتا

خصوص علی مرتضےٰ اور بنو ہاشم اور اون کے تائید کرنے والے اور یہ چاہتے ہونگے کہ علی مرتضےٰ کو خلیفہ قبول کریں کہ جن کے یہان امارت قریش مدت سے چلی آتی تھی اور علی مرتضےٰ مین خلیفہ ہونے کی قابلیت ہر طرح تسلیم ہو چکی تھی اطلاق فتنہ پردازی کا ہرگز نہین ہو سکتا ہے۔

اسی لئے مین شروع سے یہ کہتا چلا آتا ہون کہ ذی علم مصنف کو پہلے یہ صاف طے کرنا تھا کہ پیغمبر نے علی مرتضےٰ کے لئے استخلاف نہین کیا یا علی مرتضےٰ کے خلیفہ ہونے کے لئے منشا پیغمبر کا نہین تھا۔ یا علی مرتضےٰ حق خلافت پیغمبر کا نہین رکھتے تھے یا اون مین خلافت کی قابلیت نہین تھی۔ اور حضرت عمر نے جو حضرت ابو بکر کو خلیفہ مقرر کیا وہ صحیح اور برحق تھا۔

جب تک یہ امور صاف طور پر طے نہون تب تک علی مرتضےٰ اور بنو ہاشم اور اون کے ساتھی جو خانہ جناب فاطمہ مین واسطے مشورہ کے حضرت ابو بکر کی مخالفت پر اور علی مرتضےٰ کے خلیفہ قبول کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے نہ وہ فتنہ پرداز قرار پا سکتے ہین نہ اون کے اس امر کو فتنہ کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ

دراصل وہ مشورہ واسطے قائم کرنے امر حق کے قرار پاوے گا جس مین نزاع کرنے والون نے فتنہ اوٹھایا تھا اور اوس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے وہ مشورہ تھا اس بنا پر حضرت عمر کے لئے بے اعتدالیان واسطے دبانے فتنہ کے نہین سمجھی جا سکتین بلکہ واسطے استحکام فتنہ کے قرار پاتی ہین۔

علی مرتضےٰ نے حملہ کیون نہ کیا؟

لیکن اس مین شبہ نہین کہ بنو ہاشم کی سازشین تھین۔ بلکہ مخالفت حضرت ابو بکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر اگر اس حیثیت سے قائم رہتی کہ حضرت ابو بکر سے مقابلہ اور مقاتلہ کیا جائے تو اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہ خانہ جنگیان مسلمانون مین برپا ہو جاتین جس کا نتیجہ بجز تباہی

اور برباد ی اہل اسلام کے گرا زہ تہا اور کچہہ نہین ہو سکتا تہا - اسی وجہہ سے علیمرتضی نے کہ جن کے دیگر بنوہاشم تابع تہے اور سوائے بنوہاشم کے دیگر مہاجر صحابہ اور مسلمان اون کے ساتہہ تہے - حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل نہین ڈالا اور اون کو اون کی حالت پر چہوڑا جیسا کہ علیمرتضی نے ایک مقام پر مقابلہ سے ساکت رہنے کی یہی وجہہ ظاہر فرمائی ہے اور دوسرے مقام پر یہ فرمایا ہے کہ مین مدت تک سوچتا رہا کہ آیا مین حملہ کرون یا امر خلافت کے متعلق جو اندہا دہند کیا ہے اوس پر صبر کرون" اور بالآخر رائے صبر کی قرار پائی -

علیمرتضی کے عدم حملہ کے نتایج حقیقت مین علیمرتضی نے جو اپنی مخالف خلافت پر حملہ نہین کیا اور اوس خلافت کی برداشت کی - یہ صبر و سکوت اون کا دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ معصوم تھے اور کوئی خطا اون سے سرزد نہین ہو سکتی تہی -

اون کے ایسے صبر و سکوت نے مسلمانون پر احسان عظیم کیا اور عموماً دین اسلام کو تباہ و برباد ہونے سے بچالیا -

یہ امر نہین ہے کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اوس مخالفت کو جو بنی ہاشم کے خلیفہ مقرر ہونے پر تہی دبا دیا - نہ حضرت عمر کی تندمزاجی یا کوئی بے اعتدالی مخالفت بنوہاشم کو دبا سکتی تہی - بلکہ خود علیمرتضی کی رائے مخالف خلافت پر حملہ کرنے کی نہین ہوئی - اور یہی مناسب سمجہا کہ مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چہوڑا جائے تاکہ دین اسلام اور قومی سلطنت مسلمانونکی محفوظ رہے -

اگر بنوہاشم کی مخالفت کو حضرت عمر کی تیز مزاجی کے حرکات اور اون کی بے اعتدالیان دبانے والی ہوتین تو تاریخ اسلام مین مذکور ہوتا کہ جسوقت حضرت عمر سے تیز مزاجی کے حرکات اور اون سے بے اعتدالیان سرزد ہوئین اوسی وقت بنوہاشم نے اطاعت حضرت ابوبکر کی قبول یا اون کے ہاتہہ پر بیعت کرلی -

تاریخ اسلام پر جب غور کیا جاتا ہے تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر کی تیز مزاجی کے حرکات اور بے اعتدالیوں کی

علیمرتضے کے ساتھیون نے اون کا اتباع کیا

بنو ہاشم اور اون کے ساتھیون نے کچھہ پروا نہیں کی - بلکہ جب اوہنون نے خود علیمرتضے کی یہ رائے دیکھی کہ مخالف سلطنت پر حملہ نہ کیا جائے اور اوس کو اوس کی حالت پر چھوڑا جائے تب اوہنون نے اتباع علی مرتضے کا کیا - اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی مخالفت سے باز آئے -

کچھہ شبہہ نہین کہ علیمرتضے نے اپنے صبر و تحمل سے اس وقت مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چھوڑ کر اوس جنگ سے کہ جو باہم مسلمانون کے ہوتی دین

جناب امیر کے عہد مین خانہ جنگیون کے اسباب -

اسلام کو تباہی اور بربادی سے بچا لیا - لیکن جو خانہ جنگیان آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ مین واقع ہوئین جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین وہ بے شک صرف درمیان علیمرتضے اور حضرت معاویہ کے نہین ، بلکہ علی مرتضے اور بی بی عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر کے بہی اسی سبب سے باہم ہوئین کہ علیمرتضے نے جیسے مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چھوڑا تہا اور اوس پر حملہ نہین کیا تہا ولیسا ان حضرات کی خواہش ہائے نفسانی اور طمع خلافت نے ہونے دیا -

بعض نے نکث بیعت کرکے اور بعض نے خلافت علیمرتضے کو قبول نہ کرکے مثل فرزندان و عاملان عثمانی جسکا قبول کرنا ہر طرح سے اون پر لازم تہا مخالفت کرکے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے کہ اوس وقت علیمرتضے پر رفع کرنا اوس فتنہ کا جو در حقیقت بغاوت تہی واجب تہا چنانچہ اوس فتنہ کے فرو کرنے مین بمقابلہ بی بی عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر علیمرتضے نے کامیابی حاصل کی اور بمقابلہ حضرت معاویہ کے فتنہ رفع کرنے مین ذرا کسر باقی رہی تہی کہ حضرت عمرو عاص وزیر حضرت

حضرت معاویہ کی تدبیر سے وس وقت جنگ ملتوی ہوگئی اور دوبارہ جنگ کے بند و بست مین علیمرتضے مصروف تھے کہ مسجد کوفہ مین اون کے زخم سر سے اوکی ریش مقدس مخضب ہوگئی جسکی بشارت پیغمبر خدا نے دی تہی ۔

لیکن بمقابلہ خلافت علیمرتضے کے جو فتنہ برپا ہوا اوس کی بنیاد وہی فتنہ ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین بشرکت حضرات عمر و ابوبکر برپا و قائم ہوا تہا ۔ اور اسی کے سبب سے ہر کسی کو حوصلہ و جراٴت ادعار خلافت اور اپنے لئے امر خلافت کی کوشش کا پیدا ہوگیا تہا ۔

حضرت عمر کی خلافت کے متعلق پالیسی ۔

حضرت عمر کی پالیسی ہی یہی تہی ۔ اونہون نے صرف حضرت ابوبکر کو خلیفہ بناکر اوس کے استحکام کی کوشش نہین کی تہی بلکہ اپنے زمانہ خلافت مین خاندان بنی امیہ کو جو دشمن خاندان نبوت تہا بہت تقویت پہونچائی تہی ۔ اور پہر حضرت معاویہ کو گورنر شام مقرر کیا جو بذاتہ ایک سلطنت تہی ۔ اور پہر اپنی وصیت مین ایسے شورے کا بند و بست کیا کہ بعد اون کے سوا حضرت عثمان کے جو کاتب بہی اون کے استخلاف کی کتابت کئے تہے اور کوئی خلیفہ ہو نسکے ۔

جو فتنہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین نزاع خلافت کا برپا و قائم ہوا تہا اور جس کو تدبیرون سے مستحکم کیا گیا آخرکار اوسی فتنہ نے بنا رنگ زمانے مین دکہہ دیا جس مین ابن رسول اللہ و خاندان رسالت حضرت یزید فرزند حضرت معاویہ اور اون کے اعوان و انصار کے ہاتہ سے [illegible] و برباد ہو کر ذلیل و خوار ہو گیا ۔

حضرت عمر کی پولیٹکل غلطی سے مسلمانون مین نااتفاقی ۔

حضرت عمر پولیٹکل سخت غلطی کرگئے جس سے خاندان بنی امیہ مین عداوت دلی آگئی تہی ۔ جس خاندان مین رسالت تہی اور وسی خاندان کی دشمنی امارت قدیم کو بصورت ہوئی اوس خاندان

سے سلطنت نکالی جائے اور اوس خاندان سے جس خاندان بنی امیہ کو نہ بنی ہو اون کو موقع اور تقویت دیجائے۔ بنو ہاشم سے بنی امیہ کو مدت سے اوسی امارت پر رنجش چلی آتی تہی۔ آلِ بنی امیہ کی دعوے داری امارت عہد حضرت پیغمبرؐ مین مٹ چکی تہی لیس چاہیے یہ تہا کہ خلافت اوسی خاندان مین رکھی جاتی جس خاندان مین چلی آتی تہی اور اوس کے مخالفون کو موقع نہ دیا جاتا کہ اون کے جس ہوصلے بڑہتے۔ اس صورت مین ممکن نہین تہا کہ باہم مسلمانون کے کوئی نا اتفاقی ہوتی جس نے مذہب اسلامی کی بنیاد سلطنت کو ہلا ڈالا۔

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین نزاع خلافت کا فتنہ برپا نہ ہوتا اور علی مرتضےٰ بعد رسول صلعم خلیفۂ رسول اوسی وقت قبول کرلئے جاتے یا جس وقت کہ خانہ جناب فاطمہ مین مشورے ہوتے تھے اور علی مرتضےٰ چاہتے تھے کہ بلا جنگ لوگ اون کو خلیفہ قبول کرلین اور خود حضرت ابوبکر نے اقرار خلافت ظاہر کرکے علی مرتضےٰ کو خلیفہ قبول کرنے کا اظہار کیا تہا علی مرتضےٰ بنفسہ قبول کرلئے جاتے تو پہر کسی کو حوصلہ ادعائے خلافت کا نہ ہوتا اور خلافت برابر نسل رسول مین چلی آتی اور کوئی خانہ جنگی باہم مسلمانون کی پیدا نہ ہوتی اور دین اسلام جو ٹہٹہر کر رہ گیا تمام روے زمین پر شائع و رائج ہوجاتا۔ اور ابتو جو نا اتفاقی معاملہ خلافت کے متعلق باہم مسلمانون کے شائع ہوگئی ہے وہ اوس وقت تک رفع نہین ہوسکتی جس وقت تک بنی فاطمہ مین سے کسی زمانہ مین کوئی قابل اور لائق ظاہر ہو اوس پر کل مسلمان متحد اور متفق ہوجاوین جس کی پیشین گوئی حضرت پیغمبر آخر الزمان

مسلمانون سے نا اتفاقی	فرما گئے ہین۔ اب وہ نا اتفاقی قبل اس کے کہ کوئی
دُور ہوسکتی ہے۔	بنی فاطمہ مین سے خلیفہ قبول کیا جائے یون رفع ہوسکتی

ہے کہ کل مسلمان اس امر پر متفق ہوجاوین کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچہہ ہوا وہ فلتہ تہا اور جہان تک اوس کی تقلید کی گئی وہ سب باطل تہا۔ دخیر نسل پیغمبرؐ

نسبے جو خلفاء ہوئے جسکی ابتداء حضرت ابوبکر سے لیکر اخیر خلیفہ عباسیہ تک ہے اون
کی خلافت اوسی حیثیت سے تھی کہ جس پر علیہم تقیے یا دیگر ائمہ اہلبیت نے عمل نہ کیا یا
نہ کر سکے اور اوسمین خلل نہ ڈالا اور نہ ڈال سکے۔ ایسی حالت مین بے شک امید
ہو سکتی ہے کہ کل مسلمان متفق ہو کر اپنی بہبودی اور ترقی کا بندوبست کر سکین
جو طریقہ کہ ذی علم مصنف نے اختیار کیا ہے اوس کو باہم مسلمانون مین
اتفاق پیدا کرنے اور اصلاح سے کوئی تعلق نہین ہے بلکہ ذی علم مصنف کے قدمار
نے جو رنگ جمایا ہے اوس سے زیادہ ذی علم مصنف نااتفاقی کا بیج بوتے ہین۔

حضرت عمر کے استخلاف کی تمہید۔

ذی علم مصنف مدت خلافت حضرت ابوبکر کا ذکر کے حضرت عمر کے استخلاف کی تمہید
یون شروع کرتے ہین کہ "حضرت ابوبکر کے عہد خلافت مین بڑے بڑے کام حضرت
عمر کی شرکت سے انجام پائے" مگر اون کے لکھنے سے "الفاروق" مین یہ کہہ کر
دستکش ہوتے ہین کہ "اون کے لکھنے کا اوس شخص کا حصہ ہے جسکو حضرت ابوبکر
کی سوانح عمری لکھنے کا شرف حاصل ہوگا"

اس مین شک نہین کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کے ساختہ [illegible] تھے اور
[illegible] کار خلافت کا مدار بہ تمام حضرت عمر کی رائے اور [illegible] سے ہوتا تھا۔ لیکن ذی علم
مصنف کو حضرت عمر کی [illegible] اور کوششون کا بھی ذکر کرنا ضرور تھا جیسے کہ عہد
[illegible] اور [illegible] گروہون کا [illegible] اگر حضرت عمر کی اون بڑے
بڑے کامون مین شرکت کی حالت بھی [illegible]
[illegible] خونریزی [illegible] لکھتے ہین کہ واقعہ مالک
[illegible] اور [illegible] تمام قوم کا جس کو منکر زکوۃ قرار دیا گیا ایسا ہی ہے کہ
جہان حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی بات کو نہین مانا۔

خالد بن ولید کو حضرت ابوبکر نے معروف کیا کہ جو انہون نے مالک بن نویرہ پر کیا اور اونہون نے اوس کا اور اوس کی قوم کا نسل و قتل کر کے مالک کی زوجہ پر اوسی شب کو تصرف بھی کیا اور اس کی نسبت حضرت عمر کی جس سے علمہ تقصے بھی متفق تھے یہ رائے تھی کہ خالد واجب القتل اور قابل سزا ہے لیکن حضرت ابوبکر نے یہ برا کام [illegible] شکایت حضرت عمر کے صرف اپنے حصہ مین رکھا ہے ۔

حضرت ابوبکر کا ذاتی تجربہ بابت حضرت عمر

پھر ذی علم مصنف اس قدر تمہید کے بعد یہ بیان کرتے ہین کہ حضرت ابوبکر کو اگرچہ مدتون کے تجربہ سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بار گران حضرت عمر کے سوا اور کسی سے اوٹھ نہین سکتا تاہم وفات کے قریب انہون نے عام رائے کے اندازہ کرنے کے لیے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا۔

اگرچہ ذی علم مصنف نے حضرت ابوبکر کے مدتون کے تجربہ کو تفصیل سے بیان نہین کیا لیکن ظاہر ہے کہ وہ تجربہ عہد پیغمبر مین یا بعد وفات پیغمبر اپنے دو سالہ زمانہ خلافت مین ہوا ہوگا ۔ مگر عہد پیغمبر مین حضرت عمر کے [illegible] کا نمایان کرنے کا کوئی نشان نہین ملتا جس سے ذی علم مصنف حضرت ابوبکر کے تجربہ کے قائل ہوے ہین اور جب کسی زمانہ سے ذی علم مصنف کا منشا صحیح ثابت نہین ہو سکتا ۔

پیغمبر کا تجربہ مدت العمر

اسی موقع پر مین یہ بات ظاہر کئے بغیر باز نہین رہ سکتا کہ ذی علم مصنف نے ایسا یہ تمہید تو ظاہر کیا کہ حضرت ابوبکر کو مدتون کے تجربہ سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بار گران حضرت عمر کے سوا کسی سے اوٹھ نہین سکتا تھا لیکن اس تحقیق سے گریز کیا کہ پیغمبر کو بھی کسی کی نسبت اپنے تجربہ مدت العمر سے ایسا یقین ہو گیا تھا خلافت کا بار گران [illegible] کے اور کسی سے نہین اوٹھ سکے گا؟ اور آیا حضرت ابوبکر بھی اوس تجربہ پیغمبر [illegible]

سے چرچے ہوئے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو بعضوں کو تردد ہوا
چنانچہ طلحہ نے حضرت ابوبکر سے جاکر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمر کا ہم لوگوں کے ساتھ
کیا برتاؤ تھا اب وہ خود خلیفہ ہونگے تو خدا جانے کیا کرینگے آپ خدا کے ان ہاتھے
مین یہ سونپتے ہیں۔ خدا کو کیا جواب دیجے گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں خدا سے کہونگا
کہ مین نے تیرے بندون پر اوس شخص کو افسر مقرر کیا جو تیرے بندون مین سب
سے زیادہ اچھا تھا۔

بنی ہاشم مشورہ کے لیے نہین بلائے گئے

ذی علم مصنف کی تحریر سے ظاہر ہے کہ اکابر صحابہ جن سے حضرت ابوبکر نے مشورہ کیا وہی شخص سمجھے گئے عبدالرحمن بن عوف، وعثمان بن عفان، جو دونون آپس مین خالازاد بھائی تھے۔ اور حضرت طلحہ کو مشورے کے لیے حضرت ابوبکر نے نہین بلایا تھا، وہ خود حضرت ابوبکر کی تجویز استخلاف پر جو حضرت عمر کے لیے تھی اعتراض اور شکایت کرنے گئے تھے۔ افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر نے علیمرتضیٰ یا حضرت عباس یا کسی اور بنی ہاشم کو مشورے کے لیے نہ بلایا۔ اس وقت تو وہ لوگ پیغمبر کی تجہیز وتکفین مین مصروف نہین تھے۔ اون کو نہ بلائے جانے پر مسلمانون کو غور کرنا چاہیے کہ اونکو ایسے امر عظیم کے مشورے کے لیے کیون نہ بلایا۔؟

اکابر صحابہ کی آراء کا نتیجہ

یہ امر بھی تعجب سے خالی نہین ہے کہ سوائے حضرت عبدالرحمن بن عوف وحضرت عثمان بن عفان کے اور کوئی بھی نہین بلایا گیا حالانکہ اور اکابر صحابہ بھی موجود تھے تاہم جن دو اکابر سے حضرت ابوبکر نے مشورہ کیا ان میں سے عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عمر کی قابلیت حسب سے قبول کی ہے لیکن ساتھ ہی اون کی سخت مزاجی۔ حضرت ابوبکر نے بھی اون کی سخت مزاجی کو تسلیم کیا اگرچہ یہ امید ظاہر کرکے کہ پھر وہ نرم ہوجاوینگے جبکہ۔ ور حضرت طلحہ نے جو اعتراض کیا

حضرت ابوبکر کی رائے پر اور شکایت برتاؤ حضرت عمر کی کی ہے جس کا جواب حضرت ابوبکر نے اپنے عندیہ سے دیاہے وہ بھی خلاف حضرت عمر کے ہے۔

ان راؤن کو جب جمع کیا جاوے تو غلبۂ آرا اسی پر ہوتاہے کہ سخت مزاجی کی سبب سے حضرت عمر لائق استخلاف کے نہین تھے۔ درحقیقت مین بھی سخت مزاجی کیا وصف ایسا ہے جو قابلیت خلافت کو اگر دوسرے اوصاف ہون بھی مٹانے والا ہے۔

حضرت عثمان کی رائے کی حقیقت۔

بلاشک حضرت عثمان کی تنہا ایسی رائے تھی کہ جس مین کوئی عیب حضرت عمر کا ظاہر نہین کیا گیا مگر جب یہ فرمانا اون کا کہ "ہم لوگون مین حضرت عمر کا جواب نہین" بمقابلہ ارشادات پیغمبر کے جو علم قضا کی قابلیت کی نسبت صادر ہوے ہین دیکھا جائے تو لاجواب ہے۔ بہرحال جو کچھ ہو حضرت عمر کے استخلاف کے لئے مشورے مین صرف ایک رائے تھی اور یہ درجہ اوس سے بھی کم تھا جو حضرت ابوبکر کے لئے سقیفۂ بنی ساعدہ مین تھا

استخلاف حضرت عمر پر اجماع مخالفت صحابہ۔

درحقیقت ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے استخلاف کے متعلق اختلاف اور اعتراض صحابہ کو بہت نرمی سے دکھایا ہے ورنہ کتب تواریخ اسلام مین اس واقعہ کو اتنی تیزی سے لکھا ہے اور اوس سے ظاہر ہے کہ جس درجہ پر کہ حضرت عمر کے مزاج مین شدت تھی اوسی شدت سے مجمع صحابہ نے مخالفت کی ہے۔ بعض روایتون مین وقت تجویز حضرت ابوبکر کے ... درج ہین بعد تحریر کے وہ مخالفت ... ظاہر ہوتاہے کہ سوائے حضرت عثمان کے کوئی صحابی بھی حضرت عمر کے استخلاف پر راضی اور متفق نہین تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر نے کسی ... کو نہین مانا اور اونہون نے وہی ضد اور برتاؤ حضرت عمر کے استخلاف مین کیا جو حضرت عمر نے ... خلیفہ ... ہوتے وقت سقیفہ مین کیا تھا جو درحقیقت ... مقصود تھا۔

حضرت ابوبکر نے اپنے غلام کو دیا کہ جاکر مجمع عام مین سنائے ۔ پھر خود بالاخانہ پر جاکر
لوگون سے جو نیچے جمع تھے مخاطب ہوئے اور کہا کہ مین نے اپنے کسی بھائی بند
کو خلیفہ نہین مقرر کیا بلکہ عمر کو مقرر کیا کہ تم لوگ اس پر راضی ہو سب نے سمعنا
و اطعنا کہا، پھر حضرت عمر کو بلاکر نہایت موثر اور مفید نصیحتین کین جو حضرت عمر کے
لئے عمدہ دستور العمل ہے بجائے کام مین آئین ؎

نوعیت کتابت استخلاف کی مفصل حقیقت

افسوس ہے کہ پیغمبرؐ اپنے مرض موت مین ایسے وقت کہ نہ اونکو غش آتا تھا نہ بیہوش
تھے ایسی کتاب لکھنا چاہین جس کی وجہہ سے بعد پیغمبرؐ صحابہ اور مسلمان گمراہ
نہو جائین تو پیغمبرؐ کے فرمانے کو ہذیان کہکر اور نزاع کا شور و غل برپا کرکے
پیغمبرؐ کی تحریر کتابت سے مزاحمت کی جائے ۔ اور حضرت ابوبکر اپنے
مرض موت مین عہدنامہ خلافت کا لکھوا دین جبکہ اونکو غش پر غش آرہے تھے
اور بیہوش ہو ہو جاتے تھے اوسپر کوئی جرح قدح نہ کیا جائے ۔
اور اوس عہدنامہ خلافت کا بڑا حصہ خصوص نام حضرت عمر کا جنکے لئے وہ
استخلاف ہو حالت غشی اور بیہوشی حضرت ابوبکر مین حضرت عثمان کاتب عہدنامہ
اپنے اختیار سے لکھدین ۔ وہ صحیح سمجھا جاوے گو یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ بعد رفع
غشی اور بیہوشی کے حضرت ابوبکر نے اوس تجویز کو قبول کر لیا کہ اون کی
مرضی کے موافق ہے اور حضرت ابوبکر نے اپنے غلام کی معرفت اوس عہدنامہ
کو مجمع کو سنوا بھی دیا اور خود بالاخانہ پر سے لوگون کو آگاہ بھی کر دیا کہ حضرت عمر
کے لئے استخلاف کیا ہے اور لوگون نے اوسکو قبول بھی کر لیا ۔ لیکن
اس امر پر کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایسے مریض کے ایسے آخری
وقت مین جبکہ اوس کو بار بار غش آتا ہو رائے اور فہم بھی صحیح تھا اور ایسے

[illegible]ب موت کا کتبہ جائز ہو سکتا ہے۔ مگر جیسے کہ خود حضرت ابو بکر کا خلیفہ مقرر کیا جانا
[illegible] بیان بے سوچے سمجھے (فلتہ) حضرت عمر کی طرف سے تہا ویسے ہی حضرت ابو بکر
[illegible] سے استخلاف حضرت عمر کا حالت بخیر مطمئن مین جبکہ قابلیت فہم کا زوال
[illegible] ہو چکا تہا ظہور مین آیا۔ الیسی حالت غشی اور بیہوشی مرض موت مین ایسے امر عظیم کا
[illegible] پایا جانا اور مسلمانون کی قسمت کا ایسے کتبہ کے تابع ہونا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عدم استخلاف کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف نے اپنے اصول مقررہ کے بموجب حالات متعلقہ واقعہ کچھہ بیان نہین کر[illegible] تاکہ حضرت ابو بکر سے ان امور کا واقع ہونا قبول کیا جا سکے۔

حضرت ابو بکر نے جو عہدنامہ غلام کو مجمع کے سنانیکے واسطے دیا وہ مجمع [illegible] تہا؟ یا وہ مجمع کہین بازار مین تہا؟ یا حضرت ابو بکر کے دروازہ پر؟ اگر [illegible] دروازہ پر تہا تو وہ مجمع کیون ہوا تہا؟ اور غلام جب مجمع مین گیا تہا [illegible] وہ مجمع اور تہا اور حضرت ابو بکر نے جب مجمع کو مخاطب کیا وہ مجمع اور تہا یا دونو [illegible] ایک ہی تھے؟ اور خود حضرت ابو بکر اپنی حالت مرض مین نیچے والے مکان مین [illegible] تہے یا اوپر والے مکان مین؟ اگر نیچے والے مکان مین تہے تو سمجھہ مین نہین آسکتا [illegible] اون کی حالت ایسی تہی کہ اون کو غش پر غش آتا تہا اور بے ہوش ہو جاتے [illegible] تہے تو نیچے کے مکان سے اوپر کے مکان مین کیون کر گئے؟ اور اون کو کیا [illegible] ان تہی کہ نیچے کے مکان سے اوپر کے مکان مین جائین اور مجمع کو استخلاف کا مضمون سنائین اور مکان سے نکلکر مجمع کے سامنے نہ آوین؟ اور

اگر اپنی حالت مرض مین وہ بالاخانہ پر تہے تو غلام کی معرفت عہدنامہ خلافت [illegible] مجمع کو سنانے کی کیا ضرورت تہی؟ خود آپ سنا دینا یا اونکو آگاہ کر دینا کافی تہا۔ اور پہر یہہ بیان کہ بالاخانہ پر جا کر مجمع کو مخاطب کیا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

جبکہ وہ حالت مرض مین وہان تشریف ہی رکہتے تہے۔؟!

یہی نہین معلوم ہوتا کہ اوس مجمع مین کون کون لوگ تہے جن کو وہ عہد نامہ سنایا گیا اور جن سے حضرت ابوبکر مخاطب ہوئے اور جنہون نے حضرت ابوبکر کی تحریر و تقریر کو قبول کیا؟۔ حالانکہ جو ڈپوٹیشن حضرت طلحہ لیکر اون کے پاس گئے تھے اوس وقت حضرت ابوبکر کی اس تجویز اور تقریر پر سب لوگ معترض اور شکایت کرنے والے تہے۔

کسی بہائی بند کے عدم استخلاف کے بیان کی حقیقت۔

حضرت ابوبکر کا مجمع کے روبرو صحت استخلاف کے لئے یہ فرمانا کہ "مین نے اپنے کسی بہائی بند کو خلیفہ مقرر نہین کیا" اس بات کی خبر دیتا ہے کہ پہلے کسی شخص نے دین اسلام مین اپنے بہائی بند کے لئے استخلاف کرکے اوسکو خلیفہ مقرر کیا تہا یا مقرر کرنا چاہا تہا اور وہ استخلاف اور تقرر خلیفہ کا قبول نہین کیا گیا صرف اسی وجہ سے کہ وہ بہائی بند کے لئے تہا غیر کے لئے نہین تہا اور یہہ امر صریح ہے کہ استخلاف اور خلیفہ مقرر کرنے کا بہائی بند کے لئے جو بیان حضرت ابوبکر سے پیدا ہوتا ہے وہ سوائے پیغمبرؐ کے استخلاف اور خلیفہ مقرر کرنے علیہ نقضنے کے اور کسی کی نسبت سمجہا نہین جا سکتا کہ دین اسلام مین اول پیغمبرؐ نے اپنے بہائی چچا زاد کے لئے استخلاف اور اونکو خلیفہ مقرر کیا تہا۔ پس حضرت ابوبکر کے بیان کا مفاد یہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے جو استخلاف علیہ نقضنے اپنے چچا زاد بہائی کے لئے کیا تہا اور وہ تم نے قبول نہین کیا۔ مین اپنے کسی بہائی بند کے لئے استخلاف اور اوس کو خلیفہ مقرر نہین کرتا ہون۔ اور خلاف پیغمبر غیر شخص یعنی عمر کے لئے استخلاف کرکے اونکو خلیفہ مقرر کرتا ہون۔

حضرت ابوبکر نے جس وجہ کو صحت استخلاف اور تقرر خلیفہ کے

لئے ظاہر کیا ہے افسوس ہے کہ وہ اصول سلطنت کے بہی خلاف ہے اور ملک عرب کے رسم و رواج کے بہی جو اصول سلطنت کے موافق تہا خلاف ہے۔

اور پیغمبرؐ نے جو اصول سلطنت اور رسم و رواج ملک عرب کے موافق استخلاف کرکے خلیفہ مقرر کیا تہا یا کرنا چاہا تہا اوس کے بہی خلاف ہے افسوس ہے کہ اسقدر رمزی الفتون پر بہی حضرت ابوبکر نے جو استخلاف کرکے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا وہ صحیح سمجہا جاوے۔

حضرت ابوبکر کے نہایت موثر اور مفید نصائح کی حقیقت۔

اون نہایت موثر اور مفید نصیحتون کی بہی کچہہ تفصیل نہین کی گئی کہ جو حضرت عمر کو بلاکر حضرت ابوبکر نے کین جو حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل کے بجائے کام آئین، اگر اون نصائح کو ظاہر کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ حضرت عمر کی قابلیت مین کن کن چیزون کی کمی تہی اور اونہون نے کہان تک اون پر عمل کرکے اون سے فائدہ اٹہایا اور آج بہی مسلمان اون نصائح سے متاثر اور مستفیض ہوتے ہین۔

درحقیقت یہہ فقرہ بمقابلہ اوس پند و نصائح اور وصایا کے ہے جو کتب تواریخ اسلام اور اخبار مین موجود ہین جو پیغمبرؐ نے اپنے قریب زمانہ وفات مین علیؑ مرتضے کو کی ہتین۔

افسوس ہے کہ حضرت عمر نے پیغمبرؐ سے کچہہ پند و نصائح نہین پائے تہے اور وہ محتاج حضرت ابوبکر کے پند و نصائح کے تہے۔

اگر ذی علم مصنف یہہ بہی کہدیتے کہ وہ نصیحتین جو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو کی ہتین وہ وہی نصیحتین ہتین جو پیغمبر صلعم نے حضرت ابوبکر کو کی ہتین تو وہ زیادہ با اثر اور حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل سمجہی جاتین۔

فارس و شام سے تعلقات عرب

خلافت و فتوحات۔ ذی علم مصنف نے بعد ذکر استخلاف اور

خلیفہ ہو جانے حضرت عمر کے اون کی خلافت اور فتوحات کا ذکر شروع کرنے
سے پہلے یہہ دکہانا ہے کہ عرب کو فارس اور شام سے کیا تعلقات تھے۔

اون کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب یمن اور عراق مین اپنی اپنی
ملکوں تمام رہتے تھے اور ایران نے اون کو بنا یا جگزار بنا لیا تہا مگر عرب بغاوت
کرتے رہتے تھے اخیر مین بعہد پرویز ایک لڑائی مین جو اما نتی ہتیارون ایک
عرب کے متعلق ہوئی جس مین رسول اللہ ہی تشریف رکہتے تھے فارسیون نے
شکست کہائی لیکن ایران کی حکومت جو عرب پر تہی اوٹھ نہین گئی تہی۔
رسول اللہ نے تمام بادشاہون کو دعوت اسلام کے خطوط لکہے تو خسرو پرویز کو
دعوت اسلام کا لکہا تہا اوس پر اوس نے عامل یمن کو لکہا تہا کہ محمد کو گرفتار
کرکے دربار مین لائے۔ ایسے ہی عرب کے چند قبیلے جو شام مین آباد ہوگئے تہے
اونہون نے شام کے اضلاع پر قبضہ کر لیا تہا اور وہ بادشاہ کہلانے لگے تھے
مگر در حقیقت وہ رومی سلطنت کے صوبیدار تہے۔ ان لوگون نے اسلام
سے بہت پہلے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تہا۔ اسلام کے زمانہ مین وہ بہی
مشرکین عرب کی طرح اسلام کے دشمن نکلے۔ رسول اللہ نے قیصر روم
کو دعوت اسلام کا خط بہیجا تو انہین شامی عربون نے بردہ خط کا مال و اسباب
لوٹ لیا۔ اور جو خط بصرے کے حاکم کے پاس بہیجا تہا بردہ خط کو قتل کر دیا۔
اوس پر رسول اللہ نے لشکرکشی کی اور غزوہ موتہ کا واقعہ پیش آیا۔ یہہ
اسامہ بن زید کو سردار لشکر بنا کر بہیجا۔ اسامہ کی روانگی کی نوبت نہین ہوئی
تہی کہ پیغمبر نے انتقال فرمایا۔

فارس اور شام سے تعلقات عرب پر رائے۔ جب تعلقات عرب کو فارس اور شام
کے ساتہہ دیکہا جاتا ہے تو وہ سب

ایک ملکی معاملہ نظر آتا ہے اور ہر ملک والا اپنی سلطنت قائم اور برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ عہد پیغمبری میں جب اسلام قائم اور رائج ہوا تو اوس کا لازمی نتیجہ یہہ تھا کہ جداگانہ ملکوں قبائل عرب کی امارت قریش کے ساتھ جس کے ایسر حضرت محمدؐ صلعم تھے منضم ہو کر ملک عرب کی متحد سلطنت قائم ہو جائے۔

یہہ سلطنت مگر حضرت محمدؐ صلعم اور عمل علیہ تقضے سے جو بعد حضرت محمدؐ ایسر آئندہ قریش کے تھے قائم ہوئی۔

آنحضرت کا ارادہ تہا کہ تمام روئے زمین پر ایک مذہب پھیل کر ایک سلطنت قرار پا جائے۔ اور آنحضرت نے اپنی زندگی میں ملک شام اور فارس کی نسبت اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے بند و بست شروع کر دیئے تھے لیکن آنحضرت کی موت نے اون کی زندگی میں اون کے اس ارادہ کو پورا ہونے دیا۔ اور عہد حضرت عمر میں ملک شام اور فارس فتح ہوئے۔

مہمات کے سر انجام پانے کا شرف کس کو ہو سکتا ہے؟

ذی علم مصنف نے عرب کے تعلقات فارس اور شام کے ساتھ جو بہ غرض سے دکھائے ہیں کہ عہد پیغمبری میں جن مہمات کی ابتدا ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر نے اوس کا پورا کرنا شروع کیا تھا اور حضرت عمر نے انہیں مہمات کا انجام دیا اور اوس کی تکمیل کے لئے وہی اسباب تھے جو عہد پیغمبری میں پیدا ہو گئے تھے مطلق قابل نکتہ چینی کے نہیں ہیں۔ لیکن

اون مہمات کے سر انجام پانے کا فخر اور شرف اوسی شخص کو ہو سکتا ہے کہ جس کے وقت بازوئے سلطنت ملک عرب کی قائم ہو چکی تھی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اگرچہ ایسی بنیاد ڈالی گئی کہ اوس وقت مجمعۂ مسلمانوں میں تفرقہ اور باہم مسلمانوں کے جنگ ہو کر سلطنت ملک عرب اور اوس کے ساتھ دین اسلام

تباہ اور برباد ہو جائے۔ لیکن اوس شخص نے کہ جس نے اپنے قوت بازو سے اوس سلطنت کو قائم کیا تہا اپنے صبر و سکوت سے اوس قوت مجتمعہ کو برقرار رکہا اور اوسی شخص کے صلاح اور مشورے کو عمل مین لانے سے شام اور فارس بر فتح مندیان حاصل ہوئین۔
اگر علیمرتضے کے قوت بازو سے سلطنت ملک عرب کی قائم ہوتی یا علیمرتضے سقیفہ بنی ساعدہ کے خلیفہ یا اون کے استخلاف والے کے مقابلہ مین قتال کے لئے کہڑے ہو جاتے تو قوت مجتمعہ مسلمانون کی پراگندہ اور باہم مسلمانون کے جنگ سے خود سلطنت ملک عرب کی تباہ اور برباد ہو جاتی۔ اور عہد حضرت عمر مین فتوحات شام اور فارس کا موقع ہی نہ ملتا۔ اور نہ اون فتوحات کا سامان ہو سکتا کہ اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکہر جاتا اور وہی جنگ باہم مسلمانون کے شروع ہو جاتی جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام کے عہد مین واقع ہوئی۔
علیمرتضے نے جیسے عہد حضرت ابوبکر او حضرت عمر مین قتال برپا کر کے قوت مجتمعہ مسلمانون کو نابود نہین کیا ویسے ہی حضرت عثمان کے زمانہ مین متفلا۔ اوس قوت مجتمعہ کو قائم رکہا جس سے افریقہ مین عظیم فتحمندی حاصل ہوئی۔ مگر بعد قتل ہو جانے حضرت عثمان کے جب علیمرتضے خلیفہ بدل گئی تو اور بی بی عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر اور حضرت معاویہ نے علیمرتضے سے قتال برپا کیا (جنکی دعویداری سلطنت کے حوصلا اور جرات کا ماخذ وہی سقیفہ بنی ساعدہ تہا کہ جہان غلط اور خلاف اصول خلیفہ اور سلطان قرار دیا گیا تہا) تب وہ قوت مجتمعہ مسلمانون کی منتشر ہو کر تباہ اور برباد ہو گئی۔ اور سلطنت ملک عرب ابہی زیادہ توسیع اور ترقی نہ کر سکی اور اسی امر نے دین اسلام کا شیوع اور اوس کی سلطنت کو تمام روئے زمین پر قائم نہونے دیا۔

جہان کہین کسی حصہ روئے زمین پر سلطنت مسلمانون کی اور دین اسلام
کی مثل چھوٹے ستارے کی چمک بھی ہے اوس کا باعث یہ ہے کہ دین اسلام ایسے پختہ
اور صحیح اصول پر مبنی ہے کہ وہ قیامت تک کلیۃً کبھی نابود نہوگا جس کی پیشین گوئی بانی
اسلام نے کیا ہے ۔ ورنہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ایسی بنا ڈالی گئی تھی کہ جس کے اثر
سے کچھ تعجب نہین تھا کہ دین اسلام اور اوس کی سلطنت کسی حصہ روئے زمین
پر نمودار نہ ہتی ۔

حضرت عمر کے زمانہ مین جو فتوحات ہوئین جنکا سبب قوت مجموعہ مسلمانون
کو برقرار رہنے دینا تھا ۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی غلطی کے قبوحات کو جس کی وجہ سے
تمام روئے زمین پر دین اسلام کے رواج کو اور اوس کی سلطنت کے قائم
ہونے کو ضرر پہونچا ۔ رفع نہین کرسکین ۔

ذکر فتوحات عراق

ذی علم مصنف نے بعد تمہیدی بیان کے
فتوحات عراق کا ذکر شروع کیا ہے اور اوس کے بیان مین کہتے ہین کہ حضرت
عمر نے ابوعبیدہ ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا جو صحابی نہ تھے ایک شخص نے آزادانہ
کہا کہ اے عمر صحابہ مین سے کسیکو یہ منصب دو ، فوج مین سیکڑون صحابہ ہین اون کا
افسر بھی صحابی ہے ہوسکتا ہے حضرت عمر نے صحابہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہم کو جو
شرف تھا وہ ہمت اور استقلال کی وجہہ سے تھا لیکن اس شرف کو تم نے خود
کھو دیا ۔ یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ جو لوگ لڑنے سے جی چرائین وہ افسر مقرر کئے جائین

ابوعبیدہ ثقفی کی سرداری کے متعلق حضرت عمر کی رائے سے اتفاق

یہ تجویز حضرت عمر کی ٹھیک تھی جس مین
تتبع پیغمبر کا تھا جس کو عہد پیغمبر مین
حضرت عمر اسی طرح دیکھ چکے تھے ۔ پیغمبر نے بھی بعد امتحان اون لوگون
کو جنھون نے ہمت و استقلال چھوڑ دیا تھا اور لڑنے سے دل چراتے تھے

جس کی خبر قرآن مین بہی ہے کسی مہم پر سردار مقرر نہین کیا اور اکثر علیہم تضلے کو سردار مقرر کرکے دوسرے صحابہ کو تابع اون کے کیا ہے۔ یہان تک کہ پیغمبرؐ نے اپنے مرض موت مین کہ علی کو اپنے پاس رکہنا منظور رہتا ملک شام کی مہم پر اسامہ بن زید کو سردار لشکر مقرر کیا اور تمام بڑے بڑے صحابہ مثل حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کو اوسکا ماتحت کیا۔ حضرت عمر نے جو غیر صحابی کو صحابہ پر سردار لشکر مقرر کیا یہہ رائے اون کی نہایت صحیح تہی جس کا اونہون نے عہد پیغمبر مین تجربہ حاصل کیا تہا۔ مگر اسقدر افسوس ہے کہ وہ اپنی ایسی رائے صرف سردار لشکر کے ہی متعلق رکہنے والے تہے۔ بعد پیغمبرؐ جانشین پیغمبر یعنی امیر امارت قریش بہی اوسی کو قبول کرنا تہا جو ان اوصاف سے متصف تہا جس نے عہد پیغمبرؐ مین کبہی کسی جنگ مین ہمت و استقلال کو نچہوڑا تہا نہ جنگ سے کراہت، یا جی چرانا، یا گریز کرجانا تو کجا، جو جنگ مین قبل سر ہو جانے مہم کے پشت کی طرف مونہہ پہیر کر ہی نہ دیکہتا تہا اور جو غزوات پیغمبر مین اپنی خدمات کے صلہ مین خدا کی طرف سے "کانہم بنیان مرصوص" اور لافتے کے اسناد پائے ہوئے تہا۔ اور ایسا شخص کون تہا؟ حضرت عمر اوس کو خوب جانتے تہے کہ بجز علیہم تضلے کے کوئی دوسرا نہ تھا۔

پہلی جنگ عراق مین عرب مسلمانون کے فرار پر مصنف کا افسوس

عراق کی جنگ اول مین ایرانیون سے عرب مسلمانون کو شکست ہوئی جس مین عرب مسلمان اس طرح بہاگے کہ پل کا راستہ نہ ملا تو دریا مین کود پڑے" اس پر ذی علم مصنف اظہار ندامت سے یون انتقال کرتے ہین کہ "اسلام کی تاریخ مین میدان جنگ سے فرار کرنا نہایت شاذ و نادر وقوع مین آیا ہے اور اگر کبہی آ بہی پیش آگیا ہے تو اوسکا عجیب افسوسناک اثر ہوا ہے۔ اس لڑائی مین جن لوگون کو یہ ذلت نصیب ہوئی تہی وہ مدت تک خانہ بدوش پہرتے رہے اور شرم سے

اپنے گھرون کو نہین جاتے تھے، اکثر رویا کرتے تھے اور لوگون سے مونہہ چھپاتے پھرتے تھے - مدینہ منورہ مین یہ خبر پہونچی تو ماتم پڑگیا - لوگ مسلمانون کی بدقسمتی پر افسوس کرتی تھے اور روتے تھے اور جو لوگ مدینہ پہونچکر گھرون مین روپوش تھے اور شرم سے باہر نہ نکلتے تھے - حضرت عمر اون کے پاس جاکر اون کو تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم - "او متحیزا الی فئۃ" مین داخل ہو لیکن اون کو اس تاویل سے تسلی نہین ہوتی تھی

مصنف کے بیان افسوس اور اشک مالی کی حقیقت

تاریخ اسلام کا زمانہ عہد آنحضرت سے شروع ہوتا ہے جس سے عہد حضرت عمر نہایت قریب تھا - افسوس ہے کہ ذی علم مصنف واقعہ فرار کا ایسا بیان کرین جسکی نسبت مسلمانون کے دل قبول نکر سکین -

اسلام کی تاریخ مین خود عہد پیغمبر مین میدان جنگ سے فرار کرنا نہایت شاذ و نادر نہین بلکہ ہر ایسے موقع پر کہ جہان معرکہ آرائی ہوئی ہے فرار کا واقعہ پیش آیا ہے جیسے احد خیبر - حنین، کہ عہد پیغمبر مین یہی تین موقعے معرکہ کے پیش آئے ہین جس مین فرار کا نشان اکابر صحابہ کے سرون پر لہراتا ہے جس کی خبر قرآن مین موجود ہے اور جس مین سے بعض ایسے مقام دور دراز کو چلے گئے ہین جو تین دن کے بعد حاضر خدمت نبوی ہوئے ہین - اور بعض موقون پر جہان مسلمانون کی حالت محدود یا بمنزلہ محصور کے تھی جیسے خندق اور بدر - اون مین حریف اور دشمن اکابر صحابہ کا نام لے لیکر پکارتے تھے لیکن کوئی مقابلہ کے لیے نہین نکلا ہے کہ جو بمنزلہ فرار کے ہے - اگر ان موقعون پر راہ فرار ملتی تو کوئی شبہ نہین ہے کہ وہی راستہ اختیار کرتے جیسا کہ ان کی عادت سے آئندہ معرکون مین ظاہر ہوگیا - ان تمام ہر قسم کی جنگون مین سوائے علیہ مرتضےٰ اور چند جانبازون کے جنکی ذات شریف زمانہ سے فتح مندیان حاصل ہوئین مین کوئی بھی ثابت قدم نہین رہا ہے بلکہ اور

نے جنگ سے دل چرایا ہے۔

مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ جو اکابر صحابہ میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے وہ پیغمبر کے پاس کسی نہ کسی وقت آ جاتے تھے۔

عہد پیغمبر اور عہد حضرت عمر کے فراریون کی ندامت کا موازنہ

اون مین جو عہد پیغمبر مین میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور اون مین کہ جو عہد حضرت عمر مین جنگ عراق سے بھاگے، البتہ یہ فرق ضرور پایا جاتا ہے کہ وہ پیغمبر کے پاس خود آ جاتے تھے۔ اور یہ مدت تک خانہ بدوش پھرتے رہے اور شرم سے اپنے گھرون کو نہین جاتے تھے، اکثر رویا کرتے تھے اور لوگون سے منہ چھپایا کرتے تھے۔ یا تو اون کو شرم نہین تھی یا ان کو شرم کا بہانہ تھا۔

دوبارہ عربون کی عیسائیون مدد سے عراق پر فتحیابی اور دو واقعہ خاص

اس شکست کے بعد حضرت عمر نے نہایت زور شور سے حملہ کی تیاریاں کین جس مین عربون نے ایرانیون کو شکست دی۔ اس جنگ مین دو واقعے ایسے ہین جو خاص قابل تذکرہ ہین۔ ذی علم مصنف نے اون کو لکھا ہے لیکن مسلمانون کو اوس پر توجہ نہین دلائی ہے۔

پہلا واقعہ قابل توجہ مسلمانان۔ ایک واقعہ ہے کہ "جب حضرت عمر حملہ کی تیاریان کر رہے تھے تب نمر اور تغلب کے عیسائی سردارون نے جو مذہباً عیسائی تھے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا کہ آج عرب و عجم کا مقابلہ ہے اس قومی معرکہ مین ہم بھی قوم کے ساتھ ہین۔ ان دونون سردارون کے ساتھ اون کے قبیلے کے ہزارون آدمی تھے اور عجم کے مقابلہ کے جوش مین لبریز تھے"

مسلمانون کو غور کرنا چاہیئے کہ عیسائی قوم مین اپنی قوم کے ساتھ کسقدر ہمدردی ہے اور وائے اون مسلمانون پر کہ جو باہم ایک دوسرے کے مناصب اور عزت کے خواہان ہو کر بنیاد تفرقہ کی ڈالین اور بجائے ہمدردی کے ایک دوسرے کے

خون کا پیاسا ہو جن کو مذہب نے سب سے زیادہ ہمدردی سکہائی۔ یہہ امر بہی
مسلمانون کو مد نظر رکہنا چاہیئے کہ مسلمانون نے اپنے دشمن ایرانیون کو ایسی حالت
مین شکست دی جبکہ عیسائی مسلمانون کے شریک تھے اس زمانہ کے مسلمانون کو
چاہئیے کہ وہ اوس آیتہ قرآنی کو ہمیشہ زیر نگاہ رکہین جسمین خدا نے حضرت عیسیٰ کو مخاطب
کرکے فرمایا ہے ''

'' وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامتہ '' } اور گردان نے والا ہون مین اون لوگون کو جنہون نے پیروی کی تیری '' اون
لوگون سے جنہون نے کفر کیا قیامت کے دن تک ''

دوسرا واقعہ قابل غور مسلمانان۔ دوسرا واقعہ یہہ ہے کہ۔ انس بن ہلال
جو عیسائی سردار تہا اور بڑی جانبازی سے لڑ رہا تہا زخم کہا کر گرا۔ مثنیٰ نے خود گھوڑے
سے اوتر کر اوس کو گود مین لیا اور اپنے بہائی مسعود کے برابر لٹا دیا ''
مسلمانون کو غور کرنا چاہیئے کہ ابتدائی زمانہ اسلام مین مسلمانون کا اخلاق اور برتاؤ
کس درجہ پر تہا کہ ایک مسلمان ایک عیسائی کو اپنے بہائی کے برابر جانتا تہا۔

پہر جنگ اور حضرت عمر کے خود شریک جنگ ہونے پر دوٹ۔ بعد اس جنگ کے جس مین ایرانیون
کو شکست ہوئی تہی ذی علم مصنف نے یہہ
بیان کیا ہے کہ '' یزدگرد کی تخت نشینی سے سلطنت مین نئے سرے سے جان آگئی
اور تمام مفتوحہ مقامات مسلمانون کے ہاتہہ سے نکل گئے۔ اوس پر حضرت عمر نے بڑے
سامان سے فوجی تیاریان شروع کین اور حضرت علی کو بلا کر خلافت کے کاروبار سپرد
کیئے اور مدینہ سے تین منزل پر خیمہ زن ہو کر لوگون سے رائے طلب کی عوام نے کہا کہ
یہہ مہم بغیر آپ کے سر نہو گی۔ عبدالرحمن ابن عوف نے کہا کہ اگر شکست ہوئی اور
آپ کو کچہہ صدمہ پہونچا تو پہر اسلام کا خاتمہ ہے۔ اوس پر حضرت عمر خود بینین گئے اور

سعد بن ابی وقاص کو بہیجا"

حضرت عمر کا حضرت علی کو کاروبار خلافت سپرد کرنا۔

علیہ تحفے کو سپردگی کاروبار خلافت کی صرف اسی موقع پر نہین بلکہ جب حضرت عمر بیت المقدس کو واسطے سرانجام صلح کے گئے ہین تب بہی خود ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "حضرت علی کو نائب مقرر کر کے خلافت کے کاروبار ادن کے سپرد کئے" اور عمواس کی وبار کے بعد ہی ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "وبار کی وجہہ سے فتوحات کا سیلاب رُک گیا حضرت عمر نے شام کا قصد کیا اور حضرت علی کو مدینہ کی حکومت دی"

مگر افسوس ہے کہ جسوقت حضرت عمر نے سفر آخرۃ کیا ہے تب اونہون نے علیہ تحفے کو کارخلافت سپرد نہین کیا اور استخلاف کے لئے ایسا شورے قرار دیا کہ جسمین علیہ تحفے کے ہاتہ مین کارخلافت نہ آسکا۔

حضرت عمر کو مہم ایران پر نہ جانے کی صلاح کس نے دی

یہہ امر کہ مہم ایران پر نہ جانے کی صلاح کس نے دی تاریخ اسلام مین بین یہہ پاتا ہون کہ مہم ایران پر جب حضرت عمر نے اپنے جانے کا مشورہ کیا ہے تو علیہ تحفے نے وہ رائے حضرت عمر کو دی ہے جو ذی علم مصنف نے عبدالرحمٰن ابن عوف کی طرف منسوب کی ہے اور علیہ تحفے کی اوسی رائے کو بخلاف رائے دوسرے اہل الرائے کے حضرت عمر نے مانا ہے لیکن ذی علم مصنف نے عراق عجم کی مہم پر قبول کیا ہے کہ "سب کی رائے کے خلاف حضرت علی نے یہہ رائے دی کہ شام اور بصرہ اور یمن کو ایک ایک ثلث فوج بہیجدیجا دین اور آپ مدینہ سے نہ ہلین اور اسی رائے کو حضرت عمر نے قبول کیا۔

اسی جنگ مین ذی علم مصنف نے مسلمانون کا عراق کو فتح کرلینا

فتح عراق کے مال غنیمت مین ایوان کسرے کا فرش بہار

بیان کیا ہے اور منجملہ غنیمت کے ایوان کسرے سے جو فرش بہار ہاتہ آیا۔ جس کے بیچ مین ایک سبزہ کا چمن تہا۔ چارون طرف جدولین تہین۔ ہر قسم کے درخت اور روشون مین شگوفے اور پہول اور پہل تہے۔ طرہ یہہ کہ جو کچہہ تہا زر و جواہرات کا تہا۔ یعنی سونے کی زمین، زمرد کا سبزہ، پکہراج کی جدولین، سونے چاندی کے درخت، حریر کے پتے، جواہرات کے پہل، جواس غرض سے تیار کیا گیا تہا کہ جب بہار کا موسم نکل جاتا تہا تو اوس پر بیٹہکر شراب پیتے تہے۔ اوس کی نسبت ذی علم مصنف یہہ رقمطراز ہین کہ فرش کی نسبت لوگون کی رائے تہی کہ تقسیم نہ کیا جائے خود حضرت عمر کا بہی یہی منشا رہا تہا لیکن حضرت علی کے اصرار سے اس بہار پر بہی خزان آئی اور دولت نوشیروانی کے مرقع کے پرزے اڑگئے۔ یورپ کے موجودہ مذاق کے موافق یہہ ایک وحشیانہ حرکت تہی لیکن ہر زمانہ کا مذاق جدا ہے۔ وہ مقدس زمانہ تہا جس مین زخارف دنیوی کی عزت نہین کیجاتی تہی دنیاوی یادگارون کی کیا پروا کیجاسکتی تہی۔

فرش بہار کی تقسیم مین علی مرتضی پر حسد کی حقیقت۔

مگر یورپ کے مذاق کا جواب صرف تقدس زمانہ نہین ہے بلکہ زمانہ مین تقدس جن امور سے پیدا ہو جس سے مراد یہودی سلطنت وقوم ہے وہ یورپ کے کا جواب ہے۔ یورپ کے مذاق کا مدار صرف اسی خیال پر ہو سکتا ہے کہ ایسی یادگار شاہانہ دولت کسرے کا قائم رکہنا چاہیے تہا لیکن ایسے چاندی سونے کے فرش فروش جواہرات ٹکے ہوئے یا اینٹ پتہر کی عمارات ہمیشہ باقی نہین رہ سکتین۔ حوادث زمانہ اون کو خود بخود نیست نابود کر دیتے ہین ایسی چیزون کی یادگار صفحہ روزگار پر اوسی حالت مین باقی رہتی تہی اوس وقت تک

جب تک کہ نسل النسانی اور اوہین علم اور فن تاریخ باقی رہے گا جس حالت مین کہ ایسی چیزون کے بنانے کی وجہہ اور اوس کے باقی نہ رکھنے کی رائے اور اوس پر جو فائدہ مرتب ہو زمانہ اپنے ورق لیل و نہار پر یہی روشن حروف مین لکھتا ہی۔

فرش بہار کی وضع صرف تفرج اور سامان عیش و نشاط برہتی جس سے شان و شوکت دولت کسرا سے نمودار ہوتی تھی لیکن ایسے ہی سامان عیش و نشاط سلطنت اور بادشاہ و رعایا کے لئے جبکہ وہ اوس مین مبتلا ہو جاتے ہین باعث خرابی اور زوال کا ہوتے ہین ایسی سلطنت اور اوس کے ارکان کے دل و دماغ قابل سلطنت داری کے نہین رہتے ہین۔

ایسی دولت کے تقسیم کر دینے سے وہ اصول قائم رہتا ہے جس کی روسے دولت ایک جگہہ جمع نہ رہے کہ جس سے کوئی فائدہ ملک کو نہین پہونچ سکتا جب ایسی دولت اہل ملک پر تقسیم ہو جاتی ہے تو بے انتہا اوس سے فائدے ہوتے ہین اور ملک مین اسباب ترقی قوم کے پیدا ہو جاتے ہین۔ اور ایسے ہی جب کوئی سلطنت یا اوس کی قوم یا بادشاہ عیش و نشاط مصروف ہو جاتے ہین تب دوسری قوم جو عیش و نشاط مین مصروف نہین ہوتی اور جسکو اولی العزم کہا جاتا ہے وہ اوس سلطنت پر متصرف ہو جاتی ہے۔

یہہ فرش بہار اگر خلاف رائے علیہ تفضلا کے باقی رکھا جاتا تو ضرور وہ دار الخلافتہ مین مسند نشینی کے لئے اور خلیفہ وقت کی تفرج اور عیش و نشاط کے واسطے کام مین لایا جاتا جس سے مسلمانون کی سلطنت اور اون کے بادشاہ مین ابتدائی آثار عیش و نشاط کے پیدا ہو جاتے اور اوسی وقت سے بنیاد خرابی قائم ہوتی تھی۔ علیہ تفضلا سلطنت مسلمانون اور اوس کے بادشاہ کے عیش و نشاط کے کسطرح روادار نہین ہو سکتے تھے جو سبب زوال کا ہوتا۔ وہ اپنی

چند روزہ اور غیر مستقل خلافت مین بیت المال مین جب کہین سے مال آکر جمع ہوتا تہا تو اوسکو فوراً تقسیم کرکے اور بیت المال مین جہاڑو دلواکر نماز پڑہا کرتے تھے۔

بعد خلافت حضرت عمر کے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین ابتداءِ عیش ونشاط کی شروع ہوئی اور عہد بنی امیہ مین اوس کو ترقی ہوتی گئی جب اوس کا کمال عہد بنی عباس مین ہوگیا تب ترکون نے کہ جو ایسے عیش ونشاط مین مصروف نہ تہے اوسی سلطنت مسلمانون کو ایک حملہ مین تباہ وبرباد کردیا۔

علیم تقضٰے نے جو فرش بہار تقسیم کرادیا تہا وہ جانتے تہے کہ ایسی روز سیاہ کو مسلمان نہ دیکہین اور اسی غرض سے اپنے سامنے اونہون نے سامان عیش ونشاط کو قائم نہین ہونے دیا۔

فردوسی پر متعصبانہ اور غلط الزام۔ ذی علم مصنف قتل رستم کا ذکر کرکے یہہ افسوس کرتے ہین کہ "اس واقعہ کو ہمارے ملک الشعرا نے قومی جوش کے اثر سے بالکل غلط لکہا ہے۔

برآمد خروشے بکردار رعد۔ زیک سوئے رستم زیک سو سعد
چو دیدار رستم بہ خون تیرہ گشت۔ جوانمرد تازی برو چیرہ گشت

ہمارے شاعر کو یہہ بہی معلوم نہین کہ سعد اس واقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تہے"

الزام کی حقیقت۔ یہہ اشعار ملک الشعرا کے نہین بلکہ فردائے شاعران کے ہین کہ جو فارسی النسل تہا اور مذہباً حضرت عمر کی خلافت کا تائید کرنیوالا نہین تہا۔ اسی لئے ذی علم مصنف نے اوسکے کلام پر نکتہ چینی پسند کی ہے۔ لیکن وہ نکتہ چینی اون کی ایسی ہی ہے جیسی کہ ذی علم مصنف کے اس فقرہ پر نکتہ چینی ہوسکتی ہے کہ "سعد اس واقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تھے" حالانکہ خود ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "اس مہم پر سعد سپہ سالار فوج

کے مقرر ہوئے تھے اور وہ خاتمۂ جنگ تک سپہ سالاری فوج کی کرتے رہے ہیں اور اپنی تجویز اور رائے سے فوج کو لڑاتے رہے ہیں البتہ بذاتہ کسی دشمن سے قتال نہیں کیا" سعد کے بذاتہ قتال نہ کرنے کے موقع پر ذی علم مصنف کا وہ فقرہ ہے۔ ایسے ہی غدائے شاعر ان کا اپنے اشعار میں یہ مقصود ہے کہ ایک طرف رستم سپہ سالار تھا اور ایک طرف سعد، وقت جنگ دونوں لشکروں میں خروش رعد کی مانند پیدا ہوا یعنی ایک طرف لشکر رستم اور ایک طرف لشکر سعد جب جنگ میں مصروف ہوا اور اوسی حالت جنگ میں جب رستم خونین ایسا غرق ہو گیا کہ اوس کو کوئی پہچان نہ سکے ایک عرب مرد نے اوسکا کام تمام کر دیا" اس میں کسی واقعہ کی لاعلمی کا الزام اوس شاعر پر نہیں آسکتا۔ وہ بھی شک نہیں جانتا تھا اور کوئی بھی نہیں جانتا ہے کہ خود ذی علم مصنف اگر سعد اس واقعہ میں سرے سے شریک ہی نہ تھے" اور شاعر نے وہ واقعہ کچھ بھی غلط نہیں لکھا ہے۔ جبکہ وہ شاعر مسلمان اور قوم مسلمانوں میں داخل تھا تو اوس کو رستم یا ایرانیوں سے حالت غیر اسلام کے زمانہ پر خیال کرکے قومی جوش پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ البتہ ذی علم مصنف نے شاعر کے مذہب پر جو مخالف حضرت عمر کے تھا نظر کرکے محض غلط نکتہ چینی کی ہے۔

فتوحات شام جنگ یرموک میں بذاتہ حضرت عمر کے چلے نہ جانے پر رائیں۔

ذی علم مصنف اس جنگ کے بعد فتوحات عراق کا خاتمہ کرکے فتوحات شام کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یرموک کی لڑائی میں جب حضرت عمر کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رومی بحر و بر سے اوبلے پڑے ہیں اور بڑے جوش سے حملہ کے لئے آتے ہیں اوس موقعہ پر ذی علم مصنف لکھتے ہیں کہ "حضرت عمر سے عبدالرحمن بن عوف نے کہا، امیرالمومنین

تو خود سپہ سالار بن اور ہمکو ساتھ لیکر چل، لیکن اور صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہ ٹہیری کہ اور امدادی فوجین بہیجی جائین ۔!!

علیمرتضےٰ کی رائے پر حضرت عمر نے عمل کیا

حضرت عمر نے جس وقت اس مہم پر خود جانے کا مشورہ صحابہ سے کیا ہے۔ خود اون کے نہ جانے کی رائے علیمرتضےٰ نے دی تہی اور یہہ فرمایا ہے کہ "جب تم جاؤگے دشمنون کی طرف، اور اون سے مقابل ہوگے، اور تم کو کوئی صدمہ پہونچ جائے گا تو مسلمانون کی، اخیر کنارہ تک کوئی پناہ ہنوگی، اور کوئی مرجع مسلمانون کے لیئے نہین ہوگا۔ پس دشمنون کی طرف کسی جنگ آزمودہ کو بہیجدو اور اوس کے ساتھ تجربہ کار، اور مخلصین کو کردو"!! اسی رائے کو حضرت عمر نے پسند اور اسی رائے پر عمل کیا ہے۔

ذی علم مصنف نے جو اس موقع پر علیمرتضےٰ کے نام کو چہپایا ہے اوس پر ہر ایک مسلمان کو غور کرنا چاہئے کہ ذی علم مصنف نے ایسی رائے دینے والے نام کو جس کو حضرت عمر نے پسند اور اوس پر عمل کیا ہے کیون چہپایا۔؟۔

خالد کی معزولی اور حضرت عمر پر الزام

فتوحات شام ۱۳ھ کے واقعات مین حضرت خالد کا معزول ہونا بے شک ایک اہم واقعہ ہے جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین۔ فتوحات شام مین حضرت خالد کی جو دلیرانہ کوششین ہوئین جن سے ملک شام پر کامیابی حاصل ہوئی اون کا معزول کیا جانا مورخین کی نگاہ مین ایسا ناپسندیدہ ہے کہ جس سے حضرت عمر کی طرف جنہون نے، اون سے تمام خدمات فتوحات لے کر معزول کیا تنگ نگاہی اور تنگدلی بادشاہ سے دیکہا نہین جا سکتا۔ ذی علم مصنف نے بہت کوشش کی ہے کہ اس معزولی کا عیب حضرت عمر کے ذمہ عائد ہو اور اپنی کوشش کے اخیر

مین یہہ کہا ہے کہ ان واقعات سے ایک نکتہ بین شخص بآسانی یہہ سمجھ سکتا ہے کہ خالد کی معزولی کے کیا اسباب تہے اور اوسمین کیا مصلحتین تہین؟"

حضرت عمر پر سے دفع الزام کے لئے تاویلین۔ اول خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "عام مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے عنان خلافت ہاتہہ مین لینے کے ساتہہ پہلا جو حکم دیا وہ خالد کی معزولی تہی"

ابن الاثیر پر یہہ اعتراض کرتے ہین کہ اوس نے خود ہی ۱۳ھ کے واقعات مین خالد کا معزول ہونا لکہا ہی اور خود ہی ۱۷ھ کے واقعات مین اونکی معزولی کا الگ عنوان قائم کیا ہی" پہر ذی علم مصنف یہہ حقیقت بیان کرتے ہین کہ "حضرت عمر خالد کی بعض بے اعتدالیوں کیوجہ سے مدت سے ناراض تہی تاہم آغاز خلافت مین اونسی کچہہ تعرض کرنا نہین چاہا"

حقیقت متعلق تاویل اختلاف سنین ظاہر ہے کہ تمام واقعات عہد خلافت حضرت عمر کے اوسی زمانہ مین قلمبند نہین کئے گئے ہین بلکہ کئی سو برس کے بعد اون روایات کے متعلق روایات جمع کی گئی ہین ایسی حالت مین نہ سنہ کے اختلاف سے کسی واقعہ پر شبہہ ہو سکتا ہے نہ زمانہ کے اختلاف سے جبکہ اصل واقعہ جسکی تحقیق منظور ہو دوسرے واقعات سے ثابت ہو جائے۔

جب کل مورخ متفق ہین کہ خالد شام کی جنگون مین معرکہ آرا تہے وہ سو ۱۳ھ با عنان حکومت ہاتہہ مین لینے کے ساتہہ معزول کیا" کیسے سمجہا جا سکتا ہی؟ مگر حضرت عمر کی ناخوشی خالد کے ساتہہ تاریخون مین زمانہ قبل اسلام اور بعہد حضرت ابوبکر قصہ مالک بن نویرہ مین اچہی طرح ثابت ہے تو مورخین نے بنیاد ارادہ معزولی کو ابتداء زمانہ خلافت مین سمجہہ لیا تو اون پر کیا نکتہ چینی ہو سکتی ہی۔

حضرت عمر پر حقیقی الزام اصل الزام یہہ ہے کہ جب حضرت عمر کو عنان انتظام ہاتہہ مین لینے کے وقت خالد سے ناخوشی تہی اور وہ خالد کو کسی فوجی خدمت

پر ماموُر کرنا پسند نہین کرتے تھے تو اونھون نے شروع ہی سے اون کو افسر فوج کیون مقرر کیا؟ یا

خالد پر مصنف کا الزام

جو الزام ذی علم مصنف خالد کی نسبت لگاتے ہین کہ "خالد کی عادت تھی کہ وہ کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بھیجتے تھے اور جب اون پر تاکید کیگئی تو جواب دیا کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ سے ایسا ہی کرتا آتا ہون اور اب اوس کے خلاف نہین کرسکتا۔ حضرت عمر کو اون کی یہہ خود مختاری کیونکر پسند ہو سکتی تہی اور وہ بیت المال کی رقم کو اس طرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتھ مین دے سکتے تھے چنانچہ خالد کو لکھا کہ تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بھیجتے رہو خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا اور اس بنا پر وہ سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کردیا گیا"

خالد پر مصنف کی الزامی تاویل کی حقیقت۔

خالد کی یہہ خود مختاری اور بیت المال بے دریغ اون کے ہاتہ مین ہونا حضرت عمر کو عہد حضرت ابوبکر مین ضرور معلوم تہا کیونکہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر کو ہی در اصل زمانہ حکومت حضرت عمر کا اہل الرائے نے شمار کیا ہے[۱] پس تعجب ہے کہ حضرت عمر نے حضرت خالد کو فتوحات شام تک کیون ڈھیل دی؟ اور فتوحات شام مین خالد کی خود مختاری اور بیت المال بے دریغ اون کے ہاتہ مین رکھنا کیون گوارا کیا اور روا رکھا؟ البتہ حضرت عمر کی یہہ پالیسی تہی کہ بضرورت فتوحات شام حضرت خالد سے آشتی رکھی جاوے ہمیشہ کمزور سلطنت جس کے استحقاق کو قوت نہین ہوتی اندرون سلطنت کے اقویار یا سرکشون سے ایسا برتاؤ کرتی ہے کہ وہ اقویار یا سرکش وفاداری کے ساتھ زیر اطاعت رہین لیکن جب سلطنت قوی ہو جاتی ہے تو اونہین اقویار یا سرکشون

[۱] مرحوم انربیل سرسید احمد خان و سراج الدین احمد مولف سیرۃ الفاروق و منہج النبوۃ ۱۴۰

کو کمزور کیا جاتا ہے۔

یہہ علیمرتضےٰ کی ہی شان تہی کہ جب وہ خلافت کے لئے قبول کئے گئے تو سب سے پہلے حضرت معاویہ گورنر شام کے عزل کا فرمان جاری کیا۔ یہہ اونہیں سلطان عادل کا طریقہ تہا جو حد سے تجاوز کرنے والے اور جنسے بے اعتدالیان ظہور مین آوین اون کو ایک لمحہ رکن اپنی سلطنت کا نہین بنا سکتے۔

تیسری تاویل دفع الزام کی حقیقت۔ حضرت عمر نے حضرت خالد کو گو منصب سپہ سالاری سے جدا کیا لیکن جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین "وہ اون کو بالکل معزول نہین کیا بلکہ ابوعبیدہ کے ماتحت کر دیا"۔

یہہ بہی ایک اور طرح ہے کہ خود مختاری اور بے دریغ بیت المال کی رقم کو ہاتہہ مین دینے پر اون کی اونگلی کی رہے۔

معزولی خالد کی چوتہی تاویل مصنف کی حقیقت۔ ذی علم مصنف نے اول تو حضرت خالد کی موقوفی اس بنا پر ظاہر کی ہے کہ اوہنون نے فوج کی مصارف ہمیشہ بہیجتے رہنے کو نامنظور کیا"۔ پہر یہہ واقعہ بیان کرتے ہین کہ "حضرت خالد نے ایک شاعر کو دسہزار روپیہ انعام مین دیا پرچہ نویسون نے اوسی وقت حضرت عمر کو پرچہ لکہا۔ حضرت عمر نے ابوعبیدہ کو خط لکہا کہ خالد نے یہہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور بیت المال سے دیا تو خیانت کی دونون صورتون مین وہ معزولی کے قابل ہین"۔

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف حضرت خالد کی وجہہ معزولی مین خود ہی اختلاف کرتے ہین اور ادہر اودہر قدم اٹہا کر وجہہ معزولی کو ٹٹولتے پہرتے ہین۔ اگر وہ حضرت عمر کی رنجش کو وجہہ معزولی قرار دیتے تو اون کو یہان وہان جانے مین حیرانی اور پریشانی نہوتی۔

شان معزولی خالد سننے کے قابل ہے

ذی علم مصنف جس شان سے کہ معزولی حضرت خالد کی ظہور مین آئی اوس پر یون تفہ برِ شرح کرتے ہین "خالد جس کیفیت سے معزول کئے گئے وہ سننے کے قابل ہے۔ (مترجم بہی ذی علم مصنف سے اتفاق کرتا ہون کہ خالد جس کیفیت سے معزول کئے گئے ضرور سننے بلکہ یاد رکہنے کے قابل ہے۔) قاصد نے جو معزولی کا خط لیکر آیا تہا مجمع عام مین پوچہا کہ یہہ انعام تمنے کہان سے دیا؟ خالد اگر اپنی خطا کا اقرار کر لیتے تو حضرت عمر کا حکم تہا کہ اون سے درگذر کیجائے لیکن وہ خطا کے اقرار کرنے پر راضی نہ تہے۔ مجبوراً قاصد نے معزولی کی علامت کے طور پر اون کے سر سے ٹوپی اوتارلی اور اون کی نافرمانی کی سزا کے لئے اہنی کے عمامہ سے اون کی گردن باندہ لی"۔

شان معزولی خالد پر مصنف کی رائے

اس واقعہ کو ذی علم مصنف حیرت انگیز ظاہر کر کے یہہ رائے دیتے ہین کہ "ایک ایسا بڑا سپہ سالار جسکا نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تہا اور جسکی تلوار نے عراق اور شام کا فیصلہ کر دیا تہا اسطرح ذلیل کیا جا رہا ہے اور مطلق دم نہین مارتا۔ اس واقعہ سے ایک طرف تو خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہے اور دوسری طرف حضرت عمر کی سطوت و جلال کا اندازہ ہوتا ہے"۔

خالد کی تمام اسلام مین بے نظیر سپہ سالار ہونے کی حقیقت

اگرچہ یہہ امر کہ خالد ایسے بڑے سپہ سالار تہے جن کی نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تہا از حد مبالغہ ہے۔ یہہ ایسے بڑے سپہ سالار تہے کہ جو معہ اپنے رسالہ کے جس مین قبیلہ بنی سلیم کے لوگ تھے حنین مین سب سے اول بہاگ گئے تہے۔ ہان یہہ کہنا صحیح ہو سکتا تہا کہ جو افسر فوج اوس زمانہ مین مقرر کئے گئے یا جن جن لوگون نے اوس وقت کام افسری فوج کا قبول کیا تہا اون مین حضرت خالد

بڑے سپہ سالار رہتے ۔

حضرت خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی اور حضرت عمر کے سطوت اور جلال کی حقیقت ۔

اون کی نیک نفسی اور حق پرستی اور حضرت عمر کے سطوت اور جلال کو اس واقعہ سے جو ذی علم مصنف اخذ کرتے ہین افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے اپنی رائے قائم اور ظاہر کرتے وقت واقعات متعلقہ پر جو اس واقعہ سے مسلسل ہین مطلق غور نہین کیا زمانہ قبل اسلام مین باہم دونون کے ناخوشی ہتی اور بعد حضرت ابوبکر حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کے قتل کے مسئلہ مین جو نالایق کارروائی کی ہتی اوس پر حضرت عمر ازحد برہم ہوئے تہے اور اون کو واجب القتل قرار دیتے تھے مگر حضرت ابوبکر کی حمایت نے اوس برہمی کو چلنے نہین دیا تہا اور عہد حضرت عمر مین کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بہیجتے تہے اور حضرت عمر کی تاکید پر حضرت خالد نے صاف انکار کردیا جس کو ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "حضرت عمر کو اون کی یہ خودمختاری کیونکر پسند ہوسکتی ہتی ۔ اور بیت المال کی رقم اسطرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتہہ مین دے سکتے تھے"

پہر جب حضرت خالد کو یہ لکہا گیا کہ تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بہیجتے رہو ۔ خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا، یہ شاعر کو دس ہزار روپئے دیدئے اور خالد نے اپنی خطا کا اقرار نہ کیا،،

ان تمام واقعات سے حضرت خالد کی نافرمانی اور سرتابی شدت کے ساتہہ بمقابلہ اطاعت حضرت عمر کے ظاہر ہے ۔ اگر حضرت عمر کی اطاعت اور اون کے احکام کی تسلیم واجب ہتی تو حضرت خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی جس حیثیت سے کہ ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کیونکر قبول کیجا سکتی ہے ۔ اور نہ حضرت عمر کی

سطوت اور جلالت کا حضرتِ خالد کے مقابل مین کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ حضرت خالد برابر مخالفت اور نافرمانی حضرتِ عمر کی کرتے رہے۔

اسی جگہ سے یہ امر اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خالد نے جس کیفیت سے اپنی معزولی اور سزایابی کی سزا پر دم نہین مارا یہ امر کسی اور وجہہ سے تھا۔ اگر حضرت خالد حضرت عمر کی اطاعت کو حق جانتے ہوتے اور اون کے سطوت و جلال کو مانتے ہوتے تو نوبت اپنی معزولی کی نہ آنے دیتے۔ اور سر تسلیم خم کئے رہتے لیکن اونہون نے قبل معزولی جو اپنی گردن حضرت عمر کے سامنے نہین جھکائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمسر حضرتِ عمر کا سمجھتے تھے مگر وقت معزولی کے جو دم نہین مارا یہہ وہی امر تھا کہ جس کو علم مصنف نے قرار دیا تھا یعنی خلافت جس نوعیت سے کہ قائم ہو جائے اور جس ڈھب سے جو کوئی خلیفہ ہو اوس کی خلافت مین مخالفت شروع نہ کرنا چاہئے کہ باہم مسلمانون کے جنگ ہونے سے دین اسلام جو تازہ تھا اور مسلمانون کی سلطنت تباہ اور برباد ہو جاوےگی۔ اوسی طریقہ نے حضرت خالد کو وقت معزولی اور معزولی کے بعد سر نہین اوٹھانے دیا۔ چنانچہ حضرت خالد کی تقریر جو ذی علم مصنف نے نقل کی ہے اوس پر غور کرنے سے اہل نظر نتیجہ نکال سکتے ہین اور جس سے تائید میرے سخن کی ہو سکتی ہے نہ ذی علم مصنف کی رائے کی۔

حضرت عمر کی نسبت خالد کے خیالات

وہ واقعہ تقریر حضرت خالد کا ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ جب خالد نے حمص پہونچکر اپنی معزولی کے متعلق ایک تقریر کی جس مین کہا کہ امیر المومنین عمر نے مجکو شام کا افسر مقرر کیا اور جب مین نے تمام شام کو زیر کر لیا تو مجکو معزول کر دیا۔ اس فقرہ پر ایک سپاہی اوٹھہ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے سردار چپ رہ ان باتون سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ خالد نے کہا ہان! لیکن عمر کے ہوتے فتنہ کا کیا

کیا احتمال ہے"؟!!

خالد کے خیالات کی تشریح

اس تقریر مین وہ امور تو کہلے کہلے ہین کہ حضرت خالد کو حضرت عمر کی اطاعت اور حق اپنی اور اون کے سطوت وجلال کا کس نوع کا خیال تہا مگر اخیر فقرہ نہایت پر معنی ڈہکا ہوا ہے "جبکہ ایک سپاہی نے کہا کہ اے سردار چپ رہ ان باتون سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے خالد نے کہا ہان! لیکن عمر کے ہوتے فتنہ کا کیا احتمال ہے؟! جس کے در پردہ معنی یہہ ہو سکتے ہین کہ خالد حضرت عمر کی اطاعت کو معزولی مین عدد رجہ ناپسند کرتے تھے اور حضرت عمر کی طرف سے بدگمانی نہین بلکہ نہایت خراب خیالات تھے اور حضرت خالد یہہ ہی سمجہتے تھے کہ میرے خیالات کے شائع ہونے سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن جہان حضرت عمر ہون وہان فتنہ کا احتمال نہین۔

سیف اللہ خان بہادر کی معزولی کی ایک اور وجہہ

پہر ذی علم مصنف حضرت خالد کی معزولی کی ایک اور وجہہ نکال کر اسطرح بیان کرتے ہین کہ "خالد نے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا کہ عمر خدا کی قسم تم میرے معاملہ مین ناالضافی کرتے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی؟ خالد نے کہا کہ مال غنیمت سے۔ اور یہہ کہہ کر کہا کہ ساٹھ ہزار سے جسقدر زیادہ رقم نکلے وہ مین آپ کے حوالہ کرتا ہون۔ چنانچہ بیس ہزار روپیہ زیادہ نکلے اور وہ بیت المال مین داخل کر دئے گئے۔ حضرت عمر نے خالد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ خالد واللہ تم مجکو محبوب بہی ہو اور مین تمہاری عزت بہی کرتا ہون۔

یہہ کہکر تمام عمالان ملکی کو لکہہ بہیجا کہ مین نے خالد کو ناراضی سے یا خیانت کی بنا پر موقوف نہین کیا لیکن چونکہ مین یہہ دیکہتا تہا کہ لوگ اون کے مفتون ہوتے جلتے ہین اس لئے مین نے انکا معزول کرنا مناسب سمجہا تاکہ لوگ سمجہہ لین کہ جو کچہہ کرتا ہے خدا کرتا ہے"۔

یہہ واقعہ اور بہی تعجب افسر ورہے۔ حضرت خالد حضرت عمر پر اپنی معزولی

اس حیرت افروز وجہہ معزولی کی مفصل حقیقت۔

معزولی کے معاملہ مین نا انصافی کا الزام لگاتے تہے اور خود اون کے پاس اون کے حق سے زیادہ جو دوسرون کا حق تہا مال غنیمت نکلا۔

حضرت عمر نے وقت معزولی قاصد سے وہ بے عزتی خالد کی کرائی جو سراسر خلاف اخلاق تہی (یہہ غیر ممکن تہا کہ وہ بے عزتی خالد کی خود قاصد نے بغیر ہدایت حضرت عمر کے اپنی طرف سے کی ہو) اور خالد سے فرمایا یہہ کہ واللہ تم مجھکو محبوب بہی ہو اور مین تمہاری عزت بہی کرتا ہون۔ اور

باوصف اس کے کہ بیس ہزار روپیہ خالد کے پاس ایسا نکلا جو بیت المال مین داخل کیا گیا اور پہر حضرت عمر نے عمال کو لکہہ بہیجا کہ ناراضی سے یا خیانت کی بنا پر موقوف نہین کیا" اور ایک نئی وجہہ معزولی کی ظاہر کردی۔

مین بہی اس امر سے اتفاق کرتا ہون کہ بے شک حضرت عمر کے دل مین یہ خطرہ پیش ہوا ہوگا کہ خالد کے لوگ مفتون ہوتے جاتے ہین ایسا نہو کہ قوت اور جمعیت بہم پہنچا کر خالد حضرت عمر کو خلافت سے معزول نہ کردین مگر یہہ خطرہ حضرت خالد کی معزولی کے لئے حجت نہین ہو سکتا۔

اگر مسلمان حضرت خالد کو اون کی نمایان کار روائیون سے خلافت کے لئے پسند کر لیتے اور حضرت عمر کو معزول کر دیتے تو اوسی بنا کی تائید ہوتی جس کو خود حضرت عمر نے قائم کیا تہا یعنی جس کو مسلمان قبول کر لین وہی خلیفہ ہو جاوے اور لوگون کے اس اصول پر مفتون ہو جانے سے حضرت عمر کو خوش ہونا چاہئے تہا کہ اون کی بنا قائم کردہ کی لوگ تقلید کرتے ہین۔ لیکن یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر ایسی تقلید کو اپنے عہد اور اپنے مقابلہ مین گوارہ نہین کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا اصول اون لوگون کے زوال استحقاق کے لئے قرار دیا تہا جو دوسرے اصول سے حق خلافت رکہتے تہے

ایسے واقعات اور اسباب اور مصلحتون پر غور کرنیسے ہر شخص اور ہر نکتہ بین بیشک باسانی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے امور جو کچھ کرتا ہے وہ خدا کا بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے خدا اوس کو اوس کو ایسے اعمال پر مجبور نہین کرتا ہے۔

فتوحات عہد عمر پر ایک اجمالی رائے

ذی علم مصنف نے عہد خلافت حضرت عمر مین جو فتوحات عراق اور شام اور عراق اور ایران و مصر کے دکھائے اسکے دیکھنے سے ضرور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین مسلمانون کی ملک و دولت کو بہت کچھ ترقی ہوئی لیکن جب واقعات فتح سندیون پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اون فتح سندیون مین محض مسلمانون اور اون کے افسرون کے کارنامے ہین جو اون کی شجاعت کی داد دلواتے ہین۔ اور وہ اون کی اوس قوت مجتمعہ کی علامت ہین جو عہد پیغمبر مین قائم ہوئی تھی اور جو بعد وفات پیغمبر برقرار رہی گئی مگر اون فتح مندیون اور کارنامون مین حضرت عمر کے فکر و عمل کا ذاتی حصہ کچھ بھی نہین ہے۔ جیسا کہ عہد پیغمبر مین حصہ فکر و عمل کا پیغمبر اور علیمرتضیٰ پر منحصر تھا۔

حضرت عمر نے نہ کسی مہم کو بذاتہ سر کیا ہے نہ کسی جنگ مین بذاتہ شریک ہوئے اور جیسے حضرت عمر نے عمل مین کچھ حصہ نہین لیا ہے ویسے ہی بذاتہ فکر مین اونہون نے کوئی حصہ نہین لیا ہے۔ جس قدر امور اہم ملک گیری کے پیش آئے ہین اور جسمین یہ فتوحات عظیمہ ہوئے ہین اون مین برابر لڑے اور مشورے علیمرتضیٰ کو قبول کیا ہے۔

انتخاب خلیفہ کے سوچ بچار مین حضرت عمر کی غلطیدگی و پیچیدگی

ذی علم مصنف خاتمہ فتوحات کر کے کیفیت زخمی ہونے حضرت عمر کی جس سے اون کی زندگی منقطع ہونے اور اوس زخم سے اون کی جان بر نہو سکنے پر یقین ہو جانے اور بی بی عائشہ سے اجازت دفن پہلوے پیغمبر مین حاصل کرنے کے بعد ظاہر کرتے ہین کہ وہ اوس وقت اسلام کے حق مین جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمر سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ

آپ ہٹ کر جائے۔ حضرت عمر نے خلافت کے معاملہ پر مدتون غور کیا تہا اور اکثر اوسکو سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگون نے اون کو اس حالت مین دیکہا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہین اور کچہہ سوچ رہے ہین دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب مین غلطان و پیچان ہین ؎

حضرت عمر کے سوچ بچار کی حقیقت

نیرنگی زمانہ بہت تاسف کرتی ہے جب نظر کیجاتی ہے کہ پیغمبر نے اپنے اخیر حصہ زندگی مین جب یہ فرمایا کہ ”دے آؤ میرے پاس دوات اور کاغذ“ تاکہ لکہدون مین ایسی کتابت کہ تم بعد میرے گمراہ نہو“ اوس وقت خلیفہ کے نام کا اظہار از روے کتابت امر اہم نسمجہا گیا اور بجائے اس کے کہ صحابہ خود درخواست پیغمبر سے کرتے پیغمبر نے اپنی طرف سے اوس کا اظہار چاہا، تو پیغمبر کے فرمانے کو ”ہذیان“ کہا گیا، اور اوس وقت باہم صحابہ کے ایسا شور و غل ہوا کہ پیغمبر کو بہ مجبوری یہ حکم دینا پڑا کہ میرے پاس سے اوٹہ جاؤ۔ کسقدر قابل افسوس ہے کہ حضرت عمر سے تو بار بار صحابہ درخواست کرین کہ وہ ہم طے کر جائے اور پیغمبر کی درخواست کو اوسی اہم کے لئے کوئی نہ سُنے۔

حضرت عمر نے مدتون خلافت کے معاملہ پر غور کیا ہوگا اور متفکر بیٹھے رہتے ہونگے اور اوس بارہ مین غلطان و پیچان ہونگے۔ وہ مدتون کا زمانہ اون کے ایام خلافت کا ہوگا جس کو ذی علم مصنف نے دس برس چہہ مہینے چار دن بیان کیا ہے مگر نہین وہ زمانہ مدتون کا حضرت عمر کے روز اسلام سے ہوگا اوسی وقت سے وہ سوچتے ہونگے کہ بعد پیغمبر خلافت کسکا حق ہے؟۔ اور کس مین اوس کی قابلیت ہے؟ لیکن جب مدتون اپنے زمانہ صحت مین وہ معاملہ خلافت کو طے نہ کر سکے اور ہمیشہ غلطان اور پیچان رہے تو اخیر وقت جانکاہی پر اوس معاملہ مین جو کچہہ اونہون نے تجویز کی بہت مشکل سے اطمنان ہو سکتا ہے کہ وہ رائے اون کی صحیح تھی۔ مگر پیغمبر نے

شروع سے اس معاملہ کو کہ اون کے بعد کون خلیفہ ہوگا قرار دیدیا تہا اور اپنی تمام زندگی مین تجربہ کرلیا تہا کہ کون اوس کا مستحق ہے اور کون اوسکی لیاقت رکہتا ہے اور چند مرتبہ جو کوئی اوس کی قابلیت اور لیاقت رکہتا تہا اوس کو تبا اور جتا بہی دیا تہا۔ اپنے اخیر حصہ زندگی مین پیغمبر کو بذریعہ تحریر کے اوس کا نام ظاہر کردینا بہی کچہ دشوار نہ تہا۔ اون کو اپنے زمانہ وفات کے قریب نہ سوچنے کی ضرورت تہی اور نہ متفکر ہونے کی حاجت تہی نہ اوس کی تجویز مین غلطان و پیچان ہو سکتے تہے۔ باانہمہ زمانہ نے بذریعہ کتابت کے نام اوس شخص کے ظاہر کرنے کو کہ وہ شخص بعد اون کے خلیفہ ہوگا افسوس ہے کہ روک دیا۔

نوعیت تجویز انتخاب خلیفہ حضرت عمر نے جو تجویز انتخاب خلیفہ کی اپنے بعد ظاہر کی اوس کو ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ۔ مدت کی غور اور فکر پر بہی اون کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تہی بارہا اون کے موہنہ سے آہ نکل گئی کہ افسوس اس بار گران کا کوئی اٹہانیوالا نظر نہین آتا۔ تمام صحابہ مین چند شخص تہے جنپر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تہی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد وقاص عبدالرحمن بن عوف۔ لیکن ان سب مین کچہ نہ کچہ کمی پاتے تہے اور اس کا اونہون نے مختلف موقو نپر اظہار بہی کردیا تہا چنانچہ طبری وغیرہ مین اون کے ریمارک بہ تفصیل مذکور ہین۔

مذکورہ بالا بزرگون مین وہ حضرت علی کو سب سے بہتر جانتے تہے لیکن بعض اسباب سے اون کی نسبت بہی قطعی فیصلہ نہین کرسکتے تہے۔ غرض وفات کے وقت جب لوگون نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چہ شخصون مین جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کیا جائے۔

نوعیت تجویز انتخاب خلیفہ کی حقیقت یہہ سچ ہے کہ حضرت عمر کی کسی شخص کے

اصحاب پر نظر نہ جمتی ہوگی اس لئے کر دیا صاحب تدبیر جیسا کہ وہ خود اپنے آپ کو سمجھتے تھے اون کے عندیہ مین کوئی بھی نہ تہا۔ جس آسانی سے کہ اونہون نے خلافت کو حاصل کیا ایسی آسانی سے بذاتہ کوئی حاصل نہ کر سکتا تہا البتہ اونہین کی تدبیر سے بہ آسانی اون کے بعد خلیفہ ہو سکتا تہا جیسا کہ ہوا۔ اون کو ایسے وقت پر اس بات کا لحاظ کرنا ضرور تہا کہ پیغمبرؐ کی بھی نگاہ کسی پر پڑتی تہی یا نہین کہ اونکے بعد خلیفہ ہو۔ حضرت عمر کی جن چہ شخصون پر نگاہ پڑتی تہی جنہین وہ کچہہ نہ کچہہ کمی پاتے تھے۔ منجملہ اون چہ شخصون کے علیہ تفضے کی نسبت اونکو یہ سوچنا بھی تہا کہ پیغمبر بھی اون مین کچہہ کمی پاتے تھے کہ نہین؟۔ اور پیغمبرؐ کے جسقدر ارشادات اونکی نسبت ہین اون سے کوئی کمی اون مین پائی جاتی تہی یا نہین؟ اگر بلحاظ ارشادات پیغمبر اون مین کوئی کمی نہین پائی جاتی تہی تو پیغمبر کی رائے پر اپنی رائے کو فوق دینا ہے۔۔

حضرت عمر کو علیہ تفضے کی قابلیت کا علم اور اوس کا ثبوت

حضرت عمر پیغمبرؐ کے عہد مین علیہ تفضے کی ہر قسم کی لیاقت اور قابلیت اور اتفاق کو دیکہہ چکے تھے اور جان چکے تھے، اور اپنے عہد مین بہی اون کی رائوں اور مشورون کے بموجب عمل کر چکے تھے اور ستر بہتر مرتبہ یہہ فرما چکے تھے۔ لولا علی لہلک عمر، اور چند مرتبہ اپنی غیبت مین سفر کے وقت علیہ تفضے کو کاروبار خلافت سپرد کر چکے تھے یا اون کو نائب مقرر کر گئے تہے تو پہر سمجہہ مین نہین آتا کہ علیہ تفضے کی قابلیت کاروبار خلافت مین کس بات کی کمی تہی۔ باینہمہ جو علیہ تفضے کو باوصف اس کے کہ اون کو سب سے بہتر جانتے تھے پہر اون کے دل مین کیا بات تہی کہ جس نے علیہ تفضے کو پانچ شخصون کے ساتہہ مساوی درجہ مین رکہہ کے اور امر خلافت کو چہہ شخصون کے درمیان دائر کر کے حالت تنازع مین رکہا اور معاملۂ خلافت کے فیصلہ کو دوسرون کی رائے پر چہوڑا۔ اور باوجود علیہ تفضے کو سب سے

بہتر جانشین کے جن بعض اسباب نے حضرت عمر کو قطعی فیصلہ نہیں کرنے دیا وہ بعض اسباب یقینی وہی ہونگے کہ جن اسباب نے اون سے اوس وقت مزاحمت کرائی جبکہ پیغمبر اپنے قریب زمانہ وفات مین بذریعہ کتابت کے اظہار کرنا چاہتے تھے۔

ذی علم مصنف نے جہان یہ بیان کیا ہے کہ "حضرت عمر اون چھون شخصون مین جنپر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے" حاشیہ پر یہ فرماتے ہین کہ "

حاشیۂ مصنف حضرت عمر سے دفع الزام مزاح۔

حضرت عمر نے اور بزرگون کی نسبت جو غور وہ گیریان کین اگر اون کو ہم نے ادب سے نہین لکھا لیکن اون مین چار کلام نہین البتہ حضرت علی کے متعلق جو نکتہ چینی حضرت عمر کی زبانی تمام تاریخون مین منقول ہے یعنی یہہ کہ اون کے مزاج مین ظرافت ہے یہہ ایک خیال ہی خیال معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علی ظریف تھے مگر اسیقدر جتنا ایک لطیف المزاج ہو سکتا ہے "

دفع الزام مزاح کی حقیقت۔

حضرت عمر جو حضرت علی کے متعلق خورده گیری مزاح کی فرماتے تھے۔ ذی علم مصنف نے مزاح کی حقیقت اور اوس کے درجہ ممدوح اور مذموم پر (جو ہمارے دیگر عزیزون مین شائع ہو چکے ہین) نظر کر کے حضرت عمر کی نکتہ چینی کو حضرت علی کے متعلق قبول نہین کیا۔ لیکن ذی علم مصنف نے اپنی رائے حضرت عمر کی نکتہ چینی کے قائم کرنے کے وقت جو وہ علیم تھے کی تعلق کیا کرتے تھے اس پہلو پر نظر نہین کی کہ خود حضرت عمر از حد عبوس تھے اس لئے حضرت علی کی وہ ظرافت بھی جو ایک لطیف المزاج بزرگ کے لئے ہو سکتی ہے حضرت عمر کی طبیعت کے خلاف ہو سکتی تھی۔

ترش رو اور بشاش بشاش الطبعیس باہم متضاد ہوتی ہین اور ایک دوسرے کی طبیعت کو پسند نہین کر سکتا۔ گو یہہ امر آخر ہے کہ ان دونون

اوصاف مین سے کونسا وصف ممدوح ہے جس کو حکما نے علم اخلاق مین بیان کیا ہی۔

مکالمہ حضرت عمر با حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمر کے راز سربستہ کا افشار۔

ذی علم مصنف حضرت عمر کی نکتہ چینی مزاج سے جو وہ حضرت علی کے متعلق کرتے تھے متفق ہو کر یہ حقیقت بیان کرتے ہین کہ وہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کس طرح اون کے آگے سر نہین جھکاتے تھے؟ اور طبری سے وہ مکالمہ جو حضرت عمر اور عبداللہ ابن عباس سے ہوا تھا نقل کرکے یہ کہتے ہین کہ وہ حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا!!

(پہلا مکالمہ)

حضرت عمر! کیون عبداللہ ابن عباس علی ہماری ساتھ کیون نہین شریک ہوئے؟

عبداللہ ابن عباس! مین نہین جانتا۔

حضرت عمر! تمہارے باپ رسول کے چچا۔ اور تم رسول اللہ کے چچیری بھائی پھر تمہاری قوم تمہاری طرفدار کیون نہین ہوئی؟۔

عبداللہ! مین نہین جانتا۔

حضرت عمر! لیکن مین جانتا ہون کہ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہین کرتی تھی

عبداللہ! کیون؟۔

حضرت عمر! وہ یہ پسند نہین کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون ہون۔ شاید تم یہ کہوگے کہ حضرت ابوبکر نے ہم کو خلافت سے محروم کر دیا! لیکن خدا کی قسم یہ بات نہین۔ ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہین ہو سکتی تھی اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو اون کا ایسا کرنا تمہارے حق مین کچھ

کچھ بھی مفید نہوتا۔

(دوسرا مکالمہ)

حضرت عمر! کیون عبداللہ بن عباس! تمہاری نسبت مین بعض بعض باتین سنا کرتا تہا لیکن مین نے اس خیال سے اون کی تحقیق نہین کی کہ تمہاری عزت میری آنکھون مین کم نہو جائے۔

عبداللہ! وہ کیا باتین ہین؟۔

حضرت عمر! مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو لوگون نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً اور ظلماً چھین لی۔؟

عبداللہ! ظلماً کی نسبت تو مین نہین کہہ سکتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہین لیکن حسداً تو اسکا تعجب کیا ہے ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہین پھر محسود ہون تو کیا تعجب!!؟

حضرت عمر! افسوس خاندان بنی ہاشم کے دلون سے پرانے رنج اور کینے نہین جاتے۔

عبداللہ! ایسی بات نہ کہئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عمر! اس تذکرہ کو جانے دو۔

عبداللہ! بہت مناسب۔

مکالمون سے قوم مین آزادی اور حق گوئی کے رواج کا استدلال

ذی علم مصنف ان مکالمات سے علاوہ اصل واقعہ کے اس بات کا بھی اندازہ کرانا چاہتے ہین کہ دورِ حضرت عمر کے مبارک عہد مین لوگ کس دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے اور یہہ زیادہ تر اسی وجہ سے تہا کہ حضرت عمر خود آزادی اور حق گوئی کو قوم مین پھیلانا چاہتے تھے۔

رازِ سربستہ کی حقیقت کی تمہید یہ تو سچ ہے کہ ان مکالمات سے حضرت عمر کا رازِ سربستہ فاش ہو جاتا ہے لیکن اصل واقعہ کی حقیقت کے بیان سے ذی علم مصنف نے پرہیز کیا ہے۔ اور یہ نہیں دکھایا کہ حضرت عمر کے بیان کی کہاں تک اور کتنی صداقت ہو سکتی ہے اور ان مکالمات کا دیکھنے والا کیونکر مطمئن ہو کہ حضرت عمر نے جو کچھ فرمایا وہ قابل تسلیم ہے۔

ذی علم مصنف نے صرف اس قدر نکتہ چینی کی نسبت ضرور کہا ہے کہ وہ حضرت عمر کا یک خیال ہی خیال تھا، اور اس نکتہ چینی کو قبول نہیں کیا ویسا ہی پہلی [illegible] بیان حضرت عمر کا ہے وہ بھی نسبت ایسے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمر نے جو کچھ کہا ہے وہ خلافت کو خاندان رسالت سے نکالنے کا فقط بہانہ ہی بہانہ ہے۔!

پہلے مکالمہ میں حضرت عمر کے قول کی حقیقت حضرت عمر نے جو یہ فرمایا ہے کہ علی ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے، اس کا منشا یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے شریک اس امر کے نہیں ہوئے کہ خلافت غیر خاندان رسالت میں چلی جاوے یعنی علی نے اون کی صحت خلافت کو نہیں تسلیم کیا۔ نہ اون کے [illegible] ہونے کی تائید کی بلکہ اون کی خلافت کو بے محل دانستہ ہے۔ [illegible] شریک حضرت عمر نہ ہونے سے یہ مراد اس جگہہ نہیں ہے کہ علی اپنی [illegible] نیک مشورہ دینے میں حضرت عمر کے شریک نہیں ہوئے یا عہد حضرت ابوبکر میں مرتدین کے دفع میں جنہوں نے محاصرہ مدینہ کا کیا تھا علی نے مدد نہیں دی۔ اگرچہ حضرت ابوبکر کے عہد میں بھی دفع مرتدین میں اور حضرت عمر کے عہد میں جو اپنی [illegible] نیک مشورہ سے علی نے مدد دی وہ حقیقت میں ذاتی مدد حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا ان کی خلافتوں کی نہیں

تہی - بلکہ وہ تائید دین اسلام کی تہی جسکا نتیجہ توی خلافت سلمانون کی تہی -

اس امر کا فیصلہ اکہ خلافت خاندان رسالت میں قائم رہے یا دوسرے محل پر چلی جاوے اور اوس کی نسبت کس کی رائے صحیح تہی؟ علی کی یا عمر کی، ہر سلمان کی رائے پر باقی رہتاہے - جدہر جلہے چلا جائے - لیکن ہر سلمان کا فرض ہے کہ وہ پیغمبر کی مرضی کا پابند ہو -

علیہ تغنے اکے تعلقات کی پیچیدگی قریش کے ساتہہ اور اوسکی حقیقت

گو حضرت علی کے تعلقات کچہہ قریش کے ساتہہ ایسے پیچ در پیچ ہو گئے تھے کہ قریش کو اون کے آگے سر جہکانا گوارہ ہو مگر وہ پیچیدگیان زیادہ تر پیغمبر کی وجہہ سے واقع ہو گئی تہین جنکی بنیاد پیغمبر کی حمایت اور رفعت تہی اور خلاف قریش کے دین اسلام کا قائم کرنا تہا جو قوت بازوے علیہ تغنے سے قائم ہوا -

ورنہ حضرت ابوطالب آخری موروثی شہر یار شہر مکہ کے زمانہ تک قریش اپنی خاندان بنو ہاشم کے آگے سر جہکاتے چلے آتے تھے - بے شک کچہہ لوگ ویسے ہے جن کے سر گروہ حضرت عمر تہے یہ پسند نہین کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون آجائین مگر دیکہنا یہ تہا کہ پیغمبر بہی اس بات کو پسند کرتے تھے یا نہین کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون آجائین اور اس بارہ مین پیغمبر کا منشا کیا تہا؟ -

بنی ہاشم کی سرداری کل قوم گوارا نہ کرتی اسکی مفصل حقیقت

یہ امر صحیح نہین ہے جیسا کہ تاریخی واقعات دکہا رہے ہین کہ کل قوم قریش بنی ہاشم کا سردار ہونا گوارا نہ کرتے ہون، جیسا کہ اون واقعات سے ظاہر ہوتاہے جبکہ لوگ خانۂ جناب سیدہ مین حضرت ابوبکر کی خلافت کی درہمی وبرہمی کے لئے جمع ہوتے تھے اور علیہ تغنے کا سردار ہونا چاہتے تہے اور حضرت ابوسفیان

نے علیم تقضےٰ کی تائید کرنے کے واسطے درخواست کی تہی۔ البتہ بعض لوگ قریش سے جیسے حضرت عمر تھے وہ بنی ہاشم کا سردار ہونا قبول نہین کرتے تھے۔

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرات شیخین اور تیسرے حضرت ابوعبیدہ علیم تقضےٰ کے استحقاق اور قابلیت خلافت پر اور پیغمبر کے قول اور فعل پر نظر کر کے خلافت بنی ہاشم مین قبول کر لیتے جیسا کہ بعض انصار متفق ہوگئے تھے تو کسی شخص کو قوم قریش سے سر اوٹہانے کی مجال نہوتی اور بالاتفاق گروہ انصار اور اصحاب رسول اور دیگر مسلمان اسیوقت علیم تقضےٰ کو سردار تسلیم کر لیتے اور اگر بعض پاکل قوم قریش علیم تقضےٰ کا سردار ہونا گوارہ نہ کرتی تو اونکا گوارہ نہ کرنا شرط خلافت کے لئے کسی کو نہین ہوسکتا تہا۔

قوم قریش نے حضرت محمد صلعم کا ابتدائً رسول ہونا کب قبول کیا تہا یہانتک کہ سخت نوبت جنگ و جدل کی پہونچی۔ لیکن آخر کار کل قوم قریش نے ایک ہی خاندان مین رسالت و خلافت کو قبول کر کے حضرت محمد صلعم کو رسول اللہ اور بادشاہ قوم و ملک بلکہ بادشاہ کونین قبول کرلیا۔ ایسے ہی علیم تقضےٰ کو کل قوم قریش اگر ابتدائً نہین تو آخر کار ضرور سردار قبول کر لیتے۔

لیکن سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے بے محل خلیفہ قبول کرنے سے یا حضرت ابوبکر نے جو اقالہ بیعت کا چاہا تہا اور اسکو وہ عملین نہ لائے اوس سے ہر ایک شخص کو جرات اور حوصلہ سردار بن جانیکا پیدا ہوگیا جس سے باہم مسلمانون کے جنگ شروع ہوکر دین اسلام اپنے مرکز پر قائم نرہا اور خاندان رسالت ہی تباہ ہوگیا اور قومی سلطنت مسلمانو کی روی زمین پر نہیل سکی

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین علیم تقضےٰ سردار قبول کرلئے جاتے یا حضرت ابوبکر اقالہ بیعت پر عمل کر لیتے تو صرف بنی ہاشم کو مفید نہوتا بلکہ تمام مسلمانون

اور اون کی قومی سلطنت کو فائدہ پہونچتا۔

دوسرے مکالمہ مین فریقین کی تقریرون کے تلخ ہونے کا ثبوت

دوسرے مکالمہ مین جو گفتگو باہم حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ کے ہوئی ہی ذی علم مصنف نے اوسکا ابتدائی واقعہ ترک کرکے کہ وہ مکالمہ کیونکر شروع ہوا ہی (جسکو عاقل کانگڑوی نے اپنے مختصر مگر عجیب ریویو موسوم الذکر الافلح فیما اسند عمرو اصلح مین مفصل لکہدیا ہے) بہت نرم کرکے دکہایا ہے۔

آخر گفتگو مین باہم دونون کے ایسی شدت ہوئی ہے کہ اگر دونون اپنے اپنے موقع پر طرح نہ دیجاتے تو ابن عباس کے ہاتہ سے حضرت عمر کی یا حضرت عمر کے ہاتہ سے ابن عباس کی وہی حالت ہوتی جو حضرت عمر کی حالت ابو لولوہ کی ہاتہ سے ہوئی۔ تاہم یہہ مکالمہ بقدر ذی علم مصنف نے لکہا ہے اوس سے علاوہ اس کے کہ حقیقت سخن کسطرف ہتی، بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے دل مین بہی ابن عباس کی نسبت یہہ خیال تہا کہ جو باتین اونہون نے ابن عباس کی نسبت سنی تہی اوس کی تحقیق اس لئے نہین کی کہ اونکی عزت حضرت عمر کی آنکہون مین کم ہوجائے، لیکن ابن عباس نے حضرت عمر کے موہنہ پر ایسی باتین کین کہ جس سے علانیہ واضح ہوجاتا ہے کہ ابن عباس کی نگاہ مین حضرت عمر کی کس قدر کی وقعت ہتی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

حضرت عمر کے عہد مین حق گوئی اور آزادی کے رواج کی حقیقت

اس مکالمہ سے یہہ نتیجہ ہرگز پیدا نہین ہوتا کہ "حضرت عمر کے مبارک عہد مین کس دلیری بیباکی سے لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے یا حضرت عمر خود آزادی اور حق گوئی قوم مین پہیلانا چاہتے تھے" بلکہ اس مکالمہ سے یہہ واضح ہوتا ہے کہ باہم ابن عباس اور حضرت عمر کے حق ناحق کی گفتگو ہوئی ہے۔

حضرت عمر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اون کے اور خاندان بنی ہاشم کے دلون مین پرانے رنج اور کینے چلے آتے تھے ۔ جس سے ایسا اوس بیان کی ہوتی ہے کہ خاندان بنی عدی، اور بنی عبد الشمس سے کہ جو سگے بہائی حضرت ہاشم کے تھے عداوت چلی آتی تہی اور جسکا پہلے ذکر آچکا ہے

بنی عدی پر بنو عبد الشمس ہمیشہ غالب آتے رہتے تھے اوسیکا عوض حضرت عمر نے یہہ لیا کہ خاندان بنی ہاشم سے خلافت کو نکالکر اپنا غلبہ دکہایا۔ استغفر اللہ!

اگر عہد حضرت عمر مین لوگ دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے یا حضرت عمر آزادی اور حق گوئی قوم مین پہیلانا چاہتے تھے تو سوا اس موقع کے دوسرے مواقع ایسے ذی علم مصنف کو دکہلانے ضرور تھے جس سے وہ نتیجہ پیدا ہوتا جو ذی علم مصنف نکالنا چاہتے ہین ۔ اصل یہہ ہے کہ بنو ہاشم پر حضرت عمر کی کچہہ ہیبت نہین تہی وہ حضرت عمر کے سامنے ہمیشہ دلیری اور بیباکی سے گفتگو کرتے تھے ۔ اور حق گوئی سے کبہی چوکتے نہین تھے ۔ شجاعت اور جرأت اون کے خمیر مین تہی ۔

لیکن ذی علم مصنف نے ابن عباس کی گفتگو کے لحاظ سے جو اس موقع پر حق گوئی کے پہیلانے کی نسبت حضرت عمر سے دی ہے یہہ مقام از حد استعجاب کا ہے ۔!!

حضرت عمر کے قرضہ کے متعلق مصنف کی رائے

ذی علم مصنف یہہ بہی بیان کرتے ہین کہ چہیاسی ہزار درہم حضرت عمر پر قرض تھا جس کی نسبت اونہون نے وصیت کی کہ متروکہ سے ادا ہوسکے تو بہتر ورنہ خاندان بنی عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بہی ادا نکر سکین تو کل قریش سے علاوہ قریش کے اورون کو تکلیف نہ دینا" پہر یہہ روایت لکہتے ہین کہ حضرت

حضرت عمر کے غلام کہتے تھے کہ عمر پر قرض کیونکر رہ سکتا تہا اون کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ پر پہنچا تہا۔ پہر یہہ حقیقت ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمر پر چہیاسی ہزار کا قرضہ ضرور تہا وہ اسطرح ادا کیا گیا کہ اون کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جسکو امیر معاویہ نے خرید ا اور اس مناسبت سے کہ اوس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دار القضا کے نام سے مشہور رہا۔

قرضہ کے متعلق رائے کی حقیقت۔ ذی علم مصنف نے یہہ ظاہر نہین کیا کہ یہہ رقم کثیر قرضہ کی حضرت عمر نے کہان سے لی ہتی اور کس کا قرضہ اونپر تہا مگر ذی علم مصنف کے اسرار کے چہپانے سے کس کا قرضہ حضرت عمر پر تہا چہپ نہین سکتا۔

کتب تواریخ مین مندرج ہے کہ وہ قرضہ بیت المال کا تہا جو در حقیقت اوہنون نے بیت المال سے بحیلہ قرض اسقدر رقم اپنے تصرف مین کی ہتی۔ وہ مال بیت المال کا ایسا تہا کہ جس کا حق تمام مسلمانون کو پہونچتا تہا یا کاروبار سلطنت مین صرف ہونے کے قابل تہا۔ اور تاریخ مین یہہ کہین نہین پایا جاتا کہ باجازت تمام مسلمانون کے وہ مال اوہنون نے اپنے ذاتی اغراض کے لئے بیت المال سے قرض لیا تہا۔ اس لئے اوس مال پر تصرف کرنا اون کو کسی طرح جائز نہ تہا۔ یہہ ظاہر ہے کہ وہ مال بیت المال کا اوہنون نے ایسے اغراض ذاتی مین صرف کیا کہ جس کے سبب سے ایسا مت کے بعد اون کی ذات سے۔ اگر ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ پر پہنچایا ایسا کام ... پہونچایا کہ جس سے ایسی رقم کثیر قرضہ کی ادا ہوئی۔

اور مکان مسکونہ کی یہہ مناسبت سمجھہ مین نہین آتی ہے کہ جس مکان سے قرض ادا کیا گیا وہ مکان دار القضا کے نام سے کیون مشہور رہا؟

دار القضاء کے نام سے کوئی مکان اوس حالتین مشہور ہو سکتا ہی کہ جب اوسمین قاضی اپنے منصب کا کام کرتا ہو۔ وہ مناسبت اوسوقتین ہو سکتی ہی کہ جب وہ مکان دار القرض (بنک) کے نام سے مشہور رہا ہوتا جسمین اشعار اسبات کا ہوتا کہ حضرت عمر نے اوسی مکان کے بہروسہ پر قرض کیا تہا اور اوسی سے قرضہ ادا ہوا۔

پیغمبر کا متروکہ متعلق اسٹیٹ سمجھا گیا اور حضرت عمر کا متروکہ اونکی ورثا کو ملا۔

بہرحال جو کچھہ ہو یہہ امر ضرور قابل افسوس کہ ہے کہ حضرت عمر تو اسقدر متروکہ چھوڑ جائیں کہ جسکا ایک حصہ یعنی ایک وارث اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھہ روپیہ پر فروخت کرے یا اون کے مکان مسکونہ سے ایسا کثیر قرضہ ادا ہو سکے۔ اور پیغمبر کہ جسنے یہہ سلطنت قائم کی تہی وہ اپنے وارثوں کے لئے کچھہ بہی نہ چھوڑ جائے۔ اور حضرت عمر نے اس سلطنت سے جو ایسا کثیر المالیت متروکہ بہم پہنچایا تہا وہ متعلق اسٹیٹ کے نہ سمجھا جائے اور پیغمبر نے جو کچھہ کہ چھوڑا اوسکو متعلق سلطنت کے قرار دیکر پیغمبر کے ورثا کو غیر مستحق متروکہ قرار دیا جائے۔

حضرت عمر کا خاتمہ

آخرکار ذی علم مصنف حضرت عمر کے انتقال اور اون کے دفن کا ذکر کرتے ہین۔

حقیقت یہہ ہے کہ اس دنیا مین جو کوئی پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کسی درجہ اعلےٰ کے تخت سلطنت پر قدم رکہنے والا ہو۔ لیکن آخرکار وہ خاک مین ضرور ملجاتا ہے اور اپنی سوانح عمری کو ایسا چہوڑ جاتا ہے جس سے لوگوں کو نصیحت اور عبرت پکڑنی چاہیے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۵